وللہ الأسماء الحسنیٰ فادعوہ بہا

اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیارے نام ہیں پس تم اسے ان ناموں سے پکارو

اسماء اللہ الحسنیٰ

قواعد، معارف اور ایمانی ثمرات

پیرزادہ شفیق الرحمن شاہ الدراوی حفظہ اللہ

مرکز حفصہ بنت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہا جدہ

بسم الله الرحمن الرحيم

وللہ الاسماء الحسنیٰ فادعوہ بہا

اسماء اللہ الحسنیٰ

پیرزادہ شفیق الرحمن شاہ الدراوی حفظہ اللہ

مکتبہ احمد بن حنبل

مکتبۃ الإمام أحمد بن حنبل

مکتبہ
احمد بن حنبل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسماء اللہ الحسنیٰ

پیرزادہ شفیق الرحمن شاہ الدراوی حفظہ اللہ

سنة الطبع: ١٤٣٧هـ – ٢٠١٦م
رقم الطبعة: الأولى

مكتبة الإمام أحمد بن حنبل
رابطة: +92-301-5365383
المملكة العربية السعودية: +966-501253804
Email: dadapota2003@yahoo.com
dadapota2003@gmail.com

فہرست

حدیث اوّل

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ ، نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِينُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ ، وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا ، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ ، وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ . أَمَّا بَعْدُ!

قارئین کرام!

اللہ تعالیٰ کی معرفت صدیوں سے مسلمانوں اور غیر مسلموں کے مقالات اور مباحث کا موضوع جدو جہد کی مرکزی خواہش رہی ہے۔ اس حقیقت کا اعتراف ہر عادل اور حقیقت پسند انسان کو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کا علم علومِ شرعیہ میں سے سب سے زیادہ اشرف علم ہے؛ کیونکہ اس کا تعلق اللہ عزوجل کے ساتھ ہے۔ یہ علم تمام علومِ دین میں سب سے بڑھ کر جلالت شان والا ہے۔ جس میں رضائے الٰہی کا ارادہ جلیل القدر مقصد ہوتا ہے اور اس کی عبادت اشرف الاعمال ہے۔ کیونکہ اصل میں انبیائے کرام علیہم السلام کی دعوت کا مرکز ومحور تین امور رہے ہیں:

(۱)...... رب تعالیٰ کے اسماء وصفات اور اس کے افعال کی معرفت لوگوں کے سامنے پیش کرنا۔

(۲)...... اللہ تک پہنچانے والا راستہ بتانا، اس کا ذکر وشکر کرنا اور عبادت کرنا جس میں حد درجہ اللہ تعالیٰ سے محبت اور عاجزی شامل ہو۔

(۳)...... اللہ تعالیٰ تک رسائی کے بعد اس کے نعمت والے گھر میں ملنے والی کرامت وعزت اور اللہ تعالیٰ کی جلیل القدر رضا سے آگاہ کرنا۔

اللہ تعالیٰ کی معرفت و محبت، وہ پرامن راہ ہے کہ سعادت اس کے راہی کے قدم چومتی ہے؛ اور یہ راہی اس راہ پر روانہ ہوکر گزرتا جاتا ہے یہاں تک کہ یہ عالی رتبہ اور بلند منزلت پر فائز ہو جاتا ہے۔

اس معرفت کی راہ یہی ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ اور صفاتِ عالیہ کے مفہوم کو ذہن میں حاضر رکھے اور انہیں دل میں جگہ دے، حتی کہ دل ان کے آثار سے و برکات سے معمور ہو جائے؛ اور ان کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہو اور ان کے جلیل القدر معارف سے لبریز ہو۔ اور دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت، کبریائی، بزرگی وجلال اور ہیبت سے گھر کر جائے۔ جمال اور نیکی کے اثرات والے اسمائے گرامی، دل میں احسان رحمت، جود وسخا؛ اللہ تعالیٰ کی محبت؛ اس کی حمد وشکر کے جذبات پیدا کردیں۔ ایسے ہی عزت، حکمت، علم وقدرت کے اسمائے حسنیٰ دل کو اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکنے انکساری کرنے اور خشوع وخضوع پر آمادہ کرتے ہیں۔ وہ اسمائے گرامی جن میں علم، خبر، احاطہ اور مراقبہ کا ذکر ہے یہ انسان کی حرکات وسکنات میں اللہ تعالیٰ کا ڈر پیدا کرتے ہیں۔ ردی افکار، اور برے ارادے دل میں پیدا ہونے سے روکتے ہیں۔ غنیٰ، لطف والے اسمائے گرامی دل کو اللہ تعالیٰ

کے سامنے محتاج اور فقیر ثابت کرتے ہیں اور اس کے سامنے بے بس ہونے کا اظہار کرواتے ہیں اور ہر وقت اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی جانب متوجہ رکھتے ہیں۔

مذکورہ بالا معارف دلوں کو تب ہی حاصل ہوتے ہیں جب بندہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ اور صفات عالیہ کا علم حاصل کرتا ہے اور ان کے تقاضوں کے مطابق اظہارِ بندگی کرتا ہے۔ یہی چمنستان توحید کی وہ روح پرور خوشبو اور سدا بہار رونق ہے جس کی آبیاری کیلئے انبیائے کرام علیہم السلام تشریف لائے؛ اور اب یہ کام اس امت کے علماء کی ذمہ داری ہے کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی توحید و معرفت سمجھائیں۔

اللہ تعالیٰ کی معرفت:

اللہ تعالیٰ کی معرفت کی دو اقسام ہیں:

۱۔ **معرفتِ اقرار**.....اس میں تمام لوگ شریک ہیں نیک بھی، بد بھی، مطیع و فرمانبردار بھی اور نافرمان بھی۔

۲۔ **معرفتِ اطاعت**:..... وہ معرفت جو اللہ تعالیٰ سے حیاء کی موجب ہو، اس کی محبت اور اس کے ساتھ تعلقِ خاطر کا باعث ہو اور اس کی ملاقات کا شوق دلائے اس کی خشیت اور انابت پیدا کرے، اس سے انس و محبت کا سبب ہو اور مخلوق کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کرے۔ یہ معرفت ہر خیر کا منبع اور ہر فضیلت کا سرچشمہ ہے۔ یہ قرآن کریم کی دعوتِ حق کا طریقہ کار ہے۔

اللہ عزوجل اپنے اسماء وصفات کو پسند کرتے ہیں اور اپنی مخلوق میں ان کے آثار نمایاں دیکھنا چاہتے ہیں۔ معرفت الٰہی کے دروازے کھلے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن

پاک میں اپنے بندوں کو اپنی معرفت کی دعوت دو طرح سے دی ہے:

۱۔ اللہ تعالیٰ کے افعال اور اسماء وصفات پر غور وفکر کرنا۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کی آیات اور کائنات کی تخلیق میں تفکر وتدبر کرنا۔

اسمائے الٰہی کی معرفت اور ان کا تقاضا:

اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ اور صفاتِ عالیہ کی معرفت یہ تقاضا کرتی ہیں کہ ان کیساتھ عبودیت وبندگی کے آثار ہوں بالکل اسی طرح جس طرح کائنات کے آثار معرفت الٰہی پر دلالت کرتے ہیں۔ عبودیت وبندگی کے آثار کا تقاضا یہ ہے خشوع وخضوع ہو، ذلت وپستی ہو، انابت وخشیت ہو، خوفِ الٰہی اور محبت ہو اور اللہ تعالیٰ پر توکل ہو، یہ ساری چیزیں ظاہری اور باطنی عبادات ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ہر نام اور ہر صفت ایک خاص بندگی رکھتے ہیں۔ بندے کو جب یہ علم ہو کہ میرے رب تعالیٰ ہی تنہا نفع ونقصان دینے، عطا کرنے اور روکنے، پیدا کرنے، رزق دینے اور مارنے کا اختیار رکھتے ہیں۔ تو اس کا اللہ تعالیٰ پر مضبوط توکل ظاہر وباطن میں ہوگا۔ اور پھر توکل کے اثرات وثمرات اور بندگی اس کے لیے بارآور ہوگی۔ یہ سب اسماء حسنیٰ پر غور وفکر اور تدبر کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهِ وَكَفَىٰ بِهِ بِذُنُوبِ عِبَادِهِ خَبِيرًا﴾ (الفرقان: ٥٨)

"اور اس زندہ پر بھروسہ کریں جو نہیں مرے گا؛ اور اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجیے؛ اور وہ اپنے بندوں کے گناہوں کی پوری خبر رکھنے کیلئے کافی ہیں۔"

اسماء حسنیٰ کی فقہی اقسام:

اسمائے حسنیٰ کی فقاہت کے اعتبار سے اس کی چند اقسام ہیں:

(۱)......وہ اسمائے الحسنیٰ : جو اللہ تعالیٰ کے ذاتی اوصاف پر دلالت کرتے ہیں۔ ذاتی اوصاف سے مراد وہ اوصاف ہیں جن کیساتھ رب تعالیٰ ہمیشہ متصف ہوں۔ یہ صفات ذات سے جدا نہیں ہوتی۔ انکا مشیت کے ساتھ تعلق نہیں ہوتا۔ مثلاً: اللہ تعالیٰ کا اسم گرامی " اَلْـحَـيُّ " ہے۔ یہ اسم صفتِ حیات پر دلالت کرتا ہے۔ اَلعلیم صفتِ علم پر دلالت کرتا ہے؛ اس طرح کی دیگر صفات۔

یہ تمام وہ صفات ہیں جو ذاتِ الٰہی کا لازمہ ہیں اس سے جدا نہیں ہوتیں؛ ان کا مشیت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔

(۲)......وہ اسمائے حسنیٰ : جو افعال سے متعلق ہیں۔ یہ صفات اللہ تعالیٰ کی مشیت سے وابستہ ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہیں تو کر گزریں اگر نہ چاہیں تو نہ کریں۔ ان ناموں میں سے الخالق ؛ اس کی صفتِ خلق (پیدا کرنے) پر دلالت کرتا ہے۔ الــــرزاق ؛ صفت رزق رسانی پر دلالت کرتا ہے۔ اور اس طرح کی دیگر صفات۔ یہ تمام صفات فعلی ہیں کیونکہ یہ مشیت سے وابستہ ہیں۔ مثلاً : اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ (الفتح : ١٤)

"وہ جس کو چاہیں بخش دیتے ہیں اور جس کو چاہیں عذاب دیتے ہیں ؛ اور

اللہ تعالیٰ بخشنے والے مہربان ہیں۔"

(۳)......وہ اسماء: جو اللہ تعالیٰ کی تنزیہہ وتقدیس پر دلالت کرتے ہیں؛اور جو چیز اللہ تعالیٰ کے جلال وکمال اور عظمت کے لائق نہیں؛ اور نقائص وعیوب سے رب تعالیٰ کو بری کرتے ہیں۔ان اسمائے گرامی میں سے القدوس ؛السلام ؛ السبوح ہیں۔ان تمام کا مرجع تنزیہہ وتقدیس اورنقائص وعیوب سے سلامتی ہے۔ اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی مدمقابل نہیں ،نہ ہی اس کا کوئی ہم مثل ہے۔ اور جو بھی اس کی صفات کمال وجلال اور عظمت کے منافی چیز ہے اس سے اظہارِ بیزاری کرتے ہیں۔

(۴)......وہ اسمائے گرامی جو متعدد اوصاف پر دلالت کرتے ہیں۔مثلاً: المجید؛ الحمید ؛العظیم ؛ صمد اور سید مثلاً: مجید کمال کی متعدد صفات سے متصف ہے۔

اسمائے حسنیٰ کے استدلال کی تقسیم:

اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کے فہم میں یہ قاعدہ بھی بہت زیادہ مفید ہے۔ یہ دلالت کے لحاظ سے اسمائے حسنیٰ دو قسم کے ہیں:

ا۔ جو فعل متعدی پر دلالت کرتے ہیں۔جن کے فاعل کا اثر دوسرے تک تجاوز کرتا ہے یہ اسمائے گرامی تین امور پر مشتمل ہیں:

(۱)......اللہ عزوجل کے اسم گرامی کا ثبوت

(۲)......وہ صفت جو ان کے ضمن میں ہے

(۳)......ان کا حکم اور تقاضا۔

اس کی مثال یہ ہے کہ: "السمیع" اللہ تعالیٰ کا اسم گرامی ان کے لیے ثابت ہے؛ اور اس کے ساتھ سمع یعنی سننے کا وصف بھی ثابت ہے۔ اور اس کا حکم بھی ثابت ہے کہ: اللہ تعالیٰ ہر سرگوشی اور پوشیدہ سے پوشیدہ بات کو بھی سنتے ہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ایک نام رحیم ہے جو صفتِ رحمت بھی ثابت کرتا ہے۔ اور اس کے حکم کا تقاضا بھی بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس پر چاہیں رحمت کرتے ہیں۔ اسی طرح غفور ، رزاق ، کریم ، بصیر ، باری ، خالق ، مصور ، حفیظ ، رب ، قیوم ، رؤوف ، فتاح ، عفو اور لطیف بھی ہیں۔

۲۔ وہ اسمائے گرامی ہیں جو صفات لازمہ پر دلالت کرتے ہیں وہ دو امور کو ضمن میں لیے ہیں:

(۱)......یہ اللہ تعالیٰ کے لیے اسم ثابت کرتے ہیں۔

(۲)......اللہ تعالیٰ کے لیے صفت ثابت کرتے ہیں۔

اس کی مثال: " الحیی" یہ نام اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہے جو کہ صفتِ حیات کو بھی ثابت کرتا ہے۔ العظیم ؛ اللہ تعالیٰ کا نام ہے اور صفتِ عظمت بھی ثابت کرتا ہے اسی طرح العلی ، الاول والآخر والظاہر والباطن ؛ الاحد ؛ القوی اور المتین اور دیگر اسماء بھی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ کا شمار نہیں:

اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کسی شمار میں نہیں آتے نہ ہی ان کی تعداد معین ہے۔

سنتِ نبویہ کے واضح دلائل اس کی تائید کرتے ہیں۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں: ”میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بستر پر نہ پایا تو میں نے آپ کو تلاش کیا؛ تو میرا ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کو لگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تھے اور قدم مبارک سجدہ میں ہونے کی وجہ سے کھڑے تھے اور یہ دعا کر رہے تھے:

((اَللّٰهُمَّ اَعُوْذُبِكَ بِرَضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْكَ لَا أُحْصِيْ ثَنَآءً عَلَيْكَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ .)) (مسلم: ٤٨٦)

”اے اللہ! میں آپ کی رضا کے ساتھ آپ کی ناراضی سے پناہ مانگتا ہوں اور آپ کی سزا سے عافیت چاہتا ہوں اور آپ کی ہی پناہ چاہتا ہوں آپ کی ثناء اس طرح نہیں کرسکتا جس طرح آپ نے اپنی ثناء کی ہے۔“

اللہ تعالیٰ کی ثنا شمار نہیں ہوسکتی؛ کیونکہ ان کے تمام اسمائے گرامی شمار نہیں ہو سکتے۔ روزِ قیامت جب لوگ مارے مارے پھریں گے اور آخر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سفارش کریں گے؛ اس طویل حدیث میں آتا ہے: ”رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ثُمَّ يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَيَّ مَحَامِدَهُ وَحُسْنَ الثَّنَآءِ عَلَيْهِ شَيْئًا لَمْ يَفْتَحْهُ عَلٰى اَحَدٍ قَبْلِيْ .)) (متفق عليه)

”پھر اللہ تعالیٰ میرے لیے وہ محامد اور اپنی حسنِ ثناء کے دروازے کھولیں گے جو مجھ سے پہلے وہ کسی پر نہیں کھولے تھے۔“

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے محامد اور اسماء وصفات ایسے بھی ہیں جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم

پر بروز قیامت ظاہر کریں گے۔ یہ محامد کتاب وسنت میں منقول نہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کسی بھی بندے کو غم یا پریشانی آئے اور وہ یہ کہے:

((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ نَاصِیَتِیْ بِیَدِكَ مَاضٍ فِیَّ حُكْمُكَ عَدْلٌ فِیَّ قَضَآءُ كَ اَسْأَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ سَمَّیْتَ بِهٖ نَفْسَكَ اَوْ اَنْزَلْتَهٗ فِیْ كِتَابِكَ اَوْ عَلَّمْتَهٗ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ أَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِهٖ فِیْ عِلْمِ الْغَیْبِ عِنْدَكَ اَنْ تَجْعَلَ الْقُرْآنَ رَبِیْعَ قَلْبِیْ وَنُوْرَ صَدْرِیْ وَجَلَاءَ حُزْنِیْ وَذَهَابَ هَمِّیْ .)) (مسند أحمد : ۳/۳۹۱)

''میرے اللہ! میں آپ کا بندہ ہوں اور آپ کے بندے کا بیٹا ہوں اور آپ کی لونڈی کا بیٹا ہوں میری پیشانی آپ کے ہاتھ میں ہے مجھ پر آپ کا حکم چلتا ہے میرے متعلق آپ کا فیصلہ عدل کا ہے میں آپ کے ہر اسم مبارک کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں جو کہ آپ نے اپنا نام رکھا ہے؛ یا آپ نے اسے اپنی کتاب میں نازل کیا ہے یا مخلوق میں سے کسی کو سکھایا ہے یا آپ نے اسے اپنے علم غیب میں نقل کیا ہے: کہ آپ قرآن کو میرے دل کی بہار اور میرے سینے کا نور بنا دیں اور میرے غم کی جلا بنا دیں اور میری پریشانی دور کرنے والا بنا دیں''۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے غم دور کرتے ہیں اور اس کی جگہ فرحت ومسرت پیدا کرتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کے اسمائے گرامی تین اقسام پر ہیں:

پہلی قسم:...... جو اس نے اپنی ذات کا نام رکھا ہے اور جس کے لیے چاہا اس کا اظہار کیا ہے۔ فرشتوں کے سامنے بیان کیا ہے کتاب میں نہیں اتارا۔

دوسری قسم: ...... جس کو کتاب میں نازل کیا ہے اور بندوں کو اس کی پہچان کرائی ہے۔

تیسری قسم: ...... جسے اپنے علم غیب میں رکھا ہے اپنی کسی مخلوق کو اس سے مطلع نہیں کیا۔ جیسے اس مذکور دعا میں کہا گیا کہ آپ نے جو نام انفرادی علم میں رکھے ہیں میں ان کے ساتھ سوال کرتا ہوں۔'' (بدائع الفوائد : ۱/۱۷۵)

زیر نظر کتاب میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ کے علم کے ذریعہ سے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی معرفت کروائی جائے؛ اور ان اسماء کے تقاضے اور ثمرات بتائے جائیں تاکہ لوگ ان سے صحیح معنوں میں مستفید ہوسکیں۔ اور ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور کبریائی اور بزرگی کا نور روشن ہو۔ اس کوشش میں جو کوئی کمی کوتاہی رہ گئی ہے؛ اس پر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے ہوئے یہ کتاب آپ حضرات کی خدمت میں پیش ہے۔ امید واثق ہے کہ اہل علم و کرم حضرات غلطی سے آگاہ کرنے میں اور نیک مشورہ سے نوازنے میں بخل سے کام نہ لیں گے۔ واللہ لا یضیع أجر المحسنین.

اس کتاب کی تیاری میں جن حضرت کا کسی طرح بھی اخلاقی یا زبانی یا دیگر تعاون حاصل رہا ؛ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کی مبارک جہد و ثمرات کو قبول

فرمائیں اور انہیں اپنی رحمتوں اور برکات سے نواز دیں۔ میں اللہ تعالیٰ کے بعد اپنے والدین واساتذہ اور پھر ان حضرات کا بالخصوص شکریہ ادا کرتے ہوئے ان کا ذکر کرنا بھی اس لیے مناسب سمجھتا ہوں کہ جب بھی اہل دل کو اس کتاب سے کوئی فائدہ حاصل ہو تو وہ ان حضرات کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

ان حضرات میں باجی ام خالد صاحبہ کا نام سرفہرست ہے۔ اور ان کی مساعی بڑی ہیں مشکور ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کے نیک اعمال قبول فرمائیں؛ اور ان کی اوران کے عزیز و اقارب او ردوست و احباب کی مغفرت فرمائیں؛ اور دنیا اور آخرت کی مشکلات کو ختم فرما دیں۔ آمین۔

نوٹ:......اس کتاب میں ہر جگہ پر اللہ تعالیٰ کے لیے ادب واحترام بجالاتے ہوئے جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔

بندہ فقیر و ناچیز
ابو شرحبیل / پیرزادہ شفیق الرحمٰن شاہ الدراوی
حال وارد مکہ مکرمہ
0096650125380

تَـــاَمَّـلْ سُـطُـوْرَ الْـكَـــائِـنَـاتِ فَـاِنَّـهَـا
مِـنَ الْـمَـلِكِ الْاَعْـلٰــى اِلَيْكَ رَسَـائِلُ
وَقَـدْ خَـطَّ فِيْهَـــا لَـوْ تَـــاَمَّلْـتَ خَطَّهَـا
اَلَا كُـلُّ شَـــیْءٍ مَّـــا خَلَا الـلّٰـهَ بَـاطِلٌ
تُشِيْــرُ بِـــاِثْبَـاتِ الـصِّـفَـاتِ لِـرَبِّـهَـا
فَــصَـــامِتُهَـا يَهْـدِیْ وَمَـنْ هُـوَ قَـائِـلٌ

''کتابِ کائنات کی ہر سطر پر غور کرو یہ اعلیٰ بادشاہ کی طرف سے تمہارے لیے پیغام سنا رہے ہیں۔ اگر آپ غور کریں تو ان کی ہر سطر میں یہ لکھا ہیکہ، خبردار! اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے۔ یہ سب اپنے رب کی صفات ثابت کرنے کا اشارہ دے رہے ہیں۔ ان میں سے خاموش چیزیں بھی دلالت کر رہی ہیں اور جو بات کر سکتی ہیں وہ بھی رب کی صفات بیان کر رہی ہیں۔''

اَللّٰهُ

معبود برحق

معنی: لفظ "اَللّٰهُ" اللہ تعالیٰ کے الٰہ اور معبود برحق ہونے پر دلالت کرتا ہے؛ تمام مخلوقات اس ہستی سے محبت کرتی ہیں؛ اور اس کی محبت اور تعظیم و تکریم میں خشوع و خضوع؛ خوف اور امید کے ساتھ اس کی عبادت بجالاتی ہیں؛ اور اپنی تمام تر حاجات و ضروریات میں اس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ کیونکہ وہی اکیلے حاجت روا اور مشکل کشا ہیں۔ یہ اسم مبارک اللہ تعالیٰ کے ذاتی اسماء میں سے ہے؛ جو کہ باقی تمام اسمائے حسنیٰ کو محیط اور شامل ہے۔

قرآن کریم میں یہ نام (۲۷۲۴) بار آیا ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿اِنَّنِیۡۤ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدۡنِیۡ﴾ (طه: ١٤)

"بے شک میں ہی اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں، سو میری ہی عبادت کرو۔"

- اللہ تعالیٰ وہ ہیں جن کے نام سے تسکین ہوتی ہے۔
- اللہ تعالیٰ وہ ہیں، جو آرامِ دلِ عارفین ہیں۔
- اللہ تعالیٰ وہ ہیں جن کے ذکر سے قلب بے قرار کو قرار ملتا ہے۔
- اللہ تعالیٰ وہ ہیں کہ قلوب اس کے والہ و شیدا ہیں۔

* اللہ تعالیٰ وہ ہیں کہ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْب سے ان کی شان واضح ہوتی ہے۔
* اللہ تعالیٰ وہ ہیں، کہ ارواحِ پاک اس کی شیفتہ وفریفتہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ زمان و مکان کے احاطہ سے ارفع و بلند ہیں۔
* اللہ تعالیٰ وہ ہیں جو ذوی العقول کے وہم وگمان وفہم وادراک سے بالاتر ہیں۔
* اللہ تعالیٰ وہ ہیں کہ سب ان کے محتاج ہیں۔ آفات ومصائب میں اللہ تعالیٰ کی جانب بازگشت کی جاتی ہے۔
* اللہ تعالیٰ وہ ہیں کہ تضرع و الحاح ہی کے ذریعہ سے ہماری رسائی ان کی آستان تک ہوسکتی ہے۔
* اللہ تعالیٰ وہ ہیں جن کی حفاظت میں تمام مخلوق اپنے اپنے اعداء کی دستبرد سے محفوظ ہے۔
* اللہ تعالیٰ ہی ہیں جو اپنی رحمت سے سب کو پالتے ہیں، اور اپنی رحمت سے بندوں کو پیار کرتے ہیں۔
* اسم گرامی اللہ ؛ تمام اسماء الحسنیٰ کے معانی کا جامع اور اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کو شامل ہے۔
* اسم گرامی اللہ ؛ اللہ تعالیٰ کے معبود برحق ہونے پر دلالت کرتا ہے؛ کہ تمام مخلوق کمال محبت وتعظیم سے اس کی عبادت کرتی ہے۔

اَلْاِلٰہُ

معبود

اس کا معنی ہے: معبود برحق؛ جس کی حقیقی عبادت کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اسم جلالت اللہ ہے، لیکن اِلٰہ بھی االلہ تعالیٰ کا ذاتی نام ہے۔ قرآن کریم میں یہ نام (31) بار آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قُلْ اِنَّمَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾ (الانبیاء: ۱۰۸)

''فرما دیجیے! بے شک میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک معبود ہے کیا تم مسلمان ہوتے ہو؟۔''

اس کلمہ طیبہ میں اور دیگر اکثر مقامات پر اس اسم ''اَلْاِلٰـہُ'' کا استعمال بحالت نفی ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ﴾ (الانبیاء: ۸۷)

''آپ کے سوا اور کوئی الٰہ نہیں، آپ پاک ہیں۔''

لیکن بحالت اثبات بھی اس اسم پاک کا استعمال قرآن حمید میں بکثرت ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ﴾ (البقرة)

''تمہارا معبود برحق تو وہی واحد الله ہے۔''

اور اللہ تعالیٰ کی معبودیت برحق زمین و آسمان میں ہر جگہ پر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَآءِ إِلٰهٌ وَفِي الْأَرْضِ إِلٰهٌ﴾ (الزخرف: ٨٤)

''وہی ہستی جو آسمان میں الٰہ ہے اور وہی زمین میں الٰہ ہے۔''

لٰہذا انسان کو چاہیے کہ وہ ان اسماء حسنٰی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے عبادت کا ہر کام صرف اور صرف اللہ تعالیٰ معبود برحق کے لیے بجا لائے؛ اور خود ساختہ جھوٹے معبودوں کو ترک کردے؛ اسی میں دنیا و آخرت کی حقیقی کامیابی ہے۔

زمین و آسمان میں اس کے معبود برحق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان تمام جہانوں میں سچی عبادت اس کی ہی ہوتی ہے۔ اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ وہ ہر جگہ حاضر و ناظر اور موجود ہے؛ یہ حلولیہ کا عقیدہ ہے؛ جو کہ اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر اپنی کرسی پر ہیں؛ اور وہاں سے کائنات کی ہر ایک چیز کو دیکھتے اور اس کی آہٹ تک کو سنتے ہیں۔

اسمائے مبارکہ ''اللّٰہ'' اور ''إلہ'' کے آثار و نتائج

ا۔ ان اسماء کی معرفت کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی محبت کو ہر چیز کی محبت پر تقدیم دی جاتی ہے؛ حتی کہ اپنی جان و مال اور اہل و اولاد پر بھی۔ تمام دنیا اس محبت کے سامنے ہیچ ہوتی ہے۔ کیونکہ ہر قسم کا فضل و انعام صرف اسی ہستی کی طرف سے ہے۔ پس اسی کی محبت کی بنیاد پر دشمنی اور دوستی کی جاتی ہے۔ اور جو کوئی ایسا کرلے وہ ایمان کی حلاوت پالیتا ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اس کی ذات کے لیے عبادت میں اخلاص؛ اس ہستی پر توکل اور اس سے خوف اور امید وابستہ کی جاتی ہے۔ نماز و روزہ اور زکواۃ و حج غرض کہ ہر قسم کی عبادت صرف اس ایک اللہ تعالیٰ کے رضا کے لیے بجائے لاتے ہیں۔

۳۔ اس اسم اعظم کی معرفت کا سب سے بڑا ثمرہ حق تعالیٰ کی معرفت اور اس پر اطمینان قلب ہے۔ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے انس و محبت کی سعادت حاصل ہوتی ہے۔

۴۔ یہ اسم مبارک تمام اسماء وصفات کو مستلزم ہے۔ باقی تمام اسماء وصفات اس کے تابع اور زیر اثر ہیں۔

فائدہ:...... اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی کہ ہم یوں کہیں:

﴿وَاِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ﴾ (العنکبوت: ٤٦)

''ہمارا اور تمہارا معبود ایک ہی ہے اور ہم اس کے لیے سر تسلیم خم کرنے والے ہیں۔''

توضیح:...... عبودیت حقہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ پس اسی سے مانگا جائے؛ اسے مشکل کشا و حاجت روا سمجھا جائے؛ اور اسی کے سامنے جبین نیاز خم کی جائے۔

الرَّبُّ

پالنے والا/ مالک/ مدبر

معنی: ...... خالق و مالک ؛ مدبر و مربی ؛ تمام مخلوقات کی تربیت اور ان پر اپنا انعام کرنے والا ؛ اور اپنے اولیاء کی ایسی تربیت کرنے والا جس سے ان کے دلوں کی اصلاح ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کو بغیر اضافت کے رب کہنا جائز نہیں۔ اضافت کے ساتھ یوں کہہ سکتے ہیں: رب البیت ؛ گھر کا مالک۔ رب الاسرہ ؛ خاندان کا سربراہ۔

قرآن کریم میں یہ نام (۱۷۸) بار آیا ہے۔

دلیل: ...... اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (الفاتحہ)

''سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کے پالنے والے ہیں۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (التکویر : ۲۹)

''نہیں تم چاہتے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ چاہیں جو تمام جہانوں کے رب ہیں۔''

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ﴾ (یٰس : ۵۸)

''سلام قول ہوگا رب رحیم کی طرف سے۔''

وہ اپنی عموم ربوبیت کی وجہ سے صرف اکیلے ہر قسم کی عبادت کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾

(الانعام: ۱٦۲)

''فرما دیجیے: بیشک میری نماز میری قربانی، میری زندگانی اور میری موت اللہ تعالیٰ کے لیے جو تمام جہانوں کے رب ہیں۔''

اسم کریم ''الرب'' کے اثرات وثمرات:

اوّل:...... اسم ''الرب'' اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ان تمام اسماء وصفات کو مستلزم ہے جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی تعریف کی جاتی ہے؛ اس مقصد کے لے مخلوق کو پیدا کیا گیا ہے۔ رب تعالیٰ کی ربوبیت کا تقاضا ہے کہ اپنے بندوں کو یونہی بیکار نہ چھوڑ دے؛ کہ انہیں اس کی ہستی کی کوئی معرفت نہ ہو؛ اور نہ ہی انہیں یہ علم ہو کہ کون سی چیز ان کی دنیا اور آخرت کے لیے فائدہ مند ہے اور کونسی چیز نقصان دہ۔ یہ تو ربوبیت کے ایک بے جا تصور ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی چیز کی نسبت ہے جو کہ اس کی شان کے لائق نہیں ہے؛ بلکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو با مقصد پیدا کیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴾

(المؤمنون ۱۱۵)

''تو کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمھیں بے مقصد پیدا کیا ہے اور یہ کہ بے

شک تم ہماری طرف نہیں لوٹائے جاؤ گے۔''

دوم:...... اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار عبادت میں اس وحدہ لاشریک کی توحید کو مستلزم ہے۔ کہ اس کائنات کو پیدا کرنے والی؛ اور تمام کائنات کو زندگی اور موت دینے والی اور ان کے امور کی مدبر و متصرف ہستی صرف ایک اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات ہے جو عبادت کی مستحق ہے۔

سوم:...... اللہ تعالیٰ کی توحید ربوبیت پر ایمان رکھنے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات پر ایمان رکھا جائے۔ اس کی اصل حقیقت یہ ہے کہ اسم رب اللہ تعالیٰ کے تمام اسمائے حسنیٰ کو شامل ہے۔

چہارم:...... اللہ تعالیٰ کے حاکم و شارع ؛ الٰہ اور معبود برحق ہونے پر رضا مندی کا اظہار۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پر رضامندی کا مطلب یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے احکام و شریعت ؛ اور اس کی طرف سے ملنے والے نصیب اور تقدیر پر راضی ہے۔

فائدہ:...... رب سبحانہ وتعالیٰ وہ قادر ، خالق ، باری ، مصور ، حی وقیوم ، علیم ، سمیع ، بصیر ، محسن ، منعم ، جواد ، عطا کرنے والے ، روکنے والے، نقصان دینے والے، نفع دینے والے، مقدم و مؤخر ہیں۔ جس کو چاہے گمراہ کرتے ہیں جسے چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں جسے چاہتے ہیں سعادت سے ہمکنار کرتے ہیں جس کو چاہتے ہیں بدبخت کر دیتے ہیں جس کو چاہتے ہیں عزت دیتے ہیں جس کو چاہتے ہیں ذلت دیتے ہیں؛ اور وہ رب کا اسم جو بھی اسمائے حسنیٰ کا استحقاق رکھتا ہے؛ یہ لفظ ان پر دلالت کرتا ہے۔'' (بدائع الفوائد : ۲ / ۲۱۲)

فائدہ :...... نبی کریم ﷺ سے ماثور دعاؤں کی فضیلت: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے صبح و شام تین بار یہ دعا پڑھی:

((رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَّبِیًّا))

(احمد: ۳/ ۴، ۶۰۷، ۴۰۷، ۵/ ۱۲۳ صحیح)

''میں راضی ہوگیا اللہ کے ساتھ (اس کے) رب ہونے پر اور اسلام کے ساتھ (اس کے) دین ہونے پر۔''

اللہ پر لازم ہے کہ اسے روزِ قیامت راضی کر دیں''۔ (ابوداود: ۵۰۷۲)

* پس مؤمن کو چاہیے کہ زبان سے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور دین اسلام پر رضا مندی کے اظہار کے ساتھ ساتھ وہ اعمال بھی بجا لائے جائیں جن سے رب سبحانہ و تعالیٰ راضی ہوتے ہیں؛ اور جس کا تقاضا ان کا اسم رب اور صفت ربوبیت کرتی ہے؛ اور جن اعمال کا اسلام ہمیں حکم دیتا ہے۔

اَلْوَاحِدُ

ایک، یگانہ

معنی: ......وہ اکیلا اور منفرد جو ہمیشہ سے منفرد اور یکتا ہے؛ اس کے ساتھ یا اس کے علاوہ کوئی دوسرا معبود برحق نہیں۔ وہ اپنی ذات وصفات اور افعال میں؛ ربوبیت اور الوہیت میں منفرد ہے۔

اسم واحد قرآن مجید میں بائیس (۲۲) مرتبہ آیا ہے؛ فرمان الٰہی ہے:

﴿ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴾ (ص:٦٥)

''فرما دیجیے: ! بے شک میں ڈرانے والا ہوں؛ اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود نہیں؛ وہ واحد وقہار ہیں۔''

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے:

﴿قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴾ (الرعد ١٦)

''فرما دیجیے: اللہ تعالیٰ ہر چیز کو پیدا کرنے والے ہیں اور وہی اکیلے ہیں نہایت زبردست۔''

احد اور واحد یہ دونوں اسمائے گرامی رب تعالیٰ کے جمیع کمالات میں وحدانیت پر دلالت کرتے ہیں ان میں اور کوئی شریک نہیں۔ بندوں کی یہ ذمہ داری ہے کہ یہ اپنے عقیدہ اور قول وعمل میں اس کی توحید برقرار رکھیں اس کے مطلق کمال

کا اعتراف کریں، وحدانیت اور عبادت میں اسے یگانہ قرار دیں۔

﴿لَوْ أَرَادَ اللّٰهُ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ سُبْحٰنَهٗ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴾ (الزمر: ٤)

''اگر اللہ تعالیٰ نے اولاد بنانا ہوتی تو اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتے اختیار کر لیتے وہ تو پاک ہیں وہی اللہ واحد وقہار ہیں۔''

یہ اسماء اللہ کی احدیت اور واحدنیت پر دلالت کرتے ہیں۔ یعنی مجد وجلال کیساتھ وہی منفرد اور عظمت وکبریائی اور جمال کی تمام صفات کیساتھ متصف ہیں۔ اس کی ذات و صفات اور افعال میں نہ کوئی شریک نہ ہی مثیل؛ نہ ہی معاون ومددگار۔ اپنی الوہیت میں یگانہ؛ محبت وتعظیم میں، ذلت وخضوع میں وہ واحد ویکتا ہیں۔ وہ اپنی عظیم تر صفات کمال میں منفرد اور مخلوق سے بالاتر ہیں۔ قرآن پاک میں متعدد مقامات اسمِ واحد کے ذریعہ توحید کی تاکید اور شرک کی تردید اور اللہ کی ہمسری کی نفی کی گئی ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿قُلْ إِنَّمَا يُوحٰى إِلَيَّ أَنَّمَآ إِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَهَلْ أَنْتُمْ مُّسْلِمُونَ﴾ (الانبیاء: ۱۰۸)

''کہہ دو! بے شک میری طرف وحی کی گی ہے کہ بے شک تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے پس کیا تم اسلام لاتے ہو۔''

اَلْاَحَدُ

اکیلا

معنی :......لفظ احد کا استعمال دوسروں کی نفی میں ہوتا ہے۔ جو کہ اکیلا ہو؛ کوئی اس کا ساجھی یا شریک یا ہمنوا ومثیل نہ ہو۔

یہ اسم گرامی قرآن مجید میں ایک بار وارد ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ﴾ (الاخلاص : ٤)

''کوئی ایک بھی اللہ تعالیٰ کا ہمسر (برابر) نہیں۔''

کفوالٰہی کی نفی لفظ احد سے کی گئی ہے اور یہ ایسی نفی ہے کہ اس کے بعد کوئی استثنا وغیرہ نہیں ہوسکتا۔

اسی بنا پر یہ سورۃ بہت عظمت والی ہے۔ حدیث میں آتا ہے: اس کی تلاوت قرآن پاک کے تیسرے حصہ کے ثواب کے برابر ہے کیونکہ اس میں بطور خاص (توحیدِ الٰہی اور) اسمائے حسنیٰ بیان ہوئے ہیں۔

واحد وہ ہے جس کی اجزاء بندی نہیں ہوسکتی۔

احد وہ ہے جس کا دوسرا کوئی نہ ہو؛ یعنی جس کی نظیر کوئی نہیں۔

لفظ واحد کا محل اثبات میں دیگر اشیاء پر بھی ہو جاتا ہے۔ جیسے رجل واحد ، درهم واحد (ایک آدمی ایک روپیہ) مگر لفظ اَحَد کا اطلاق اثباتاً

اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی پر نہیں ہوتا۔

قرآن مجید میں لفظ احد بطور اسم پاک صرف ایک ہی مقام ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ میں مستعمل ہوا ہے اور یہ بھی دلائل احدیت میں سے ایک عجیب دلیل ہے۔ احدیت اپنی شان میں ایسی مکمل ہے کہ تکرار لفظی بھی نہیں ہوا۔

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت تینوں انواع توحید کو شامل ہے:

۱۔ توحید الوہیت

۲۔ توحید ربوبیت

۳۔ توحید اسماء وصفات

''الاحد اور الواحد'' پر ایمان کے اثرات وثمرات:

اوّل:...... ان اسمائے گرامی پر ایمان کا سب سے بڑا اثر اور ثمرہ اللہ تعالیٰ کو ربوبیت اور الوہیت اور افعال وصفات میں اکیلا اور منفرد ماننا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ اپنی ربوبیت میں اکیلے ہیں؛ ایسے ہی وہ اپنی الوہیت میں بھی منفرد ہیں؛ ان کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں۔

دوم:...... اس کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو محبت اور دوستی میں بھی منفرد اور یکتا رکھا جائے۔ جیسا کہ اس فرمان الٰہی میں ہدایت دی گئی ہے:

﴿قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ (الانعام ١٤)

''فرما دیجیے: کیا میں اللہ تعالیٰ آسمانوں وزمین کو پیدا کرنے والے کے سوا

کوئی دوست بناؤں ، وہ کھلاتے ہیں اور انہیں نہیں کھلایا جاتا۔ فرما دیجیے:
بیشک مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلا فرماں بردار بنوں، اور تم
ہرگز شریک بنانے والوں سے نہ ہو جانا۔''

سوم: ......دل کا اپنے خالق و معبود سے تعلق ؛ اور اس وحدہ لاشریک کی طرف دائمی توجہ و التجاء۔ اس لیے کہ وہی اللہ تعالیٰ ہیں جو واحد اور احد اور فرد و صمد ہیں۔ تمام مخلوق اپنی تمام تر ضروریات میں انہی کی طرف قصد کرتی ہے۔ اس احساس و شعور سے دل کی پراگندگی اور بے چینی اور قلق کو راحت ملتی ہے۔ اور انسان کو اپنے رب کے ساتھ سکون ملتا ہے کہ ہوگا وہی جو رب تعالیٰ کو منظور ہوگا۔

چہارم: ......تشریع اور قانون سازی کے قبول کرنے میں اللہ تعالیٰ کو منفرد ماننا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور احدیت پر ایمان کا تقاضا ہے کہ صرف اس اللہ تعالیٰ کے منفرد حاکم اور قانون ساز ہونے پر ایمان رکھا جائے۔

* ان ثمرات کا تقاضا یہ بھی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کا کوئی حکم آجائے تو اس کے سامنے یوں سر تسلیم خم کرلیا جائے کہ کسی ایک کی بات کو ان کے حکم پر ترجیح حاصل نہ ہو۔

اَلْوِتْرُ

اکیلا؛ منفرد

معنی: ......وہ اکیلی اور منفرد ہستی جس کا نہ کوئی شریک ہو اور نہ ہی مثیل۔
یہ اسم گرامی قرآن مجید میں نہیں وارد ہوا؛ حدیث میں آتا ہے: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے ننانوے اسمائے گرامی ہیں جو انہیں یاد کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا'' اور اس حدیث کے آخر میں ہے:

((وَهُوَ وِتْرٌ يُحِبُّ الْوِتْرَ .)) (بخاری: ٦٤١٠، مسلم: ٢٦٧٧)

''وہ وتر ہیں وتر کو پسند کرتے ہیں۔''

یہ اسم گرامی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی وحدانیت پر دلالت کرتا ہے اور صفاتِ کمال صرف اس تنہا کے لیے ثابت کرتا ہے اور اوصافِ جلال میں یکتائی بتاتا ہے اس میں اس کا نہ کوئی شریک ہے نہ ہی مثل۔

قرآن کریم میں بہت سارے دلائل ہیں جن سے مثل اور ہمسر اور مدمقابل کی نفی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ (البقرہ: ٢٢)

''پس اللہ تعالیٰ کے لیے شریک نہ ٹھہراؤ اور تم جانتے ہو۔''

''اللہ تعالیٰ وتر ہیں'' ان سے ہر اعتبار سے شرک کی نفی ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ

عظمت، کمال، مجد و بزرگی، کبریائی اور جلال میں اور کائنات کی تخلیق میں منفرد ہیں۔ انہوں نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا اور وجود بخشا۔ اور وہ جو چاہتے ہیں ان میں تصرف کرتے ہیں۔

نہ کوئی ان کا مدمقابل ہے نہ ہی نظیر و مثیل۔ وہ اکیلے ہیں جن کے سامنے عاجزی وانکساری اختیار کی جائے، محبت اور امید رکھی جائے، انہی پر توکل کیا جائے انہی کی طرف انابت کی جائے۔ تمام قسم کی عبادات انہی کے لیے خاص ہیں۔

نبی کریم ﷺ تمام معاملات میں وتر کی رعایت فرمایا کرتے تھے۔ صبح نہار منہ سات کھجوریں کھاتے، تین سانسوں میں پانی نوش فرماتے، فرض نمازوں کے بعد تین مرتبہ استغفار کرتے، کئی اذکار اور دعاؤں کو وتر پڑھتے، ایک مرتبہ، تین مرتبہ، سات مرتبہ پڑھتے، یہ چیزیں آپ ﷺ کی سیرتِ مبارکہ سے ثابت ہیں۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے وتر کو پسند فرمانے کی علامت ہے۔

اسم ''الوتر'' پر ایمان کا ثمرہ:

اول:...... انسان کوشش کرے کہ تمام اچھے اور نیکی کے کام وتر کے اعداد میں بجا لائے جائیں۔ جیسے سنت مطہرہ میں بھی وارد ہوا ہے اور اس کی ترغیب بھی دی گئی ہے۔ کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ وتر ہیں۔ اور وتر عدد کو پسند کرتے ہیں۔

دوم:...... وتر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلالت کرتا ہے اس کی توحید وعبادت کے وجوب کی اس میں دلیل پائی جاتی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے شریعت کے معاملات میں وتر کو پسند کیا ہے۔ بہت سارے اعمال اور اطاعات میں وتر رکھنے کا حکم دیا ہے، نمازیں بھی پانچ ہیں، رات کا وتر بھی طاق ہے۔ طہارت

کی تعداد بھی وتر ہے میت کو کفن بھی وتر دیا جاتا ہے۔

سوم:...... احادیث مبارکہ میں نماز وتر کی ادائیگی کی بڑی ترغیب وارد ہوئی ہے۔
رسول اللہ ﷺ اپنی رات کی نماز کو وتر پر ختم فرمایا کرتے تھے۔ اور حدیث میں آتا ہے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((يا أهل القرآن أوتروا ؛ فإن الله وتر و يحب الوتر .))

(أخرجه أبو داؤد و صححه الألباني)

''اے اہل قرآن ! وتر پڑھا کرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ وتر ہیں؛ اور وتر عدد کو پسند فرماتے ہیں۔''

فائدہ :......دن کی آخری نماز وتر عدد میں ہے؛ اور رات کی آخری نماز وتر ؛وتر عدد میں ہے؛ ان کا خوب اہتمام کیا جائے۔ ایک حدیث میں آتا ہے:

''رسول اللہ ﷺ سفر یا حضر میں کبھی بھی رات کے تین وتر اور صبح فجر کے دو سنت نہیں چھوڑا کرتے تھے۔''

اَلرَّحْمٰنُ

بہت زیادہ رحم کرنے والا

معنی : ...... رحمٰن اور رحیم دونوں کا اشتقاق رحمت سے ہے، مگر ہر دو اسماء میں خصوصیات جداگانہ بھی ہیں۔ یہ دونوں اسماء مبارکہ اللہ تعالیٰ کی جامع اور شامل رحمت پر دلالت کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کو ایجاد کیا؛ ان کی امداد کی؛ اور ان پر ہر طرح کے انعامات کیے۔ اور اس کی اپنے بندوں پر رحمتیں دنیا و آخرت میں ہیں۔

الـرَّحْـمٰـن علمیت کے لحاظ سے اسم "الـلّٰـه" کے برابر برابر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّامَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى﴾ (بنی اسرائیل : ۱۱۰)

"کہہ دیجیے کہ: اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر، کچھ بھی کہہ لو، اللہ تعالیٰ کے تو سب نام ہی بہترین ہیں۔"

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ (طه : ۵)

"رحمٰن عرش پر مستوی ہیں۔"

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ رَبِّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ ﴾

''آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان کے مابین ہے؛ سب کا رب جو کہ رحمٰن ہے۔''

یہ اسم رحمٰن کا نتیجہ ہے کہ اس کے ہاں عاجز بندوں کے لیے محبت و الفت کا لامتناہی خزانہ موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا﴾ (مريم: ٩٦)

''بیشک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے؛ عنقریب اللہ رحمٰن ان کے لیے محبت پیدا کر دیں گے۔''

اگر اس اسم کے اثرات اپنے اندر پیدا کرنے کی آرزو ہو تو ضروری ہے کہ ہمدردیٔ عامہ اور خیر خواہی تامہ کے خوگر بنیں، دل سوزی و شفقت کا آئینہ ہوں، تربیتِ ناقصاں اور تعلیمِ جاہلاں کو شیوہ بنائیں اور اندریں باب دشمن و دوست سب کے لیے دروازہ کھلا رکھیں اور اس راہ میں بھی ﴿وَ رَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ﴾ کی نصرت و رعایت کو شمعِ راہ سمجھے تا کہ اسم رحمٰن کی اپنی خصوصیات سے قلب مسرور، زبان ذاکر، آنکھیں محظوظ اور دماغ مومن معرفت سے بھر جائے۔

اَلرَّحِیْمُ

بہت مہربان

اَلــرَّحِیْــمُ - رَحِمَ سے ہے؛ مہربان ترس کھانے والا۔ اس کا اطلاق عموماً درماندہ، بےکس، عاجز، ناتواں، مصیبت رسیدہ پر کیا جاتا ہے اور رحیم وہ ہے جو بندوں پر التفات کرنے والا، ان کی بگڑی ہوئی کو بنا دینے والا اور شکستہ خاطر کو جوڑ دینے والا ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا﴾ (الاحزاب: ٤٣)

''وہ ایمانداروں کے ساتھ رحم کرنے والے ہیں۔''

اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَّاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (المزمل ٢٠)

''اور اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَلَمْ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا.))

(الترمذی)

''جو چھوٹے پر رحم نہیں کرتا اور بڑے کی توقیر نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں۔''

رحمٰن اور رحیم: دونوں نام مبالغہ کے صیغے ہیں۔ ان کے درمیان معنوی فرق یہ

ہے کہ رحمٰن وہ ہے جس کی رحمت ہر چیز کو اپنے احاطے میں لیے ہوئے ہے۔

رحیم سے مراد:...... اس کی رحمت صرف اسی کو ملے گی جس پر وہ رحم کرنا چاہیں گے۔ اور وہ اہل ایمان ہوں گے۔

اس لیے علماء کہتے ہیں: رحمٰن الدنیا اور رحیم الاخرہ۔ اور ارشاد ربانی ہے:

﴿إِنَّ رَبِّي رَحِيمٌ وَدُودٌ﴾ (هود: ۹۰)

''میرے رب تعالیٰ تو رحم کرنے والے، پیار کرنے والے ہیں۔''

یہ ممکن ہے، کہ آپ کسی پر رحم کریں، مگر اس سے وُداد (محبت) نہ کریں، مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ اوّل رحم فرماتے ہیں اور پھر بندہ کو اپنی وُداد (بے انتہاء محبت) سے بھی مشرف کرتے ہیں۔

رحمت الٰہی کی اقسام:

اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں کے ساتھ رحمت دو قسم پر ہے:

پہلی عام رحمت: یہ رحمت تمام مخلوقات کے لیے ہے۔ جس میں ان کو پیدا کرنا؛ ان کی تربیت کرنا؛ انہیں رزق دینا؛ اور نعمتوں اور عطایا سے ان کی مدد کرنا شامل ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا﴾ (غافر: ۷)

''اے ہمارے رب! آپ نے ہر چیز کو رحمت اور علم سے گھیر رکھا ہے۔''

دوسری خاص رحمت: یہ رحمت صرف اہل ایمان کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پر دنیا میں رحم کرتے ہیں کہ انہیں راہ ہدایت؛ صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق دیتے ہیں۔ اور اس پر ثابت قدم رکھتے ہیں۔ ان کا دفاع اور نصرت کرتے ہیں۔ اور انہیں

پاکیزہ زندگی عطا فرماتے اور مصائب کے وقت صبر اور یقین کی نعمت سے نوازتے ہیں۔ اور ان مصائب کی وجہ سے ان کے گناہ معاف کرتے ہیں۔ اور آخرت میں بھی ان پر خصوصی رحم کیا جائے گا۔ جیسا اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِينَ رَحِيمًا﴾ (الأحزاب : ٤٣)

''اور وہ ایمان والوں پر نہایت مہربان ہیں۔''

مخلوق میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کے بعض اثرات:

۱۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے اثرات اس وسیع وعریض کائنات کی تمام مخلوقات میں ظاہر ہوتے ہیں۔ کوئی بھی مخلوق اس رحمت سے خالی نہیں۔ اور ان رحمتوں سے تمام مخلوق میں سب سے زیادہ مستفید ہونے والا حضرتِ انسان ہے۔

۲۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نتیجہ اور ثمرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی ہدایت کے لیے انبیاء و مرسلین علیہم السلام کو مبعوث فرمایا؛ اور ان پر کتابیں نازل کیں؛ تاکہ مخلوق ہدایت پائے؛ اور انہیں کفر و شرک کے اندھیروں سے اسلام اور توحید کے نور کی طرف نکالا جاسکے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے:

﴿كِتَٰبٌ أَنزَلْنَٰهُ إِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَٰتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِ رَبِّهِمْ إِلَىٰ صِرَاطِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ﴾ (ابراهيم : ١)

''یہ ایک کتاب ہے اس کو ہم نے آپ پر اس لیے نازل کیا ہے کہ لوگوں کو اندھیرے سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائیں ان کے رب کے حکم سے؛ غالب اور قابل تعریف اللہ تعالیٰ کے رستے کی طرف۔''

۳۔ ماؤں کے دلوں میں موجود محبت -خواہ وہ ماں انسان ہو یا حیوان- وہ بھی اللہ

تعالیٰ کی رحمت کا ثمرہ اور اثر ہے۔

۴۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مظہر اور جلوہ ہے کہ اس ہستی نے اپنی شریعت مطہرہ کے احکام میں اپنے بندوں پر سختی نہیں فرمائی۔ بلکہ تمام کی تمام شریعت آسانی پر مبنی ؛اور سراپاء خیر و رحمت ہے۔ خواہ اس کا تعلق بندوں کی ہدایت سے ہو؛ یا پھر ان کے دین کی حفاظت سے۔ یا پھر اس کا تعلق بندوں کی جان و مال کے تحفظ سے۔ یہ تمام امور اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مظہر ہیں۔

۵۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت کا اثر ہے کہ اس ہستی نے کائنات کی رہنمائی اور ہدایت کیلئے اپنے نبی کو رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَ مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ (الأنبياء: ١٠٧)

''اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر مبعوث فرمایا۔''

۶۔ ان اسمائے مبارکہ کے اثرات و نتائج: دلوں میں پیدا ہونے والی اللہ عزوجل کی عظیم الشان محبت ہے۔

۷۔ رحمت کی امید پر انسان کا اللہ تعالیٰ سے تعلق اور توکل بڑھتا ہے۔ کیونکہ اس کی رحمت ہر چیز کو شامل ہے۔

۸۔ اَلرَّحِیْمُ الرَّحْمٰنُ کا تعلق جب اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہے تو اس کی رحمت سے امیدیں وابستہ کرنا بھی عبادت کی ہی ایک قسم ہے۔

۹۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں حاصل کرنے کے کئی ایک اسباب ہیں؛ ان میں سے:

أ:......سب سے بڑی اور اہم ترین چیز اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ جن امور کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے؛ انہیں بجا لایا جائے اور جن سے منع کیا ہے؛ ان سے رک

جانا چاہیے اور تمام امور میں رسول اللہ ﷺ کی سچی اور مخلصانہ اطاعت کی جائے۔

ب:...... اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ بھلائی اور احسان کرنا؛ اس کی رحمت پانے کے بڑے اسباب میں سے ایک ہے۔

ج:...... خود قرآن مجید کی تلاوت کرنا؛ اور دوسروں کی تلاوت کے وقت اسے خاموشی سے سننا۔

د:...... کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ذکر اور توبہ و استغفار کرنا۔ اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عجز و نیازی اور گریہ وزاری کرنا۔

ھ:...... اللہ تعالیٰ سے حیاء کرنا؛ کہ انسان جس ذات کی نعمتوں میں ڈوبا ہوا ہے؛ اور اس کی نعمتوں اور نوازشوں کا شمار ممکن نہیں؛ پھر انسان کو یہ کیسے زیبا ہوسکتا ہے کہ اپنے خالق و مالک کے دیکھتے ہوئے اس کی ناشکری اور نافرمانی کرے۔

و:...... انسان کبھی بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو؛ بلکہ اسی سے ساری امیدیں وابستہ رکھے؛ اور اپنے توکل اور یقین کو مضبوط رکھے۔ اور صبر و ہمت سے کام لے؛ اس لیے کہ ہر تنگی کے بعد آسانی آتی ہے۔ یہ اس کی رحمت و احسان اور فضل و کرم ہے۔

اَلرَّءُوْفُ

بہت بڑا مشفق

رأفت وہ مہربانی جس کو اشد (بہت بڑی) رحمت کے معنی میں لیا ہے اور بعض نے رحمت کو عام اور رافت کو خاص بتلایا ہے۔ کیونکہ رحمت کے معنی میں دفع ضرر کے علاوہ افضال و انعام بھی شامل ہیں۔

رأفت میں رحمت کا اعلیٰ معنی پایا جاتا ہے یہ دنیا میں ساری مخلوق پر ہے آخرت میں صرف بعض کو حاصل ہوگی۔ (طبری:۲/۶۵۴)

قرآن مجید میں اسم الرؤوف نو مقامات پر آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ إِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾ (البقرة: ١٤٣)

''اللہ تعالیٰ تمہاری نماز ضائع نہیں کرتے بے شک اللہ تعالیٰ لوگوں کے ساتھ شفقت کرنے والے مہربان ہیں۔''

الرؤوف الرحیم اور الرحمن الرحیم کے معنی برابر ہونے کے باوجود ان میں اتنا فرق ہے کہ الرحمن الرحیم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں کہہ سکتے مگر ان ہر دو اسماء کا اطلاق مومنین کے تعلق سے نبی ﷺ کے لیے بھی فرمایا گیا ہے۔ اس سے نبی ﷺ کی شان اور عظمت آشکار ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ رؤ وف و رحیم عفویت کے ساتھ ہیں اور نبی ﷺ رؤف رحیم خصوصیت کے ساتھ ہیں۔

اللہ تعالیٰ رؤوف ہیں ان کی شفقت اوراحسان تمام مخلوق پر بلا کسی سبب اور استحقاق اور بلا کسی درخواست کے عام ہے۔ ان حالات کیساتھ احسان ونوازش، انعام و پرورش فرمانا اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

﴿إِنَّهُ بِهِمْ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾ (التوبة: ۱۱۷)

''بے شک وہ (اللہ) ان سب پر بہت شفیق اور مہربان ہیں۔''

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے:

﴿إِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾ (النحل: ۷)

''یقیناً آپ کے رب تعالیٰ بڑے ہی شفیق اور نہایت مہربان ہیں۔''

اسم گرامی ''الرؤف'' کے ثمرات:

اول:...... انسان کا ایمان کامل کہ وہ ہستی بڑی ہی مہربان اور محبت کرنے والی ہے۔ وہ اپنے بندوں کے اعمال کو ضائع نہیں کرتی۔

دوم:...... اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو خبر دی ہے کہ جو کچھ ان کے ساتھ بروز قیامت ہونے والا ہے۔ کہ جس جی نے جو کچھ بھی نیکی کا کام کیا ہوگا؛ وہ اسے اپنے سامنے موجود پالے گا۔ یہ آخرت کی تیاری کی ترغیب ہے۔

سوم:...... اسی رأفت ومحبت کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں پر کتابیں نازل فرمائیں تاکہ وہ لوگوں کو کفر اور شرک کے اندھیروں سے دین اسلام اور توحید ربانی کے نور کی طرف نکال سکیں۔

چہارم:...... یہ بھی اللہ کی رأفت اور مہربانی ہے کہ جتنا بھی گنہگار انسان ہو؛ وہ جب بھی توبہ کرتا ہے؛ تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرتے ہیں۔

پنجم:...... اللہ تعالیٰ کی رأفت وشفقت کا ثمرہ ہے کہ اس ذات نے اپنے بندوں کے لیے تمام چیزیں مسخر کردی ہیں ؛ تاکہ وہ اپنی زندگی خوشگوار گزار سکیں۔ ان چیزوں میں وسائل نقل وحمل ؛ اور دیگر امور بھی ہیں۔

ششم:...... سچا مؤمن جانتا ہے کہ رب تعالیٰ بڑے ہی محبت کرنے والے مہربان اور ترس کرنے والے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اسم رؤف کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پناہ حاصل کی جاتی ہے۔ اور اس اسم گرامی کے وسیلہ سے اس کی بارگاہ میں دعائیں کی جاتی ہیں۔

فائدہ:...... اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بھی رؤف ورحیم کہا ہے۔ جیسا کہ فرمان گرامی ہے:

﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ [التوبة]

''تحقیق تمہارے پاس پیغمبر آیا جس پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں گزرتا ہے وہ تم پر حریص ہے۔ مومنوں پر شفقت کرنے والے مہربان ہیں۔''

لیکن اللہ تعالیٰ کی رأفت اور رحمت اپنی شان کے مطابق ہے۔ اور پیغمبر ﷺ کی رأفت ورحمت ان کی اپنی شان کے مطابق ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا اسم گرامی الملک (بادشاہ) بھی رکھا ہے۔

﴿اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ﴾ (الحشر: ۲۳)

اپنے بندوں کو بھی ملک کہا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے:

﴿وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ غَصْبًا﴾

(الکهف:۷۹)

''ان کے پیچھے ایک بادشاہ تھا جو ہر کشتی کو غصب سے کر لیتا تھا۔''

توضیح: ...... اللہ تعالیٰ کے وہ اسماء جو مخلوق کے ساتھ مشترک ہیں؛ ان کے معانی اور استدلالات اللہ تعالیٰ کے لیے ان کی شان کے مطابق اور مخلوق کے لیے ان کی حیثیت کے مطابق ہیں۔

اَلْحَيُّ

زندہ جاوید

معنی: ......وہ زندہ جاوید جسے کبھی بھی موت نہیں آئے گی۔ اس کی زندگی انتہائی کامل ہے؛ اور اس میں کمال کی ہر صفت بدرجہ اتم اور اس کی شان کے لائق ہے۔ اس کے علاوہ باقی تمام مخلوقات فنا ہو جائیں گی۔

یہ اسم گرامی قرآن کریم میں پانچ بار آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ﴾ (البقرۃ: ۲۵۵)

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں؛ وہی تو زندہ اور قائم رکھنے والے ہیں۔''

اَلْحَیُّ یعنی باقی علی الابد، بلا زوال جو ہمیشہ سے موجود اور ہمیشہ سے صفتِ حیات سے موصوف ہے، نہ کبھی عدم اس کے سابق حال ہوا اور نہ کبھی موت اس کے لاحق حال ہوئی۔ یہ اسم اللہ تعالیٰ کے لیے ایسی کامل صفت حیات ثابت کرتا ہے جس میں پہلے عدمِ حیات نہیں تھی نہ اسے زوال آئے گا، نہ فنا ہو گی۔ یہ ایسی حیات ہے جو اس کی صفات کے کمال کا لازمہ ہے۔ یہ حیات اس کے علم، اس کے سننے، اس کے دیکھنے، اس کی قدرت وارادہ، اس کی رحمت کو لازم ہے اور وہ جو چاہے کرے۔ یہی وجہ ہے کہ وہی یہ شان رکھتا ہے کہ اس کی عبادت کی جائے، اس کے لیے رکوع اور سجدہ کیا جائے۔ اور تمام امور میں اعتماد و بھروسہ صرف اسی ہستی پر

کیا جائے۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ﴾ (الفرقان : ٥٨)

''اور اس زندہ رہنے والے پر توکل کریں جو مرتے نہیں۔''

وہ زندہ جو مر جائے یا وہ مردہ جو زندہ نہیں یا جمادات جن میں بالکل زندگی نہیں یہ سب عبادت کے مستحق نہیں کیونکہ عبادت کی مستحق ہستی وہی ہے جو زندہ رہنے والی ہے جو مرتی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿هُوَ الْحَيُّ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ فَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ﴾(غافر : ٦٥)

''وہی ہے زندہ رہنے والے ہیں؛ ان کے سوا کوئی معبود؛ پس ان ہی کو پکارو، دین کو خالص کرتے ہوئے۔''

اسم گرامی ''اَلْحَیُّ'' کے ثمرات:

اول:...... اجلال و تعظیم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی محبت؛ اس کی وجہ سے دل میں خوشی لذت اور سرور محسوس ہوتا ہے۔ اور انسان سے غم و پریشانیاں اور تکلیف و مصائب کم ہوتے ہوتے ختم ہو جاتے ہیں؛ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کا رب زندہ اور قائم ہے اس کی پریشانیاں دور کر دے گا۔

دوم:...... اللہ تعالیٰ پر سچا اور کامل توکل؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ﴾ (الفرقان : ٥٨)

''اور اس زندہ رہنے والے پر بھروسہ کیجیے جو مرے گا نہیں۔''

پس جس انسان کا ایمان یہ ہو کہ اس کا رب سبحانہ وتعالیٰ ایسی ہستی ہیں جنہیں کبھی موت نہیں آئے گی۔ ان کی زندگی کامل زندگی ہے۔ ایسی کامل زندگی جس

میں نہ کبھی نیند آتی ہے؛ نہ ہی اونگھ اور نہ ہی غفلت۔ تو یہی ہستی اس بات کی مستحق ہے کہ اس پر تمام احوال میں اور اپنے تمام امور میں کامل اور سچا توکل کیا جائے۔ اور اسی سے امیدیں وابستہ رکھی جائیں۔ کیونکہ مخلوق غفلت کا شکار بھی ہوتی ہے؛ بھول بھی جاتی ہے؛ اور اسے دوسری کمزوریاں بھی لاحق ہوتی ہیں ؛ جب کہ اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں سے بری اور پاک ہیں۔

سوم:......اس فانی دنیا سے زہد اختیار کیا جائے؛ اور اس کے دھوکہ میں نہ آئیں۔ اس لیے کہ انسان کو جتنی لمبی عمر بھی مل جائے؛ آخر کار اس نے مرنا ہے۔ اور اس زندہ جاوید کی بارگاہ میں لوٹ کر جانا ہے؛ اور حساب دینا ہے۔ لہٰذا اس گھڑی کے لیے تیاری کرلیں۔

چہارم:......رب تعالیٰ کا اسم گرامی (الحی) اس کی تمام صفات کمال کو متضمن ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی کسی بھی صفت کا انکار نہیں کرنا چاہیے۔

اَلْقَیُّوْمُ

سب کو قائم رکھنے اور سنبھالنے والا

اللہ تعالیٰ کا نام القیوم اس لیے ہے کہ وہ بذاتِ خود قائم ہیں۔ ان کا قیام کسی دوسری شے پر منحصر نہیں۔ دوام ان ہی کو حاصل ہے اور قیام ذات کی عزت کے وہی مالک ہیں۔ باقی تمام مخلوقات اللہ تعالیٰ کے قائم کرنے سے قائم اور ان کی محتاج ہیں۔

یہ اسم گرامی قرآن پاک میں تین مقامات پر آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ﴾ (البقرہ: ٢٥٥)

''وہ اللہ؛ نہیں کوئی معبود مگر وہی؛ زندہ اور قائم رکھنے والے ہیں۔''

اسم گرامی قیوم اللہ تعالیٰ میں صفت قیومیت ثابت کرتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ بذات خود قائم ہیں اور مخلوق کو قائم رکھے ہوئے ہیں۔

یہ اسم گرامی اللہ تعالیٰ کے کمال قدرت اور مخلوقات کی تدبیر پر دلالت کرتا ہے کیونکہ ساری مخلوقات اس کی محتاج ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی قدرت سے ٹھہرا رکھا ہے، مخلوق ایک لحظہ بھر کے لیے بھی اپنے رب سے بے نیاز نہیں ہوسکتی؛ عرش، کرسی، آسمان وزمین، حجر وشجر، لوگ، حیوان سب اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ قُلْ سَمُّوْهُمْ ﴾ (الرعد:۳۳)

''پس کیا وہ ہستی جو ہر جان کی کمائی پر قائم ہے؛ اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے شریک بنائے ہیں کہہ دو ان کے نام بتاؤ۔''

اللہ تعالیٰ کی صفت حیات اور قیومیت دعا میں عجیب اثر رکھتی ہیں خصوصاً انسان پر یکے بعد دیگرآنے والے غم اور پریشانیاں اور سختیاں دور کرنے میں ان اسماء کا خاص اثر ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے؛ آپ دعا کیا کرتے تھے:

((يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيْثُ .))

''اے زندہ اور قائم رہنے والے آپ کی رحمت کے ساتھ میں مدد طلب کرتا ہوں۔''

اس دعا کو بیماری دور کرنے میں نہایت انوکھی مناسبت ہے، صفت حیات؛ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کو مستلزم اور ان کے کمال کو ضمن میں لیے ہوئے ہے اور قیومیت کا وصف افعال کی تمام صفات کو شامل ہے' تب زندگی پوری شمار ہوتی ہے۔

اسم گرامی ''اَلْقَيُّوْمُ'' کے ثمرات:

اول: ......اجلال اور تعظیم کے ساتھ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے کمال محبت؛ کیونکہ انسان کی بقا اور قیام اس کے حکم اور امر سے ہے۔

دوم: ......اپنی قوت و طاقت سے برأت کا اظہار اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی نیازمندی؛ عجز اور فقر کا اقرار۔ کیونکہ تمام حاجات کی برآوری اور مصلحتوں کا قیام اسی کی مرضی اور حکم سے ہوتا ہے۔ پس اسی کی بارگاہ میں التجا کرتے ہوئے

اس کی رسی کو مضبوط پکڑ لیں؛ اور باقی مخلوق سے منقطع ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں لو لگا لیں۔ اور تمام مخلوق کو چھوڑ کر اسی سے اپنی دنیا اور آخرت کی ہر ایک ضرورت طلب کریں۔

سوم:...... اللہ تعالیٰ کی قیومیت کا مظہر اور ثمرہ یہ ہے کہ اس نے ہر جامد چیز کو متحرک کر رکھا ہے۔ اور جو کوئی اس سے محبت کرتا ہے اس کی شان کچھ اور ہوتی ہے اور اسے خاص ایمانی لذت سے نوازا جاتا ہے۔ جس کا اظہار اہل تقوی کی حفاظت ان کے ساتھ لطف و کرم اور ان کی عنایت کی صورت میں ہوتا ہے۔ اس کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کمال محبت کی جائے۔ اور ہر دم اسی کی طرف جھکا جائے۔

چہارم:...... اسم ''حی'' کے وسیلہ سے دعاء کرنا؛ اس دعا کی قبولیت اور مشکلات اور پریشانیوں کے خاتمہ میں ایک بہت ہی خاص اور مبارک اثر رکھتا ہے۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ نبی کریم ﷺ بھی اس اسم مبارک کے وسیلہ سے دعا فرمایا کرتے تھے۔

پنجم:...... صرف اللہ تعالیٰ کا خوف رکھا جائے اور اس کی نگرانی و نگہبانی کا احساس کیا جائے۔ کیونکہ وہی ہستی ہے جو ہر ایک نفس پر قائم و نگہبان اور ان کے تمام تر اعمال کی حفاظت کرنے والی ہے۔ اور اس پر کوئی بھی چیز مخفی نہیں ہے۔

اَلْاَوَّلُ، اَلْاٰخِرُ

سب سے پہلا، سب سے پیچھے

معنی: ......اوّل یعنی وہ پہلا جس سے قبل کوئی چیز نہیں تھی۔ تمام اشیاء اس کے بعد اور اس کے حکم اور مشیت سے وجود میں آئی ہیں۔

آخر یعنی وہ باقی جس کے وجود کی کوئی انتہاء نہیں۔ اس کے بعد کوئی دوسری چیز نہیں ہوگی۔

قرآن میں یہ اسمائے گرامی اکٹھے ہی ایک جگہ پر آئے ہیں۔ ارشاد فرمایا:

﴿ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾ (الحدید: ٣)

''وہی اول، وہی آخر ہیں، وہی ظاہر، وہی باطن ہیں اور وہ ہر چیز کو جاننے والے ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ ان اسمائے مبارکہ کے وسیلہ سے یوں دعا فرمایا کرتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَّاَنْتَ الْاٰخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ وَّاَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ شَيْءٌ وَّاَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُوْنَكَ شَيْءٌ اِقْضِ عَنَّا الدَّيْنَ وَاَغْنِنَا مِنَ الْفَقْرِ .))

(مسلم: ٢٧١٣)

''اے اللہ! آپ اول ہیں آپ سے پہلے کوئی چیز نہیں؛ اور آپ آخر ہیں؛ آپ کے بعد کوئی چیز نہیں؛ آپ ظاہر ہیں آپ کے اوپر کوئی چیز نہیں؛ اور آپ باطن ہیں آپ کے نیچے کوئی چیز نہیں؛ ہم سے ہمارا قرض ادا کردیجیے اور ہمیں فقر سے غنی کردیجیے۔''

اللہ تعالیٰ کی اولیت کی معرفت کا تقاضا ہے کہ آدمی ایسے اسباب اپنائے جو اسے اللہ تعالیٰ کے سامنے ذلیل ہونے اورالتجا و فریاد کرنے پر آمادہ کریں ؛اور غیر کی جانب نہ بڑھنے دیں۔

اللہ تعالیٰ کی آخریت معرفت تقاضا کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی بندے کی غرض وغایت بن جائیں وہی مطلوب اور وہی منتہا ہو، اس کے سوا کوئی مقصد نہ ہو اور اسباب کی طرف اس کا کلی میلان نہ ہو، کیونکہ اسباب تو عدوم ہوجاتے ہیں؛ ختم ہو جاتے ہیں۔ ہمیشہ اور باقی رہنے والے اللہ تعالیٰ ہیں؛ ان کے ساتھ تعلق نہ معدوم ہوتا ہے نہ ختم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق کبھی نہیں مرتا۔

ان اسماء پر ایمان کے ثمرات:

اول: ...... اللہ تعالیٰ بغیر ابتداء کے اول ہیں ؛ اور بغیر انتہاء کے آخر ہیں۔ ان کی نہ ہی ابتداء ہے نہ ہی انتہاء۔ وہ مخلوق کے فنا ہوجانے کے بعد بھی باقی رہیں گے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

((وَاَنْتَ الْاٰخِرُ فَلَیْسَ بَعْدَكَ شَیْءٌ))

''اور آپ آخر ہیں؛ آپ کے بعد کوئی چیز نہیں۔''

دوم: ...... اللہ تعالیٰ کے اسم گرامی "الأول" کے ساتھ تعبد کا تقاضا ہے کہ انسان

اسباب و التفات کے مطالعہ سے قطع نظر کر لے اور اپنی نظر صرف اور صرف اس کی رحمت اور فضل پر رکھے۔ وہ بندہ کی طرف سے کسی وسیلہ کے بغیر اپنے احسان و کرم سے ان کی ابتداء کرنے والی ہستی ہے۔

سوم:...... اللہ تعالیٰ کے اسم گرامی "الآخر" کے ساتھ تعبد کا تقاضا ہے کہ انسان کا توکل اسباب پر منحصر نہیں ہونا چاہیے۔ تمام اسباب وغیرہ نے آخر کار فنا ہو جانا ہے۔ اور ہمیشہ رہنے والی زندہ جاوید ہستی کو ہی بقا ہے۔ اس ہستی کے ساتھ تعلق اور اس پر توکل باقی رہنے والا ہے؛ اس کو فنا نہیں۔ جب انسان اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کا فقیر اور محتاج ہے تو اس پر واجب ہوتا ہے کہ صرف اس وحدہ لاشریک کی عبادت کرے۔

اَلظَّاهِرُ، اَلْبَاطِنُ

سب سے ظاہر، سب سے پوشیدہ

معانی: ...... اَلظَّاهِرُ :یعنی غالب۔ اور ہر ایک چیز سے اوپر؛ بلند و بالا۔ کوئی چیز اس سے اعلیٰ اور بلند نہیں ہے۔

اَلْبَاطِنُ کا معنی ہے قریب تر۔ وہ ہستی ہر ایک چیز کے خفیہ رازوں اور اسرار و رموز پر آگاہ ہونے کی وجہ سے قریب تر ہے۔

یہ اسمائے گرامی اکٹھے ہی ایک جگہ پر قرآن پاک میں آتے ہیں۔ ارشاد فرمایا:

﴿ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ ﴾ (الحدید: ۳)

''وہی اول ،وہی آخر ،وہی ظاہر ،وہی باطن ہیں اور وہ ہر چیز کو جاننے والے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ ظاہر ہیں یعنی انسان اپنی معرفت بدیہیہ (فطرتی معرفت) سے اسے پاسکتا ہے۔ اور ہر ایک موجود چیز باری تعالیٰ کی ہستی پر بہترین دلیل فطرت انسانی بن سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ باطن ہیں یعنی حقیقت عرفان کے مالک ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنی آیات سے ظاہر ہیں اور سب پر محیط ہیں؛ اور اپنی ذات کے اعتبار سے باطن ہیں۔

اللہ تعالیٰ باطن ہیں کوئی چیز اس کا ادراک اور احاطہ نہیں کر سکتی۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ﴾ (الانعام: ۱۰۳)

''آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں۔''

اللہ تعالیٰ ظاہر و باطن ہیں اور اسی کی طرف سے نعم ظاہرہ و انعامات باطنہ حاصلہ ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ اَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً﴾ (لقمان: ۲۰)

''اور اس نے تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں بہا دی ہیں۔''

ظاہریت کی معرفت: حقیقت میں یہ پہچان ہے کہ انسان کے اعمال اللہ تعالیٰ کی طرف چڑھتے ہیں۔ یہ معرفت اس کی طرف قلبی توجہ اور اس کے سامنے ذلت و پستی پیدا کرتی ہے۔ اور اس کی عظمت کے سامنے سرنگوں ہونے اور اس کے سامنے گڑگڑانے کا جذبہ پیدا کرتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی باطنیت کی پہچان؛ اس کے احاطۂ عالم کی گواہی؛ بندوں کے قریب اور ان کے رازوں اور خفیہ باتوں سے واقف ہونے کا علم ہو؛ تو اس سے تزکیہ نفس ہوگا اندر کی اصلاح ہوگی، باطن کی تطہیر ہوگی، قلبی صفائی ہوگی اور ایمان و تقویٰ کی تعمیر ہوگی۔

ان اسماء پر ایمان کے ثمرات:

اول:...... اللہ تعالیٰ کے اسم ظاہر کے ساتھ تعبد دل کو ایک معبود پر جمع کر دیتا ہے۔ یعنی دل ایسے رب کی عبادت کر رہا ہوتا ہے جو بالکل بے نیاز اور غنی ہے۔ اور کائنات کی ہر ایک چیز اس کی بارگاہ کی محتاج و فقیر اور وہاں پر پناہ کی طالب ہے۔ انسان ہر ایک مصیبت سے بھاگ کر اسی کی طرف جاتا اور اس کی بارگاہ

میں پناہ اور امان کا طالب ہوتا ہے۔ کیونکہ وہی ہستی تو ہے جو ہر ایک پر غالب اور حقیقی پناہ دینے اور حاجت روائی کرنے پر قادر مطلق ہے۔

دوم:...... اسم ''باطن'' کے ساتھ باری تعالیٰ کی عبادت اس حقیقت کی معرفت ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی عظمت وعلم وقدرت کے ساتھ تمام کائنات کا احاطہ کئے ہوئے ہیں اور تمام جہاں ان کے قبضہ وتصرف میں ہیں۔ آسمان وزمین اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ایسے ہیں جیسے انسان کے ہاتھ میں رائی کا دانہ۔

سوم:...... جب انسان اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ اور وہ ہر ایک دور کی چیز کے بھی قریب ہیں۔ اور تمام خفیہ چیزیں بھی اس پر ظاہر ہیں۔ اور تمام اسرار اس پر عیاں ہیں؛ اور اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہوسکتی؛ تو وہ انسان اس شہود کے مقتضی کے مطابق عمل کرتے ہوئے اپنی باطنی طہارت اور تزکیہ نفس کا اہتمام کرتا ہے۔ اس کی جلوت وخلوت یکساں ہوجاتی ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کا باطن بھی اللہ تعالیٰ پر بالکل صاف ظاہر اور عیاں ہے۔

❀: انسان کو چاہیے کہ معرفت الٰہی کی خاطر اپنے ظاہر وباطن کو اصلاح کے نور سے معمور کردے۔ اس دل کو اللہ تعالیٰ کی معرفت نہیں حاصل ہوتی جو اس کی نافرمانی اور معصیت میں اٹا پڑا ہو۔

اَلْوَارِثُ

سب کے بعد موجود رہنے والا

معنی: ......وارث کا معنی ہے مخلوق کے فنا ہونے کے بعد باقی رہنے والا، اس کے سوا جو بھی ہو وہ زائل اور فنا ہونے والا ہے، صرف اللہ تعالیٰ ہی باقی رہنے والے ہیں جو مرتے نہیں۔ وہ ساری مخلوق کے وارث؛ باقی اور دائمی ہیں، جبکہ یہ مخلوق نہ رہنے والی ہے۔

قرآن کریم میں وارث اسم گرامی تین مقامات پر وارد ہوا ہے۔ ہر جگہ پر جمع کا صیغہ آیا ہے۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿ وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْیٖ وَنُمِیْتُ وَنَحْنُ الْوَارِثُوْنَ﴾ (الحجر: ۲۳)

''اور بے شک ہم زندہ کرتے ہیں اور مارتے ہیں اور ہم ہی وارث ہیں۔''

اللہ تعالیٰ عزوجل ہی آسمان اور زمین اور ہر چیز کے مالک ہیں؛ زمین اسی کی ہے، وہ جس کو چاہے وارث بناتے ہیں۔ جنت اللہ تعالیٰ کی کرامت کا گھر ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہیں اس کا وارث بنائیں گے۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِیْٓ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾

(الزخرف: ۷۲)

''یہ تمہاری جنت ہے جس کے تم وارث بنائے گئے اس وجہ سے جو تم عمل

کرتے تھے۔"

لفظ وراثت میں منصب روحانی کی جانشینی بھی داخل ہے۔ قرآن میں ہے:

﴿وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ﴾

"اور حضرت داؤد علیہ السلام حضرت سلیمان علیہ السلام کے وارث ہوئے۔"

بائبل سے ثابت ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے بیٹوں اور بیٹیوں کی تعداد ۳۶ تھی۔ ان میں سے ۳۵ کو وارث نہ بنانا اور صرف ایک کا نام بطور وارث لیا جانا بتلاتا ہے کہ یہاں وراثت کے معنی روحانی منصب یعنی وراثتِ نبوت ہے۔

اس اسم گرامی کے ایمانی ثمرات:

اول:...... اس دنیا کی چار روزہ زندگی میں اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل کرنے؛ اور علم نافع اور عمل صالح کے ذریعہ سے اس کی جنت پانے کے لیے بھرپور کوشش کرنا۔ اور جنت پانے کی یہ کامیابی صرف متقین کے لیے ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ورثہ بن سکتی ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي نُورِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا﴾ (مریم: ۶۳)

"یہ ہے وہ جنت جس کا وارث ہم اپنے بندوں میں سے اسے بناتے ہیں جو متقی ہو۔"

دوم:...... انسان باطل قوتوں سے دھوکہ نہیں کھاتا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کے لیے گھات لگائے ہوئے ہیں۔ اور ایسا وقت ضرور آئے گا جب اللہ تعالیٰ ان کو نیست و نابود کردیں گے۔ اور کافروں کے دیار کا وارث مسلمانوں کو بنائیں گے؛ اور وہاں پر انہیں قدرت و تمکنت حاصل ہوگی۔ جیسا

کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے:

﴿وَ اَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَ مَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ بِمَا صَبَرُوْا وَ دَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَ قَوْمُهٗ وَ مَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ﴾ (الاعراف : ۱۳۷)

''اور جو لوگ کمزور سمجھے جاتے تھے ہم نے ان کو اُس سرزمین کے مشارق و مغارب کا وارث بنا دیا، جس میں ہم نے برکت رکھی ہے اور آپ کے رب کی بہترین بات بنی اسرائیل پر پوری ہوگئی، اس وجہ سے کہ انھوں نے صبر کیا؛ اور جو کچھ فرعون اور اس کے لوگ بناتے تھے اور جو عمارتیں وہ بلند کرتے تھے؛ ہم نے ان کو برباد کر دیا۔''

سوم: ......انسان دنیا کی زیب و زینت سے دھوکہ نہیں کھاتا؛ اور نہ ہی اس کی طرف کلی میلان رکھتا ہے؛ کیونکہ یہ تمام چیزیں فنا ہونے والی ہیں۔

چہارم: ......انسان کو کام آنے والی چیز اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق اور اس پر توکل اور نیک عمل ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی سب سے بہترین وارث ہیں۔

وارثٌ یعنی مخلوق کے فنا ہونے کے بعد باقی رہنے والا۔ اس کے سوا جو بھی ہو وہ زائل اور فنا ہونے والا ہے، اللہ جل وعلا ہمیشہ زندہ رہنے والے ہیں جو کبھی نہیں مریں گے۔ اور نہ ہی انہیں زوال آئے گا۔ انہی کی طرف رجوع اور انتہاء ہے؛ انہی کی طرف خاتمہ وانجام ہے۔ اللہ ملکیت کو فنا کر دیں گے اور خود ساری مخلوق کے وارث ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ باقی اور دائمی ہیں اور وہی وارث ہیں۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿ اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴾(مریم: ۴۰)

''بے شک ہم وارث بنیں گے زمین کے اور جو کچھ اس پر ہے؛ اور ہماری طرف ہی لوٹائے جائیں گے۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے ایماندار بندوں کو ترغیب دی ہے کہ اس کی راہ میں مال خرچ کرو جو اس نے انعام میں دیا ہے اور انہیں زمین میں خلیفہ بنایا ہے اور انہیں یاد دھانی کرائی ہے کہ حقیقی وارث تو خود اللہ تعالیٰ ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ (الحدید: ۱۰)

''اور تمہیں کیا ہوا کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے اور آسمانوں اور زمین کی وارثت اللہ کے لیے ہے۔''

اَلْقُدُّوْسُ

نقص سے پاک

ہر عیب سے پاک اور ہر شر اور نقص سے پاک۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات جلال وکمال کی اعلیٰ صفات ہیں۔

یہ اسم گرامی قرآن پاک میں دو مرتبہ وارد ہوا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ یُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوَاتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ ﴾ (الجمعه : ۱)

''آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کے لیے تسبیح بیان کرتی ہے؛ وہ بادشاہ ہیں، پاک، غالب حکمت والے۔''

رسول اکرم ﷺ اپنے رکوع اور سجدہ میں یہ کہا کرتے تھے:

((سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوْحِ .)) (مسلم: ٤٨٧)

''بہت ہی پاک، پاکیزہ ہیں جو فرشتوں اور روح کے رب ہیں۔''

اس حدیث مبارک میں نبی ﷺ نے تسبیح وتقدیس کو اکٹھا فرمایا ہے؛ جس طرح فرشتوں نے اکٹھا کیا تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ﴾ (البقرہ : ۳۰)

''اور ہم حمد کے ساتھ آپ کی تسبیح اور پاکیزگی بیان کرتے ہیں۔''

یہ دونوں اسمائے گرامی نقائص وعیوب سے اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی پر دلالت کرتے ہیں اور اس کے کمال اور عظمت کے منافی ہر چیز سے اس کی براءت ظاہر کرتے ہیں۔ مثلاً نیند، اونگھ، تھکاوٹ۔ اور مخلوق میں سے کوئی اس کے مشابہ ہونے وغیرہ تمام باتوں سے اللہ تعالیٰ مقدس ومنزہ ہے اور اس کی نظیر و مثل اور کوئی نہیں۔ رب تعالیٰ جن چیزوں سے منزّہ ہے اس کی نظیر و مثال مجموعۃً دو ہیں۔

۱۔ وہ ہر اس چیز سے منزہ ومطہر ہیں جو ان کے کمال کی صفات کے خلاف ہو۔ وہ ظلم کرنے اور کسی دوسرے کا محتاج ہونے سے پاک ہیں وہ حکمت ورحمت سے متصف ہیں وہ عبث وحماقت سے پاک ہیں ان سے کوئی کام ایسا نہیں ہوتا جو ان کی حکمت ورحمت کے منافی ہو۔

۲۔ وہ مخلوق کی مماثلت سے پاک ہیں ؛ کوئی ان کا مدِ مقابل نہیں ہے۔ ہر مخلوق خواہ وہ کتنی عظمت وشرافت والی ہو جو عظمت وکمال اللہ تعالیٰ پاک کا ہے اس کے قریب تک نہیں پھٹک سکتی۔

اس اسم مبارک کے ثمرات:

اول:...... اجلال و تعظیم کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے محبت ؛ چونکہ اللہ تعالیٰ صفات کمال سے متصف ہیں۔ اور ہر قسم کے نقائص اور عیوب سے مبراء ہیں۔ اور جس ہستی کی یہ صفات ہوں تو نفوس میں اس کی فطری محبت و تعظیم پائی جاتی ہے۔

دوم:...... اقوال و افعال اور اعمال میں اور اسماء و صفات میں ہر قسم کے نقص اور عیب سے اللہ تعالیٰ کی تنزیہ اور پاکیزگی بیان کرنا۔ اس کی صورت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ان اسماء و صفات پر ایمان رکھا جائے جو خود اللہ تعالیٰ نے اپنے

لیے بیان کی ہیں؛ یا پھر رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کیلئے بیان کی ہیں۔ اور ان صفات میں اللہ تعالیٰ کو مخلوق سے تشبیہ دینے سے گریز کیا جائے۔

سوم:......اللہ تعالیٰ کو ہر قسم کے شریک اور ہمنوائی و ہمسری اور برابری سے؛ اس کے لیے بیوی یا بیٹا ہونے سے ؛ پاک اور منزہ مانا جائے۔ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہیں۔ وہ اکیلے بے نیاز ہیں جن کا نہ باپ ہے اور نہ ہی بیٹا؛ اور نہ ہی کوئی ان کا ہمسر ہے۔

چہارم :......اللہ تعالیٰ پر بدگمانی رکھنے سے بچا جائے۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بدگمانی رکھنا ان کی پاک ومبرا ہستی میں قدح وتنقیص کا موجب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ بدگمانی رکھنے والوں کو یوں رسوا کیا ہے؛ ارشاد فرمایا:

﴿وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا﴾ (الفتح : ٦)

''اور منافق مردوں اور عورتوں اور مشرک مردوں اور عورتوں کو سزا دے گا جو اللہ تعالیٰ کے متعلق گمان کرتے ہیں برا گمان، اُنھی پر بری گردش ہے اور اللہ تعالیٰ ان پر غصے ہوئے اور لعنت کی اور ان کے لیے جہنم تیار کی اور وہ لوٹنے کی بری جگہ ہے۔''

ہر وہ گمان جو کہ اللہ تعالیٰ کی حمد وتسبیح اور حکمت و رحمت اور کبرائی و بزرگی کے ساتھ مناسب نہیں ہے؛ وہ برا گمان ہے؛ اس سے بچ کر رہنا ضروری ہے۔

فائدہ:......اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنے کا حکم یہ تقاضا کرتا ہے کہ اسے ہر عیب اور

بری بات سے پاک قرار دیں جو بھی لائق تعریف خوبیاں ہیں انہیں اس کے لیے ثابت کیا جائے اس کی حمد بیان کرنے اس کی بڑائی اور توحید کا یہی تقاضا ہے۔

(دقائق التفسير : ٥/٥٩)

ہماری اس وضاحت سے یہ معلوم ہوا کہ جو اہل بدعت فرقہ معطلہ صفاتِ الٰہی کا انکار کرتا ہے ان کے حقائق و مطالب کو نہیں مانتا جو وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کا دعویٰ کرتا ہے وہ تسبیح و تقدیس نہیں بلکہ انکار، ضلالت اور بہتان ہے۔

اَلسُّبُّوْحُ

لائق تسبیح

معنی :...... نقائص اور شریک سے اور ہر اس چیز سے مبراء جو کہ اس کی شان الوہیت کے لائق نہ ہو۔ اور جس کے لیے تمام تر مخلوقات حمد و تسبیح بیان کرتی ہیں اور اسے ہر ایک برائی سے پاک جانتی ہیں۔ یہ اسم گرامی اللہ تعالیٰ کے اسمائے جلال و جمال کو شامل ہے۔ یہ اسم گرامی قرآن پاک میں وارد نہیں ہوا۔ البتہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ نبی کریم ﷺ اپنے رکوع اور سجدہ میں کثرت کے ساتھ یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

((سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوْحِ)) (مسلم: ٤٨٧)

”بہت ہی پاک، پاکیزہ ہے جو فرشتوں اور روح کا رب ہے۔“

اس حدیث میں نبی ﷺ نے تسبیح و تقدیس کو اسی طرح اکٹھا بیان کیا ہے؛ جیسے فرشتوں نے اکٹھا بیان کیا تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ﴾ (البقرہ: ٣٠)

”اور ہم آپ کی حمد کے ساتھ تسبیح اور آپ کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں۔“

یہ دونوں اسمائے گرامی نقائص و عیوب سے اللہ تعالیٰ کی پاکیزگی پر دلالت کرتے ہیں اور جو چیز بھی اس کے کمال اور عظمت کے منافی ہے اس سے اس کی

براءت کا اظہار کرتے ہیں۔ مثلاً نیند، اونگھ، تھکاوٹ، والد ہونا یا پھر خود کسی کی اولاد ہونا۔ یا پھر مخلوق میں سے کوئی اللہ تعالیٰ کے مشابہ ہو؛ ان باتوں سے اللہ تعالیٰ مقدس و منزہ ہے۔ ان کی نظیر و مثل اور کوئی نہیں۔ رب تعالیٰ جن چیزوں سے منزّہ و پاک ہیں اس کی نظیر و مثال مجموعی اعتبار سے دو ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ ہر اس چیز سے منزہ و مبراء اور مطہر ہیں جو ان کی صفات کمال کے خلاف ہو۔ مثال کے طور پر؛ اپنی ذات میں:

أ:...... اللہ تعالیٰ فناء؛ احاطہ؛ زوال اور مثال سے بری ہیں۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کو دائمی کمال حاصل ہے۔

ب:...... اپنی صفات میں اللہ تعالیٰ ہر عیب اور نقص سے منزہ و مبرا ہیں۔ کسی عیب یا برائی کا یا نقص کا شائبہ تک نہیں پایا جاتا۔

ج:...... اپنے اسماء میں: تمام اچھے اور خوبصورت نام جو کہ کمال و جلال اور جمال پر مشتمل ہیں؛ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔

د:...... اپنے افعال کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے تمام افعال رحمت و محبت؛ علت اور حکمت اور عدل و مصلحت پر مبنی ہیں۔

۲۔ وہ مخلوق کی مماثلت سے پاک ہیں؛ کوئی ان کا مدِّ مقابل نہیں ہے۔

ہر مخلوق خواہ وہ کتنی ہی عظمت و شرافت والی ہو جو عظمت و کمال اللہ تعالیٰ پاک کا ہے اس کے مماثل یا مقابلہ اور ہم پلہ نہیں ہو سکتی۔

اسم گرامی "السبوح" پر ایمان کے ثمرات:

اول:...... اس اسم گرامی پر ایمان کا اثر اور ثمرہ یہ ہے کہ دن اور رات میں اور ہر

وقت کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور حمد و ثناء؛ تسبیح و تحمید کا جذبہ اور شعور پیدا ہوتا ہے۔ اور انسان کو اللہ تعالیٰ کی تسبیح وحمد سرائی سے محبت اور انس ہو جاتی ہے؛ کیونکہ ساری کائنات اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور تسبیح بیان کرتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے:

﴿تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِيْهِنَّ وَ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَ لٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا﴾ (الإسراء: ٤٤)

''ساتوں آسمان اور زمین ان کی تمام چیزیں اس کی تسبیح کرتے ہیں؛ اور ہر ایک چیز تسبیح کے ساتھ اس کی حمد بیان کرتی ہے؛ لیکن تم ان کی تسبیح نہیں سمجھتے۔ بے شک وہ بے حد بردبار، نہایت بخشنے والے ہیں۔''

اور ذکر الٰہی سے انسان کی روح کو سکون اور دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ اور اس کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔

دوم:...... یہ یقین پیدا ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر اس چیز سے منزہ اور بری ہیں جو ان کی شان الوہیت و ربوبیت کے لائق نہیں۔ ان کے جلال و جمال اور کمال میں نہ ہی کوئی ان کا ہمسر و برابر ہے؛ اور نہ ہی قریب۔

سوم:...... اللہ تعالیٰ اس شرک اور باطل سے بری ہیں جو مشرکین نے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا﴾ (الإسراء: ٤٣)

''وہ پاک اور بلند ہیں اس سے جو یہ کہتے ہیں، بہت زیادہ بلند۔''

چہارم:...... کثرت کے ساتھ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ذکر کرنے سے پختہ یقین و ایمان؛ صبر و مصابرہ پیدا ہوتے ہیں؛ مشکلات ختم ہوتی ہیں اور شکوک و شبہات ختم ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے:

﴿فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ o وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ﴾ (الحجر: ۹۷-۹۸)

''سو اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کریں اور سجدہ گزاروں میں سے ہو جائیں۔ اور اپنے رب کی عبادت کریں، حتی کہ آپ کے پاس یقین آ جائے۔''

پنجم:...... اسم گرامی سبوح کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تنزیہ و تقدیس بیان کرنا انسان کی مشکلات کو ختم کرنے میں ایک بہت ہی مؤثر اور مجرب ورد ہے۔ اور نصرت و مدد پانے کے لیے تسبیح الٰہی بیان کرنا انبیائے کرام علیہم السلام کا وظیفہ اور شعار رہا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے:

﴿وَذَا النُّوْنِ إِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ أَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّآ أَنْتَ سُبْحٰنَكَ إِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ o فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (الانبیاء: ۸۷-۸۸)

''اور مچھلی والے کو یاد کریں، جب وہ غصے سے بھرا ہوا چلا گیا، پس اس نے سمجھا کہ ہم اس پر گرفت تنگ نہ کریں گے تو اس نے اندھیروں میں پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، یقیناً میں ظلم کرنے والوں

سے ہو گیا ہوں۔ تو ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے غم سے نجات دی اور اسی طرح ہم ایمان والوں کو نجات دیتے ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جب بھی بندہ مسلم اس دعاء کے ساتھ اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے تو اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔'' (ترمذی: ۳۵۰۷)

فائدہ:...... حدیث مبارک میں ہے:

''طہارت نصف ایمان ہے؛ الحمد للہ کہنا میزان حسنات کو بھر دیتا ہے؛ سبحان اللہ اور الحمد للہ کہنا بھی میزان کو بھر دیتے ہیں۔''

یا یہ فرمایا کہ:

''زمین اور آسمان کے درمیان خلاء کو نیکیوں سے بھر دیتے ہیں۔''

(مسلم ۱/۲۰۳)

اَلسَّلَامُ

بے عیب ذات

سَلَامٌ بطورِ اسم صرف اللہ جل شانہ کے لیے خاص ہے۔ اس کا معنی ہے: سالم۔ یعنی وہ جو سلامتی میں کامل ہو؛ عیوب سے سالم اور بری ہو۔ وہ جس کی سلامتی معرض خطر و زوال میں نہ ہو۔ وہ جو دوسروں کو بھی سلامتی اور امن بخشتا ہو۔ ظاہری و باطنی آفت سے بری ہو۔

یہ اسم گرامی قرآن کریم میں ایک بار وارد ہوا ہے؛ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ﴾ (الحشر: ۲۳)

''وہ اللہ تعالیٰ ہی ہیں جن کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، بادشاہ ہیں، نہایت پاک، سلامتی والے، امن دینے والے۔''

نبی کریم ﷺ نماز کے بعد پڑھا کرتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَالْجَلَالِ وَ الْاِكْرَامِ .)) (اخرجه الخمسة)

اس اسمِ کریم کا مطلب یہ ہے کہ وہ ذاتِ گرامی جملہ عیوب اور نقائص سے پاک ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں، صفات اور افعال میں کمال رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہر اعتبار سے سلام ہیں۔ جو نقص یا عیب کسی کے وہم اور تخیل میں آ سکتا ہے اس سے بھی پاک ہیں اپنی صفات میں بھی ہر نقص یا عیب سے پاک ہیں ان کے افعال بھی ہر عیب سے، شر سے، اور ہو ظلم و زیادتی سے سلامتی والے ہیں۔

ام المومنین خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے متعلق ہے کہ جبریئل علیہ السلام نے ان کو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے اللہ تعالیٰ کا سلام اور اپنا سلام پہنچایا تو انہوں نے جواب میں کہا:

((إِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّلَامُ وَ مِنْهُ السَّلَامُ))

"بیشک اللہ پاک سلام ہیں اور سلامتی انہی سے ملتی ہے۔"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ سلام کرنے میں پہل کیا کرتے تھے؛ اور فرمایا کرتے تھے:

((خَيْرُكُمْ مَنْ بَدَءَ فِي السَّلَامِ۔))

"تم میں سے بہتر وہ ہے جو سالم کرنے میں پہل کرتا ہے۔"

اسم گرامی "السلام" پر ایمان کے ثمرات:

اوّل: ......اس بات پر ایمان اور یقین کے اللہ تعالیٰ ہی ہیں جنہوں نے ان لوگوں کو اس عذاب سے محفوظ رکھا ہے جو اس کے مستحق نہیں ہیں۔ اور دنیا و آخرت میں اپنی مخلوق کو ہر قسم کے ظلم و ستم اور سے محفوظ فرمائیں گے۔

دوم: ......اللہ تعالیٰ ہی ہیں جو اپنے بندوں پر دنیا و آخرت میں سلامتی (سلام) بھیجتے ہیں اور بھیجیں گے۔ دنیا کی بابت فرمان الٰہی ہے:

﴿قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ءٰآللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ (النمل: ٥٩)

''فرما دیجیے سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور سلام ہے اس کے ان بندوں پر جنھیں اس نے چن لیا۔ کیا اللہ تعالیٰ بہتر ہیں، یا وہ جنھیں یہ شریک ٹھہراتے ہیں۔''

اور آخرت کے دن میں سلامتی اور سلام کے متعلق ارشاد فرمایا:

﴿لَهُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُم مَّا يَدَّعُونَ ٥ سَلَٰمٌ قَوْلًا مِّن رَّبٍّ رَّحِيمٍ﴾ (یس: ۵۷۔ ۵۸)

''ان کے لیے اس میں پھل ہیں اور وہ کچھ ہے جو وہ طلب کریں گے۔ سلام قول ہوگا رب مہربانکی طرف سے۔''

سوم:...... یہ اعتقاد اور یقین ہونا چاہیے کہ حقیقی امن اور سلامتی کا مصدر اللہ تعالیٰ ہیں۔ خواہ وہ نفسیاتی سلامتی ہو یا فکری یا معاشرتی۔ ہر قسم کی سلامتی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ سے طلب کی جاسکتی ہے۔ جو کہ درحقیقت ایمان باللہ اور التزام شریعت سے حاصل ہوتی ہے۔

چہارم:...... مؤمن کو کوشش کرنی چاہیے کہ وہ معاشرتی امن و سلامتی قائم کرنے میں اپنی کوششیں بروئے کار لائے۔ اس کے لیے عملی اقدامات کرتے ہوئے شر و فساد؛ گالم گلوچ؛ بہتان تراشی؛ ظلم و بغاوت اور سرکشی سے اجتناب کرے۔

پنجم:...... مسلمان پر واجب ہوتا ہے کہ وہ اپنے اعضاء و جوارح کی حفاظت کرے؛ اور ان سے کسی کو تکلیف نہ پہنچائے۔ حدیث میں ہے:

((المسلم من سلم المسلمون من يده و لسانه .))

(بخاری:۱۰)

''مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان کی تکلیف سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔''

ششم:...... جو کوئی اپنے رب کریم کے اس اسم گرامی کی معرفت حاصل کر لے؛ اسے چاہیے کہ اس کی بارگاہ میں گریہ و زاری کرے؛ اور اسم ''السلام'' کے وسیلہ سے دنیا اور آخرت کی سلامتی اور امن کا طلبگار رہے۔ اور اپنے دل کو ہر قسم کی بد اعتقادی اور حسد و بغض اور دیگر بیماریوں سے پاک کرنے کی کوشش کرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کامیاب اس کے لیے ہے جو قلب سلیم کے ساتھ حاضر ہو۔

ہفتم:...... اس اسم گرامی کا اثر یہ ہے کہ باہم سلام کرنے سے محبت بڑھتی ہے اور غرورِ نفس زائل ہوتا ہے۔

* : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''تم جنت میں داخل نہیں ہو گے جب تک ایمان نہیں لاؤ گے اور پورے مومن نہیں بنو گے جب تک کہ آپس میں محبت نہیں کرو گے کیا میں تمہیں وہ چیز نہ بتاؤں جب تم اس پر عمل کرو گے تو آپس میں محبت کرنے لگ جاؤ گے؟۔ وہ یہ ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کو سلام کیا کرو''۔ [مسلم]

اَلْمُؤْمِنُ

امن وامان اور ایمان دینے والا

معنی: ......امن وامان اور ایمان دینے والا۔ اللہ تعالیٰ سچوں کی تصدیق کی رہنمائی کرتے ہیں؛ اور ان کی سچائی پر دلائل قائم کرتے ہیں؛ ،اللہ تعالیٰ وصف مؤمن کے ساتھ خود اپنا وصف بیان کرتے ہیں؛ ان کا یہ وصف بندوں کی رسائی سے اوپر ہے۔ وہ ہستی جو اپنے بندوں کو ظلم سے مامون رکھتی ہے۔ اور اہل ایمان کو احکام شریعت مقرر کر کے انہیں امن فراہم کرتی ہے۔ جس کی وجہ سے ان کے دلوں کو اطمینان اور سکون ملتا ہے۔ اور ان کا خوف اور خدشات ختم ہوتے ہیں۔ وہی ہستی بڑی گھبراہٹ کے دن بھی انہیں خوف سے امن میں رکھے گی۔

اسم گرامی "المؤمن" قرآن کریم میں صرف ایک بار وارد ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ ......﴾ (الحشر: ۲۳)

"وہ اللہ تعالیٰ ہی ہیں جن کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، بادشاہ ہیں، نہایت پاک ،سلامتی والے ،امن دینے والے ،نگہبان۔"

ہر خوفزدہ ان کی بارگاہ میں ہی پناہ لیتا ہے ہر قسم کا امن اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں

ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسم گرامی مومن سے ان عظیم مطالب اورجلیل القدر امور پر روشنی پڑتی ہے۔ کیونکہ وہ ایمان عطا فرماتے ہیں۔ وہ امن عطا کرتے ہیں۔ ان کا نام فساد کو مٹانے والا ہے۔ یہ نام دل کو آرام اور روح کو اطمینان دینے والا ہے۔ ان کا نام ملک کو بسانے والا، رعایا کو ٹکانے والا ہے، یہ نام اجڑا وطن آباد کرنے والا ہے۔

اسم ''مؤمن'' کی ایک تفسیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سچوں کی تصدیق کرتے اوران کے لیے شواہد قائم کرتے ہیں کہ یہ سچے ہیں۔ اورانہوں نے اس کا پیغام پہنچا دیا ہے۔ قضا وقدر ان کی صداقت پر دلیل ہوتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے انہیں سچا قرار دے دیا؛ تو وہ اپنے بندوں کو آفاقی نشانات دکھا کر اورذاتی علامات سے آشنا کرکے اس سچائی کی تصدیق کرتے ہیں کہ جو وحی اس نے کی تھی پیغمبروں نے اسے پہنچا دیا ہے۔ اوردلائل پکار پکار کرکہتے ہیں کہ جو پیغمبروں نے پہنچایا ہے وہ حق ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ﴾ (فصلت: ۵۳)

''عنقریب ہم آفاق میں اوران کی جانوں میں اپنی نشانیاں دکھائیں گے حتی کہ ان کے لیے یہ ظاہر ہوجائے گا کہ یہ حق ہے۔''

اللہ تعالیٰ مومن ہیں کہ بندہ کو ایمان عطا کرتے ہیں۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَلَٰكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ﴾ (الحجرات: ۷)

''اللہ تعالیٰ ہی ہیں، اس نے ایمان کو تمہارا محبوب بنا دیا ہے۔''

اسم گرامی "المؤمن" پر ایمان کے ثمرات:

اول:...... اللہ تعالیٰ کی کمال محبت؛ جو کہ خوفزدہ لوگوں کو امن و راحت دیتے ہیں۔ اور اہل ایمان اس کی عبادت پر مطمئن ہوتے ہیں۔

دوم:...... اسم "المؤمن" پر ایمان کے نتیجہ میں انسان کا ایمان بڑھتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی تصدیق کے لیے اپنی توحید پر بے شمار دلائل قائم کیئے ہیں جو کہ ربوبیت والوہیت میں اس کی وحدانیت کی گواہی دیتے ہیں۔

سوم:...... مصائب اور مشکلات پر صبر ورضا؛ کیونکہ مؤمن انسان جانتا ہے کہ یہ چیزیں اللہ تعالیٰ رحیم و کریم اور علیم و حکیم کی طرف سے ہیں۔ جو کہ اپنے بندوں کو امن وسلامتی دینے والی ذات ہے۔ اور ایسے جو حالات بندہ مؤمن پر آتے ہیں؛ ان میں اس کے لیے خیر وبرکت اور دنیا و آخرت کی بھلائی ہوتی ہے۔ پس انسان کو جلد بازی میں گریہ و زاری کرکے اپنا اجر ضائع نہیں کرنا چاہیے۔

چہارم:...... اللہ تعالیٰ کے بندوں اور اس کی مخلوق کی بابت دل کی سلامتی اور امن و امان۔ کیونکہ حقیقی مؤمن وہی ہوسکتا ہے جس کی تکلیف اور شر و برائی سے دوسرے اہل ایمان امن وامان میں ہوں۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے:

"اللہ کی قسم وہ مؤمن نہیں ہوسکتا جس کے پڑوسی اس کی تکلیف اور ایذا رسانی سے مامون نہ ہوں۔" (صحیح البخاری ٦٠١٦)

فائدہ:...... اسم گرامی "المومن" کا اثر ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ایماندار بندوں کو اور اپنے دوستوں کو اپنے عذاب سے امن دیتے ہیں۔ اور ان سے کامیابی

اورنعمتوں والی جنت کا جو اس نے وعدہ کیا ہے وہ پورا کریں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَآءُ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ﴾ (الزمر: ٧٤)

''اور بولے: تمام تعریفات اس اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے ہم سے اپنا وعدہ پورا کیا اور ہمیں زمین کا وارث بنایا ہم جنت میں جس جگہ چاہتے ہیں پھرتے ہیں اچھا ہے اجر عمل کرنے والوں کا۔''

اَلْحَقُّ

برحق و برقرار

معنی: ......وہ جس کا وجود متحقق ہو۔ الٰہ اور معبود برحق ۔ وہ رب اور بادشاہ جس میں کوئی شک نہ ہو۔ جو اپنے افعال اور صفات میں کامل ہو۔ پس وہ خود حق؛ اس کا کلام حق ہے؛ اس کے فیصلے حق ہیں؛ اس کی شریعت حق ہے؛ اور اس کے وعدے حق ہیں۔

یہ اسم گرامی قرآن کریم میں دس بار وارد ہوا ہے۔ اس کا اس کثرت سے استعمال بتلاتا ہے کہ قرآن مجید کا مقصود اعظم حق ہی کی معرفت دنیا میں حق پھیلانا، حق بولنا، حق سکھلانا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ﴾

(المومنون:١١٦)

''بلند ہیں اللہ تعالیٰ جو بادشاہِ حق ہیں؛ ان کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں ؛ وہ عرش کریم کے رب ہیں۔''

اللہ تعالیٰ ہی دین الحق کے مالک ہیں۔ دعوت الی الحق ان کے واسطے ہے۔

اللہ تعالیٰ کی کتاب سراپا حق وصداقت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی ہیں جن کی جانب سے بشارت حقہ ملتی ہے۔ اور وہ ہی حق کے

ساتھ فیصلہ فرماتے ہیں اور فرمائیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہی ہیں جن کے حضور میں نبی اکرم ﷺ تہجد کے وقت یہ دعا فرمایا کرتے تھے:

((وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ الْحَقُّ وَ وَعْدُكَ الْحَقُّ وَلِقَاءُكَ حَقٌّ وَ قَوْلُكَ حَقٌّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالنَّبِيُّوْنَ حَقٌّ وَ مُحَمَّدٌ ﷺ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ .))

''اور آپ کے لیے حمد وثناء ہے۔ آپ سچے اور آپ کا وعدہ سچا ہے اور آپ کی ملاقات سچ اور آپ کی بات سچ ہے اور بہشت سچ ہے اور دوزخ سچ ہے اور تمام نبی سچے ہیں اور محمد ﷺ سچے ہیں اور قیامت سچ ہے۔''

اللہ تعالیٰ حق ہیں؛ وہ حق بات کو سچ ثابت کرتے اور باطل کے جھوٹ کو آشکار کرتے ہیں۔ ان کا وعدہ حق ہے؛ پورا ہو کر رہے گا؛ اور حق کو غلبہ اور استحکام نصیب ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے:

﴿لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَ يُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ﴾(الانفال ۸)

''تاکہ وہ حق کو سچا کر دیں اور باطل کو جھوٹا کر دیں، خواہ مجرم ناپسند ہی کرتے ہوں۔''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی حقیقی الوہیت کے مستحق اور معبود برحق ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ دیگر جتنے بھی معبودوں کی بندگی کی جاتی ہے؛ وہ سب باطل ہیں؛ اور ان کی بندگی کرنا بھی باطل؛ گمراہی اور دین سے انحراف ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ

الْبَاطِلُ وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِیُّ الْكَبِیْرُ﴾ (الحج : ٦٢)

''بیشک اللہ ہی حق ہیں اور بلاشبہ اس کے سوا وہ جسے بھی پکارتے ہیں وہ باطل ہے اور بیشک اللہ ہی بے حد بلند بہت بڑے ہیں۔''

اسم گرامی ''الحق '' پر ایمان کے ثمرات:

اول: ......اسم گرامی ''الحق'' پر ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور جلال بجالائے جائیں۔ اور عبادت میں کسی کو ان کے ساتھ شریک نہ ٹھہرایا جائے؛ کیونکہ وہی معبود برحق؛ موجود برحق؛ سچے رب؛ اور حقیقی خالق و مالک ہیں۔

دوم: ......اس بات کا شعور واحساس کا معبود برحق نے اسے دین برحق اسلام کی طرف ہدایت دی ہے؛ اور اپنے مسلمان ہونے پر فخر۔

سوم :......انسان کے ساتھ پیش آنے والے مصائب اور دکھ وتکالیف پر صبر؛ کہ یہ جو کچھ ہوا؛ یا ہو رہا ہے؛ وہ معبود برحق کی مشئیت اور اس کے حکم سے اس کے علم وحکمت کے تحت ہو رہا ہے؛ یہ حق ہے اس میں کوئی ظلم و جور کی بات نہیں۔

چہارم :...... احکام الٰہی اور شریعت مطہرہ کے سامنے سر تسلیم خم کر لینا۔ اور یہ عقیدہ رکھنا جو احکام شریعت میں وارد ہوئے ہیں؛ وہ برحق ہیں؛ اور ایک حق ہستی کی طرف سے اس کے علم وحکمت کے ساتھ نازل ہوئے ہیں۔ ان کی اتباع میں امن وسلامتی اور بھلائی ہے۔

پنجم :...... اللہ تعالیٰ پر سچا توکل؛ اس لیے کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کے دین حق پر چل رہا ہو؛ اس کا ایمان بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے فضل وکرم پر اتنا ہی پختہ ہوتا ہے؛ کیونکہ وہ حق ہیں؛ ان کا دین حق ہے؛ ان کے نبی حق ہیں؛ اور دین

کی نصرت کا وعدہ بھی حق ہے۔ جو کہ پورا ہو کر رہے گا؛ اس میں مایوسی یا نا امیدی والی کوئی بات نہیں ؛ اگر چہ وقتی طور پر مغلوب ہیں۔

ششم:...... جب انسان کو یقین ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ حق ہیں؛ اور ان سے ملاقات بھی حق ہے؛ اور جنت اور جہنم بھی برحق ہے؛ تو اس کا ثمرہ دل میں اس صورت میں پیدا ہوتا ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ معبود برحق سے ملاقات کی تیاری کرتا ہے تا کہ وہ اس کی جنت کو پا سکے۔

فائدہ:...... اللہ تعالیٰ ہی معبودِ برحق اور سچے بادشاہ ہیں؛ ان کے سوا جس کو بھی الٰہ بنایا جائے وہ کفر و ضلالت و بہتان بازی ہے۔ ارشاد فرمایا:

﴿فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ﴾
(المومنون:١١٦)

’’بلند ہیں اللہ تعالیٰ جو بادشاہِ برحق ہیں؛ ان کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ؛ وہ عرش کریم کے رب ہیں۔‘‘

اَلْمُتَكَبِّرُ

بڑائی اور بزرگی والا

معنی: ...... متکبر کِبر سے بنا ہے۔ کبر کے معنی رفعت، شرف، عظمت اور بزرگی ہیں۔ وہ عظمت والے اور مخلوق کی صفات سے بلند شان والے ہیں؛ اپنی عنایات میں غالب ہیں۔ اس اسم کا اطلاق بطور مدح اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی پر نہیں ہوسکتا۔

یہ اسم گرامی قرآن کریم میں ایک بار آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ﴾ (الحشر: ۲۳)

''وہ بادشاہ ہیں، نہایت پاک، سلامتی والے، امن دینے والے، نگہبان، سب پر غالب، جبار، بے حد بڑائی والے۔''

متکبر کا معنی ہے: وہ معبود جو اپنے علو و برتری میں سب سے اعلیٰ و ارفع ہے، جو صفات ذمیمہ اور اخلاقِ رذیلہ سے برتر و بالا ہے۔ کبریائے ذاتی، استعلائے نفسی اور ہر ایک کبیر سے برتری نے اسی وصفی نام کو ذاتِ سبحانی پر صادق کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ وہ متکبر ہیں جو کہ ہر برائی اور شر سے پاک اور منزہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ وہ متکبر ہیں جو اپنی عظمت کے مقابلہ میں تکبر اور جبروت اپنانے

والوں کی گردن توڑ کر رکھ دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ متکبر ہیں مگر ظلم وستم اور جور و جفا سے منزہ ہیں۔ وہ کسی پر ظلم نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ ایسے ہی متکبر اور متعال ہیں جیسے ان کی بلند شان اور عظمت و بزرگی اور کبریائی کے لائق ہے۔

اسم گرامی "المتکبر" پر ایمان کے ثمرات:

اول:...... تکبر صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ہی ہے وہ اکیلے بادشاہ ہیں باقی سب ان کے غلام ہیں وہ تنہا رب ہیں دوسرے سب ان سے تربیت پا رہے ہیں۔ وہ تنہا کمال، جمال عظمت اور جلالت کی صفات رکھتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ رکوع وسجود میں بیان کرتے تھے:

"جبروت وملکوت، کبریائی اور عظمت والے اللہ پاک ہیں۔"

دوم:...... نماز میں رکوع اور سجدہ کے لیے؛ اوپر اور نیچے حرکت کرتے ہوئے اللہ اکبر کہنے میں یہ راز ہے کہ حالتِ رکوع وسجود میں اس کی کبریائی بیان کرتے ہوئے اس وحدہ لاشریک کے سامنے ذلت کا اظہار کرے، خضوع اور انکساری کرے۔ جب اس سے یہ بندہ تکبر کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے بڑی سزا دیں گے اور اسے دنیا وآخرت میں رسوا کریں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ﴾ (غافر: ٦٠)

"بیشک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں عنقریب وہ دوزخ میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔"

سوم:...... تعجب در تعجب ہے ان عوام کالانعام پر؛ جو عقل کے اندھے ہیں کہ اس واحد قہار کی عبادت سے تکبر اور اس عزیز و غالب کے اخلاص سے نفرت کرتے ہیں اور اپنی عبادت وپستی اور خضوع کو پتھروں اور درختوں کی یا کسی دوسری مخلوق کی نذر کرتے ہیں جو ذلت وافتقار والی مخلوق ہے۔ جبکہ معبود برحق تو صرف اللہ تعالیٰ ہیں۔ حق وہدایت سے ان کی عقلیں کہاں چلی جاتی ہیں اور ضیاء ونور سے ان آنکھیں اندھی کیوں ہو جاتی ہیں؟ یہ کتنی بری صورت حال ہے۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿وَإِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَإِذَا ذُكِرَ الَّذِينَ مِن دُونِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ﴾ (الزمر: ٤٥)

''اور جب اللہ وحدہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے سکڑ جاتے ہیں اور جب اس کے سوا کا ذکر کیا جاتا ہے تو وہ خوش ہوتے ہیں۔''

ارشاد گرامی ہے:

﴿إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُونَ﴾

''بیشک جب ان سے لا الہ الا اللہ کہا جاتا ہے تو یہ تکبر کرتے ہیں۔''

چہارم:...... یہ ایمان وعقیدہ کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے ہی کامل بادشاہی ہے؛ جسے کبھی زوال نہیں آئے گا۔ اور اس کی بادشاہی کے اندر تمام مخلوق اس کی غلام اور اس کے در کی فقیر ہے۔ جو کہ ایک لمحہ کے لیے بھی اللہ تعالیٰ سے بے نیاز نہیں ہو سکتی۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾
(الجاثیة :۳۷)

''اور اسی کے لیے آسمانوں اور زمین میں سب بڑائی ہے اور وہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے۔''

پنجم :...... اللہ تعالیٰ کا اسم گرامی ''المتکبر'' دو بنیادی اصولوں پر قائم ہے:

۱۔ اللہ تعالیٰ کے لیے ہر صفت کمال کا اثبات؛ جو اس کی شان کے لائق ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ سے ہر عیب اور نقص کی نفی۔

ششم :...... بندہ مؤمن کا اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کے سامنے تکبر ترک کرتے ہوئے تواضع اور انکساری اختیار کرنا۔

اَلْعَظِيْمُ

بڑی عظمت والا

معنی: ......صفات عظمت و جلال اور کبریائی و کمال کا جامع۔ اپنی ذات؛ اسماء اور صفات میں عظمت والا۔ مخلوق میں سے کسی ایک کے لیے بھی یہ حلال نہیں ہے کہ دل و زبان اور اعضاء سے اس کی ایسے عظمت بجا لائی جائے جیسے اللہ تعالیٰ کی عظمت بجالائی جاتی ہے۔

یہ اس گرامی قرآن مجید میں نو بار آیا ہے۔ مثلاً: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ﴾ (الحاقه: ٥٢)

''اپنے بڑے رب کے نام کے ساتھ تسبیح بیان کیجیے۔''

وہ کبیر و عظیم ہیں اور کبریائی ان کا وصف ہے؛ اور عظمت ان کی صفت ہے۔

حدیث قدسی میں ہے:

((اَلْكِبْرِيَاءُ رِدَائِيْ وَالْعَظْمَةُ إِزَارِيْ .))

(احمد:٢/ ٢٤٨ ، ابوداود:٤٠٩٠؛ حسن)

''کبریائی میری اوپر والی چادر ہے اور عظمت میرا تہبند ہے۔''

کبریائی اور عظمت یہ دو ایسے وصف ہیں جو اندازہ سے باہر ہیں۔ بندے ان کی گہرائی تک نہیں پہنچ سکتے۔

نبی اکرم ﷺ اپنے رکوع اور سجدہ میں یہ دعا کی کرتے تھے:

((سُبْحَانَ ذِی الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَكُوْتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظْمَةِ))

(ابوداود: ۸۷۳، نسائی: ۱۰۴۹، اسناده صحیح)

''پاک ہیں اللہ تعالیٰ جبروت، ملکوت اور کبریائی اور عظمت والے۔''

اللہ تعالیٰ عظیم ہیں ان کو عظمتِ ذاتی حاصل ہے۔ وہ الوہیت کے مرتبہء بزرگ کے مالک ہیں۔ عظیم وکبیر کا مطلب ہے کہ تعظیم وکبریائی، جلال اور بزرگی کا اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی مستحق نہیں۔ بندوں پر اس کا حق یہ ہے کہ اس کی دل وجان سے تعظیم کریں اور عزت بجالائیں، ہر عمل سے اس کی کبریائی کا اظہار کریں، اس کی معرفت ومحبت میں مصروف رہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی تعظیم میں یہ بھی شامل ہے اس کی اطاعت کی جائے نافرمانی نہ کی جائے اسے یاد کیا جائے اسے بھلایا نہ جائے اس کا شکریہ ادا کیا جائے ناشکری نہ کی جائے۔

اسم گرامی ''العظیم'' پر ایمان کے ثمرات:

اول:...... عظمت کے دو معانی ہیں: ا۔ عظمت وجلالت، قوت وعزت اور کمال اور علم کی وسعت، مجد وبزرگی؛ اللہ تعالیٰ کے یہ تمام اوصاف اس کی عظمت کی یہ دلیل ہیں کہ ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں رائی کے دانہ کی مانند ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ بِيَمِيْنِهٖ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ (الزمر: ٦٧)

''انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کما حقہ قدر نہیں کی اور روز قیامت ساری زمین اس کی مٹھی میں ہوگی اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں ہوگا جو یہ مشرک بیان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہیں۔''

تعظیم و کبریائی، جلال و کمال اور بزرگی کا مستحق اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں۔ پس خوف و خشیت کیساتھ اس کے سامنے سرنگوں ہوں۔

دوم:...... اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے اسباب اور موجبات میں سے یہ بھی ہے کہ انسان کائنات میں پھیلی ہوئی اللہ تعالیٰ کی عظیم تر مخلوقات میں کچھ دیر کے لیے غور وفکر کرے۔ اس کے ساتھ ہی بڑے بڑے جابر بادشاہوں کے انجام کو دیکھے؛ کہ ان کا انجام آخر کار کیسا رہا؟۔

سوم:...... اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی پر غور وفکر کرنے سے دل میں ان کی محبت اور تعظیم پیدا ہوتی ہے کہ جو ہستی اتنی عظیم اور قادر مطلق ہونے کے باوجود اپنی مخلوق کے ساتھ اتنی مہربان ہے؛ صرف وہی عبادت کی مستحق ہے؛ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔

چہارم:...... اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات میں غور وفکرنا بھی اس کی تعظیم میں شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کی معرفت جتنی زیادہ ہوگی؛ دل میں اسی قدر زیادہ تعظیم ہوگی اور وہ ایمان کی حلاوت کو محسوس کریگا۔ اصل ایمانی حلاوت و لذت معرفت الٰہی میں پوشیدہ ہے۔

پنجم:...... اللہ تعالیٰ کی تعظیم کا تقاضا ہے کہ اس کے اوامر و نواہی کی تعظیم بجالائی جائے۔ اور انسان اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے سامنے سر

تسلیم خم کرلے؛ ان سے آگے تجاوز نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴾ (الحجرات : ۱)

''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ سب کچھ سننے اور جاننے والے ہیں۔''

ششم:...... اللہ تعالیٰ کے شعائر اور اس کی حرمات کی تعظیم۔ فرائض کی ادائیگی اور منہیات سے اجتناب کرنا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ذٰلِكَ وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ﴾

(الحج: ۳۲)

''یہ اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کے شعائر کی تعظیم کرتا ہے تو یقیناً یہ دلوں کے تقویٰ میں سے ہے۔''

اَلْکَبِیْرُ

بہت بڑا

معنی: ......کبیر کِبْر سے ہے؛ جو کہ جلال اور شان کی کبریائی سے موصوف ہو۔ وہ اپنی ذات وصفات اور افعال میں عظیم تر ہو۔ اور کوئی اس سے زیادہ بڑا اور عظمت والا نہ ہو۔ اس اسم گرامی میں مطلق بزرگی و عظمت کے معانی مقصود ہیں۔

یہ اسم گرامی قرآن مجید میں چھ بار آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ الْکَبِیْرُ الْمُتَعَالِ﴾ (الرعد: ۹)

''غیب اور حاضر کے جاننے والے۔ بہت بڑے اور بلند مقام والے۔''

اللہ تعالیٰ کبیر ہیں اور جملہ موجوداتِ زمانی وغیر زمانی پر اسے سبقت حاصل ہے۔

اللہ تعالیٰ کبیر ہین اور اس کی کبریائی کے سامنے ہر ایک اکبر الکبیر ادنیٰ ترین صغیر ہے۔

اللہ تعالیٰ کبیر ہیں؛ ان کی صفات ہر لحاظ سے کامل اور شامل ہیں۔

اللہ تعالیٰ کبیر ہیں اور کبریائی ان کی رداء ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلَهُ الْکِبْرِیَآءُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ﴾ (الجاثیة: ۳۷)

''آسمانوں اور زمین میں انہی کو کبریائی حاصل ہے، وہی عزت والے حکمت والے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ ہی کبیر ہیں، جو اہل ایمان کو مختلف اقسام کی نعمتیں اور ملکِ کبیر (بہت بڑی بادشاہی) عطا فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی بزرگی؛ کبریائی اور بڑائی کو سبقتِ زمانی یا عظمتِ ایجاد کے ساتھ خاص نہ سمجھا جائے بلکہ وہ ان سب سے بالاتر ہیں۔ خود ہی فرما دیا ہے:

﴿سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا﴾ (بنی اسرائیل: ٤٣)

''لوگ جو کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس سے بلند، اور بڑائی والے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کی کبریائی کا تقاضا ہے کہ اس کی شریعت کے اوامر کے سامنے سرنگوں ہوں اور ان پر کوئی اعتراض نہ کریں۔ ہر عبادت کی روح اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور کبریائی ہے۔ نمازوں میں افتتاح کے وقت اور ارکان میں منتقل ہونے کے وقت اللہ اکبر اسی وجہ سے لازم قرار دیا گیا ہے تاکہ جلیل القدر عبادت میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم کا دل و دماغ میں حاضر ہو۔ متعدد عباوات میں مسلمان پر تکبیر لازم قرار دی گئی ہے اور کئی اطاعت کے کاموں میں؛ تکبیر کہنے کا حکم ہے۔ مثلاً: ماہ رمضان کی تکمیل پر تکبیریں کہنے کا حکم ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ (البقرہ: ١٨٥)

''اور تاکہ تم گنتی پوری کرو اور اللہ تعالیٰ کی بڑائی کرو اس چیز پر جو اس نے تم کو ہدایت دی اور تاکہ تم شکر گزاری کرو۔''

قربانی کے جانوروں کا گوشت اور خون اللہ کو ہرگز نہیں پہنچتا اسے تقویٰ پہنچتا ہے۔لہٰذا تکبیر کہہ کر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی اس ہدایت اور توفیق پر ان کی شکرگزاری کرو؛ ارشاد ربانی ہے:

﴿كَذَٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِينَ﴾ (الحج: ٣٧)

''اسی طرح اس نے ان جانوروں کو مسخر کیا ہے تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو جیسے اس نے تمہیں ہدایت دی ہے اور احسان کرنے والوں کو بشارت دے دو۔''

اسم گرامی ''الکبیر'' پر ایمان کے ثمرات:

اول:...... کبریائی اور جلال و جمال سے موصوف وہ اللہ تعالیٰ ہی ہیں جن کے ساتھ کبریائی جچتی ہے؛ اور ان کا ایک اسم گرامی ''الکبیر'' بھی ہے۔

دوم:......رب کائنات کی کبریائی اور عظمت اورجلال وجمال او رتمام اوصاف کا احاطہ ممکن نہیں۔عقول اور فہم وذکاء ان کا احاطہ کرنے سے قاصر ہیں،نگاہیں اور افکار انہیں نہیں پاسکتے۔وہ ان سے بڑا ہے۔جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے:

﴿وَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ يَكُن لَّهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُن لَّهُ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيرًا﴾ (الاسراء: ١١١)

''کہہ دو! تمام تعریفات اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے اولاد نہیں بنائی؛اور نہ ہی اس کے ملک میں کوئی اس کا شریک ہے اور نہ ہی عاجزی کی

بناء پراسکا کوئی دوست ہے اوراس کی بڑائی بیان کر بڑائی بیان کرنا۔"

سوم:......"اللہ اکبر" کہنا وہ عظیم الشان اور اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ ذکر ہے جو ان تمام مواقع پر کہنا مشروع ہے جن کے بارے میں سنت میں وارد ہوا ہے؛ مثلاً نماز میں ایک رکن سے دوسرے رکن میں منتقل ہوتے وقت؛ کسی خوشی کے وقت؛ چڑھائی پر چڑھتے وقت ؛ وغیرہ۔

چہارم:......اللہ تعالیٰ کی کبریائی اور عظمت کے سامنے تواضع اور انکساری۔

پنجم:......اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ تکبر وغرور کو ترک کرنا۔

اَلْعَلِيُّ

بہت بلند و بالا

علي علو سے ہے جس کے معنی ہیں: ہر اعتبار سے مطلق بلندی، بزرگی، بلند مرتبہ والا۔ اسے علو ذات بھی حاصل ہے اور علوئے قدر و منزلت اور صفات بھی۔ وہ اپنی مخلوق پر بلند اور عالی ہے۔ علو کے معنی غلبہ بھی ہے۔ ہر ایک چیز اس کے غلبہ اور سلطان کے نیچے ہے۔

اسم گرامی "العلیُّ" قرآن مجید میں آٹھ بار وارد ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے:

﴿فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ﴾ (مومن: ۱۲)

"اللہ تعالیٰ ہی کے لیے حکم ہے جو برتر اور بزرگ تر ہیں۔"

اسمِ عظیم کے ساتھ ملکر بھی یہ اسم گرامی وارد ہوا ہے؛ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ﴾ (البقرۃ: ۲۵۵)

"وہ برتر اور عظمت والے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ عَلِیّ ہیں، کہ وہ سب سے غالب اور توانا ہیں۔

اللہ تعالیٰ عَلِیّ ہیں، کہ علوِ مطلق اور ارتفاعِ مرتبت انہی کو حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علو کی دو اقسام ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ عَلِیّ ہیں، کہ وہ جملہ سفلیات وعلویات سے بالاتر ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا علوِ ذاتی ہے؛ کہ وہ تمام مخلوقات سے اوپر بلند و بالا اپنے عرش کریم پر مستوی ہیں۔ جیسا کہ ان کے جلال ہیبت اور کمالِ عظمت کے لائق ہے؛ اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے:

﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾ (طه: ٥)

''رحمٰن سبحانہ وتعالیٰ عرش پر مستوی ہیں۔''

۲۔ علو صفات اور عظمت اور مقام و مرتبت۔ پس اللہ تعالیٰ کی جملہ صفات میں سے ہر ایک صفت عالیشان اور جلال و کمال پر مبنی ہے۔ جس کے مقابل کیا قریب بھی کوئی دوسری چیز نہیں ہوسکتی اور نہ ہی اس کی کوئی مثال بیان کرنا ممکن ہے۔ علو ربانی، حکمت و کبریائی اور عظمت الٰہی کے ساتھ خاص ہے۔ بے شک علی وہی ہے جو اپنے خاص برگزیدہ بندوں کے لیے اچھی تعریف و تذکرہ کو دنیا میں قائم فرماتے ہیں؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے:

﴿وَ جَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا﴾ (مريم: ٥٠)

''ہم نے ان کے لیے سچی اور اعلیٰ تعریف قائم کردی۔''

اَلْاَعْلٰی

بلند مقام؛ بلند شان

اَعْلٰی وہ ہے کہ ملاء اعلیٰ بھی جس کی خشیت سے لرزاں وترساں ہیں۔ اوراللہ تعالیٰ وہ اعلیٰ ہیں جو ہر ایک شریک سے برتر ہیں۔ وہ اسی فعل کو قبول فرماتے ہیں جو ان کی رضامندی کے لیے ادا کیا جائے۔ ان کی شان اس سے برتر و اعلیٰ ہے کہ اس کی قدرت یا حکم یا ربوبیت میں کسی کو ذرا بھی ساجھا حاصل ہو۔

یہ اسم گرامی قرآن مجید میں دو بار آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰی﴾ (اللیل: ۲۰)

''مگر اپنے بلند رب کے چہرے کی تلاش میں وہ یہ کام کرتے ہیں۔''

یہ اسم گرامی اللہ تعالیٰ کے لیے بطور عَلَم بھی آیا ہے؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے:

﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی﴾ (الاعلی: ۱)

''رب جو سب سے بلند ہے کے نام کی تسبیح کیا کرو۔''

اللہ تعالیٰ خود اعلیٰ اور برتر ہیں؛ اور تمام اعلیٰ اور بلند وبالا مثالیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿وَ لِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی﴾ (النحل: ۶۰)

”اللہ کے لیے بلند ترین مثال ہے۔“

نبی کریم ﷺ نے سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کو تسبیح سجدہ قرار دیا ہے۔ غور سے دیکھنا چاہیے کہ جس وقت مومن کا سر، چہرہ اور ناک زمین سے لگے ہوتے ہیں اس وقت اور اس حالت سے بڑھ کر اور کوئی شکل یا حالت ذلت و عاجزی کی نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا اس تسبیح کے معنی یہ ہوئے کہ بندہ ادنیٰ کو رب اعلیٰ کے حضور ذلیل سے ذلیل ہوکر عاجزی کی انتہائی آخری شکل میں اس طرح پیش ہونا چاہیے کہ اس کے دل میں تکبر؛ اپنی اونچائی یا بڑائی کا خیال اور شائبہ تک نہ رہے۔ اور اس کے ذہن میں اپنی اوقات حاضر رہے کہ وہاں کہاں سے اور کیسے پیدا ہوا ہے۔ اور پیدا کرنے والے کی عظمت اور بے نیازی بھی ذہن میں رہے جس نے اپنی ضرورت کے بغیر اس پر انعام کر کے اسے پیدا کیا۔ یہ صورت ہماری بلندی درجات کی موجب ہے اور یہی ظاہری ذلت درحقیقت ارتقائے روح کی معراج ہے۔

اللہ تعالیٰ کے سینکڑوں بندے ایسے ہیں جو سجدہ میں زمین پر گرنے کے بعد ایسی ذلت و کیفیت حاصل کرتے ہیں کہ دنیا کی کسی نعمت میں اس کا ادنیٰ تصور بھی نہیں۔ واضح ہو کہ ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی﴾ کی تعمیل میں نمازی کو حکم ہے، کہ سجدہ میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی پڑھا کرے۔ جس نے تین بار سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی پڑھ لیا اس کا سجدہ پورا ہوگا اور یہ ادنیٰ درجہ ہوگا۔ (سنن أبي داوٗد)

رحم دلوں پر رحمان سبحانہ وتعالیٰ رحمت کرتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمْکُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ))

(ترمذی:١٩٢٤، وصححه۔ ابوداود:٤٩٤١)

''زمین والوں پر رحم کرو جو آسمان والا ہے وہ تم پر رحم کرے گا۔''

فائدہ:...... یہ حدیث اللہ تعالیٰ کے آسمانوں پر بلند اور اعلیٰ مرتبہ پر ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ ائمہ اہل سنت والجماعت سفیان ثوری، مالک بن انس، سفیان بن عیینہ، حماد بن سلمہ، حماد بن زید، عبداللہ بن مبارک، فضیل بن عیاض، احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہم سب اس پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ عرش کے اوپر ہیں اوران کا علم ہر جگہ پر محیط ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کا علو اور بلندی ثابت ہوتی ہے۔

اسم گرامی ''العلی اور الأعلی'' پر ایمان کے ثمرات:

اول:...... یہ اسمائے گرامی ہر اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے علوِ مطلق پر دلالت کرتے ہیں۔ اسم گرامی عَلِيٌّ ذات کا علو رکھتا ہے، یعنی وہ عرش پر مستوی ہے، ساری کائنات سے بلند اور جدا ہے؛ ایسے ہی جیسے اس کے جلال اور کمالِ عظمت کے لائق ہے۔

دوم:...... قرآن پاک میں اکثر مقامات ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے بلند ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ﴾ (الانعام: ۱۸)

''وہی غالب ہیں اپنے بندوں کے اوپر۔''

اللہ سبحانہ تعالیٰ کی طرف چیزوں کے بلند ہونے کی نسبت سے اس کی بلندی کا علم ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ﴾ (السجدہ: ۵)

''وہ آسمان سے امور کی تدبیر کرتے ہیں زمین تک پھر معاملہ انہی کی

طرف چڑھتا ہے۔"

سوم:...... اللہ تعالیٰ نے خود وضاحت کی ہے کہ وہ آسمانوں میں بلند ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ ٥ اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ۔ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرِ ٥﴾ (الملك: ١٦ ـ ١٧)

"کیا تم اس سے جو آسمان میں ہے بے خوف ہو یہ کہ وہ تمہیں زمین میں دھنسا دے اور وہ اچانک گھومنے لگ جائے کیا تم اس سے جو آسمان میں ہے اس سے بے خوف ہو کہ وہ تم پر پتھر برسائے عنقریب تم جان لوگے ڈرانے والا کیسا ہے۔

چہارم:...... ان سابقہ آیات واحادیث سے ان لوگوں کی غلطی واضح ہوتی ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ موجود اور حاضر و ناضر ہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ عرش پر ہیں اور وہ ہر چیز کو دیکھ رہے ہیں سن رہے ہیں؛ اور ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ کوئی بھی چیز ان کی قدرت سے باہر نہیں۔

اَلْمُتَعَالُ

سب سے بلند و برتر

معنوی بحث گزر چکی ہے۔ متعال کا مطلب یہ ہے کہ اپنی مخلوق پر بلند اور غالب۔ یہ اسم گرامی قرآن مجید میں صرف ایک بار وارد ہوا ہے۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيرُ الْمُتَعَالُ ﴾ (الرعد : ۹)

''غیب اور حاضر کو جاننے والا ہے بڑا اور بلند ہے۔''

یہ اسمائے گرامی ہر اعتبار اور اختیارات سے اللہ تعالیٰ کے علوِ مطلق پر دلالت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا اسم متعال اس لیے ہے کہ وہ ہر ایک عالی سے برتر ہے۔ ہر ایک مدعی علو و استعلاء کو پست کرنے والے ہیں۔ علوّ نے اسی کی بلندی سے رفعت پائی ہے اور علوِ ذاتی اسی مالک کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے:

﴿فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ﴾ (طٰہٰ : ۱۱۴)

''نہایت برتر ہیں اللہ تعالیٰ جو سچے بادشاہ ہیں۔''

مشرکین کے اوصاف شرکیہ سے اس کی شان برتر ہے اور اوصافِ ناقصہ سے اس کی شان عالی تر ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿تَعٰلَى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ (النحل : ۱)

''اللہ تعالیٰ ان کے شرک کرنے سے بلند و برتر ہیں۔''

جب بندہ میں یہ ایمان پیدا ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے بلند و بالا ہیں تو اس سے اس کے دل میں اللہ کی عظمت جاگزیں ہوتی ہے وہ ان کے سامنے پست ہو جاتا ہے اور اس میں انکساری پیدا ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے نقائص اور عیوب سے مقدس ہونے پر ایمان پختہ ہو جاتا ہے۔ اور اس کی عبادت میں اخلاص پیدا ہوتا ہے؛ اور اللہ تعالیٰ کے مدمقابل اور شریک ٹھہرانے سے باز رہتا ہے۔

اسم گرامی "المتعال" پر ایمان کے ثمرات:

اول:...... اللہ تعالیٰ خود آسمانوں پر بلند ہیں اور نیک اعمال ان کی طرف عمل کے چڑھتے ہیں؛ قرآن میں اس کی صراحت آتی ہے، ارشاد گرامی ہے:

﴿ إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ ﴾

(فاطر:۱۰)

"اسی کی طرف اچھے کلمات چڑھتے ہیں اور نیک عمل کو بلند کرتے ہیں۔"

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: "جو بھی پاکیزہ کمائی سے کھجور کے برابر صدقہ کرتا ہے اس کا یہ پاکیزہ عمل اللہ تعالیٰ کی طرف چڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے دائیں ہاتھ سے قبول کرتے ہیں۔ پھر اسے بڑھاتے ہیں؛ اور جس طرح تم میں سے کوئی اپنے بچھڑے کی پرورش کرتا ہے؛ اس طرح اللہ تعالیٰ اس کی پرورش کرتے ہیں حتی کہ یہ پہاڑ کی مانند ہو جاتا ہے۔"

دوم:...... جب یہ ایمان پیدا ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے بلند و بالا ہیں تو اس سے بندے کے دل میں اس کی عظمت جاگزیں ہوتی ہے وہ اس کے سامنے پست ہوتا ہے؛ اس میں انکساری پیدا ہوتی ہے؛ اور اللہ کیساتھ شریک

ٹھہرانے سے باز رہتا ہے۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴾ (الحج: ٦٢)

''بیشک اللہ تعالیٰ بلندی والے بہت بڑے ہیں۔''

سوم:...... اللہ تعالیٰ کا خوف؛ اور ان کے سامنے محبت و تعظیم اور اجلال کے ساتھ خضوع۔ یہ محبت و تعظیم عبادت کے ارکان میں سے دو رکن ہیں۔

چہارم:...... اللہ تعالیٰ کے سامنے تواضع اور تذلل؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بلند اور غالب ہونے پر ایمان کے نتیجہ میں انسان کے دل میں اس کی ہیبت و جلال اور اس کے اوامر و نواہی کی تعظیم اور ان کے سامنے سر تسلیم خم کی صفت پیدا ہوتی ہے۔ اور انسان اللہ تعالیٰ کے کونی و قدری اور شرعی احکام پر راضی ہو جاتا ہے۔ یہ سب کچھ غلبہ والے بلند شان معبود برحق کی طرف سے ہے۔

پنجم:...... زمین میں فتنہ و فساد اور سرکشی سے گریز۔ اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر ظلم کرنے سے اجتناب۔ بندہ کے دل میں اللہ تعالیٰ کے علو یعنی عالیشان اور قہار (غالب) ہونے کا ایمان پیدا ہوتا ہے تو وہ یقین کر لیتا ہے کہ اس کے اوپر بھی کوئی غالب حساب لینے والا موجود ہے۔

ششم:...... دل میں صرف اللہ تعالیٰ معبود و خالق برحق کا خوف؛ اور مخلوق کے خوف کا خاتمہ۔

ہفتم:...... ہر نقص و عیب سے اللہ تعالیٰ کی تنزیہ و تقدیس؛ اور اسماء و صفات میں اور افعال میں اللہ تعالیٰ کے لیے کمال مطلق کا اثبات۔

اَلرَّفِیْعُ

عالی مرتبے والا

معنی:......الرفیع رفعت سے ہے۔ وہ ہستی جو اپنے اقوال وافعال؛ ذات؛ اور اسماء وصفات میں سب سے بلند و برتر ہو۔

یہ اسم گرامی قرآن میں ایک بار وارد ہوا ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿رَفِیْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ یُلْقِی الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰی مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ﴾ (غافر ۱۵)

''وہ بہت بلند درجوں والا، عرش کا مالک ہیں، اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتے ہیں اپنے حکم سے وحی اتارتے ہیں۔''

﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ﴾ (الرعد : ۲)

''اللہ تعالیٰ ہیں جنہوں نے آسمانوں کو بلند کیا ہے۔''

اللہ تعالیٰ رفیع ہیں اور وہ اپنے بندوں کو درجات میں دوسرے بعض بندوں پر رفعت عطا فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ رَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ﴾ (الانعام : ۱٦۵)

''اور اس نے تم میں سے بعض کو بعض پر درجات میں فوقیت دی۔''

اللہ تعالیٰ رفیع ہیں جس نے ادریس علیہ السلام کو بلند مقام پر رفعت عطا کی اور

جنہوں نے محمد ﷺ کے ذکر و محامد کو رفعت و برتری عطا کی کہ ہر ایک اذان و تکبیر میں صبح و شام جب بھی کلمہ توحید کا ذکر ہوتا ہے تو رسول اللہ ﷺ کا ذکر بھی کیا جاتا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ﴾ (الانشراح : ٤)

''ہم نے آپ کے لیے آپ کا ذکر بلند کر دیا''

اس اسم پاک کے مقابلہ میں مومن کو احکامِ الٰہیہ کی تعمیل بطیّب خاطر و انشراح قلب کرنا چاہیے۔

اسم گرامی ''الرفیع'' پر ایمان کے ثمرات:

اول:...... اللہ تعالیٰ رفیع ہیں؛ اپنے بندوں پر رفعت اور فوقیت رکھتے ہیں۔

دوم:...... اللہ تعالیٰ کے اسم گرامی رفیع کا اثر ہے کہ وہ اپنے بندوں کے درجات بلند کرتے ہیں؛ نیک اعمال قبول کرتے ہیں اور انہیں بہت بڑے اجر و ثواب سے نوازتے ہیں۔

سوم:...... یہ بھی اللہ تعالیٰ کے اسم گرامی رفیع کا اثر ہے کہ وہ اپنے بعض بندوں کو بعض پر فوقیت دیتے ہیں۔

چہارم:...... اللہ تعالیٰ رفیع ہیں اور وہ اہل ایمان اہل علم کے درجات بلند کرتے ہیں؛ اور انہیں دنیا اور آخرت میں بلند مقام و مرتبہ عطا فرماتے ہیں؛ اور ان کی شان بڑھاتے ہیں۔

پنجم:...... اللہ تعالیٰ کے اسم رفیع کا اثر اور ثمرہ ہے کہ جو کوئی انسان اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے؛ اسے بلند مقام ملتا ہے؛ حدیث شریف میں ہے:

”جو کوئی اللہ تعالیٰ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بلند مقام دیتے ہیں۔“ (صحیح ابن حبان؛ ابن ابی شیبہ)

ششم:...... انسان کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ پیار و نرمی اور تواضع و انکساری کا معاملہ کرے تا کہ اس کا مقام بلند ہو۔

اَللَّطِيْفُ

بڑے لطف و کرم والا

معنی :......اللطیف لطف سے ہے۔ یعنی جس کا علم دقیق ترین امور کو محیط ہو۔ اور وہ ہستی جو اپنے بندوں تک اپنی رحمت اور خیر و بھلائی کو خفیہ طریقوں سے پہنچاتا ہے۔ لطف کے معنی گفتار و کردار میں نرمی اور مہربانی کے بھی آتے ہیں۔

یہ اسم گرامی قرآن مجید میں سات بار آیا ہے۔ ارشادگرامی ہے:

﴿لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ﴾ (الانعام: ۱۰۳)

''اسے آنکھیں نہیں پاسکتیں وہ آنکھوں کو پالیتے ہیں وہ باریک بین خبردار ہیں۔''

لطیف کے دو معانی ہیں:

۱۔ لطیف کا معنی ہے: خبر رکھنے والا۔ یعنی وہ ہستی جس کا علم دقیق ہو اور وہ باریک بین ہو حتی کہ دل کے پوشیدہ اور خفیہ راز جانتا ہو۔

۲۔ جو اپنے بندوں اور دوستوں تک ان کی مصلحتوں اور بھلائیوں کو اپنے اس لطف واحسان سے پہنچائے کہ انہیں اس کا شعور بھی نہ تھا۔

حضرت لقمان حکیم رضی اللہ عنہ نے اپنے لختِ جگر سے بطورِ وصیت کہا تھا:

﴿يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ﴾

(لقمان : ١٦)

''میرے بیٹے! اگر کوئی چیز رائی کے دانہ کے برابر ہو وہ چٹان میں ہو یا آسمانوں اور زمین میں ہو اسے اللہ لے آئے گا۔ اللہ لطیف وخبیر ہے۔''

اللہ تعالیٰ لطیف ہیں؛ ان کے جملہ افعال واقوال بندوں پر رفق و مدارت اور مہربانی وعنایت کے ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے لطف علمی نے حکماء وعقلاء، مجاہدین وعلماءِ راسخین، اولیاء اور انبیاء کو بقدرِ مراتب عرفانِ علمی عطا فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ لطفِ عملی نے صاحبانِ عقل کو معاشِ معاملت کی منفعت؛ اہلِ شعور کو آگاہی، اہلِ تقویٰ کو بصیرت عطا فرمائی ہے۔

اللہ تعالیٰ لطیف ہیں، انہی کے لطفِ باطنی نے نیک نفس وصاف طینت، قانع مزاجان اور آزاد طبع گروہ کو حظِ وافر عطا فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ لطیف ہیں اور وہی اپنے لطف تکوینی سے موجودات کو فیضانِ وجود عطا کرتے اور عدم سے وجود بخشتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی جو رحمت بندوں تک اس طرح پہنچتی ہے کہ اس کے اسباب کا پتہ بھی نہ چلے؛ تو یہ اس کے اسم لطیف کا اثر ہے۔

اللہ تعالیٰ کا لطف یہ ہے کہ اس نے اپنے علم میں بندوں کی مصلحتوں کے مطابق ان کے لیے رزق مقرر کر رکھا ہے؛ نہ کہ بندوں کی خواہشات کے مطابق۔ بندے

کبھی کوئی چیز چاہتے ہیں؛ لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں مصلحت اور بہتری کسی دوسری چیز میں ہوتی ہے؛ بھلے یہ دوسری چیز بندوں کو ناپسند کیوں نہ ہو۔ لیکن وہ اپنے لطیف ہونے کی وجہ سے ان کی مصلحت کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ اَللّٰهُ لَطِيْفٌ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴾

(الشوریٰ:۱۹)

''اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ مہربان ہیں وہ جس کو چاہتے ہیں رزق دیتے ہیں وہ قوی غالب ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کی مصلحت یہ بھی ہے کہ وہ اپنے بندوں کو مختلف اقسام کے مصائب و آلام سے دو چار کرتے ہیں۔ اور اپنے امر و نہی سے ان کو آزماتے ہیں۔ یہ بھی بندوں کے ساتھ لطف ہے کہ صابرین اس طرح تقرب اِلی اللہ کے مدارج طے کرتے ہیں۔

لطف کا معنی مخفی امور کی سمجھ؛ فہم و فراست اور عجیب و غریب دقائق سے آگاہی بھی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ﴾ (یوسف : ۱۰۰)

''بیشک میرے رب تعالیٰ جو چاہیں وہ باریک تدبیر کرنے والے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کی لطف و مہربانی جملہ امور میں ہماری ہادی و راہنما ہے۔ اسی سے نیکی و ہدایت کی توفیق ملتی ہے۔

اسم گرامی ''اللطیف'' کے ثمرات:

اول:...... اللہ تعالیٰ کی بے پناہ محبت؛ کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ لطف و

کرم اور نرمی کا معاملہ فرماتے ہیں۔ اور ان کے گناہوں پر انہیں فوری سزا نہیں دیتے ؛ بلکہ انہیں خیر و بھلائی سے ایسے نوازتے ہیں جہاں سے بندوں کا گمان بھی نہ ہو۔ بلکہ بعض دفعہ ایسی جگہوں سے خیر و بھلائی ملتی ہے جس کو انسان شروع میں ناپسند کر رہا ہوتا ہے۔

دوم :...... اسم گرامی لطیف پر ایمان کا ثمرہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدر تقدیر پر رضا مندی اور دل میں اطمینان و سکون کی صورت میں ملتا ہے۔

سوم :...... اللہ تعالیٰ پر سچا توکل ؛ اور اس کے اختیار و انتخاب پر رضامندی۔ اور کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعاء اور استخارہ۔

چہارم :...... اسم لطیف میں پائے جانے والے معانی نرمی ؛ احسان اور نیکی کا تقاضا ہے کہ یہ اخلاق اپنائے جائیں۔

اَلْحَکِیْمُ

بڑی حکمتوں والا

معنی: ......حکیم وہ ہے جس کی قدرت و شریعت میں اور بروز قیامت بدلہ دینے میں بڑی عالیشان حکمت ہے۔ وہ حکمت والا جس نے ہر ایک چیز کو اچھی طرح سے پیدا کیا ہے۔ کوئی چیز بھی بیکار پیدا نہیں کی۔ اس کا کوئی شرعی حکم اور فیصلہ حکمت اور علت سے خالی نہیں۔

یہ اسم گرامی قرآن کریم میں (۹۱) بار آیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاللّٰهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ (البقرہ: ۲۲۸)

''اور اللہ تعالیٰ غالب حکمت والے ہیں۔''

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴾ (النساء: ۲۶)

''اور اللہ تعالیٰ جاننے والے حکمت والے ہیں۔''

یہ اسم عظیم اللہ تعالیٰ کے لیے حکمِ کمال اور حکمتِ کمال پر دلالت کرتے ہیں۔ کمالِ حکم کا ثبوت یہ ہے کہ: حکم اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کے لیے ہے وہ جو چاہے اپنے بندوں پر حکم چلائے اور اپنے ارادہ سے ان کے مابین فیصلہ کرے اس کے حکم کو کوئی رد کرنے یا ٹالنے والا نہیں نہ اس کے فیصلہ پر کوئی پیچھا کرنے والا ہے۔

حکمت اعمال میں افضلیت اور افعال میں احسنیت (بہترین کام کے انتخاب) کے علم کو حکمت کہتے ہیں۔

حکمت ان غایات حمیدہ کا نام ہے جو سلسلہ تکوین میں ملحوظ ہیں۔

حکمت ان مصالح کلیہ کا نام ہے جو نظام عالم کا قوام ہیں۔

احسن اخلاق اور احسن اعمال کا حکمت میں ہونا ضروری ہے۔

بہترین فوائد اور بہترین مقاصد کے لیے حکمت کا ہونا از بس ضروری ہے۔

حکمت کا مفہوم یہ ہے کہ **افضل العلوم** سے **افضل الاشیاء** کو معلوم کیا جائے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا﴾ (البقرة: ٢٦٩)

''جس شخص کو حکمت دی گئی ہے اسے تو خیر کثیر دی گئی۔''

اَلْحَکَمُ

فیصلہ کرنے والا

معنی: ...... وہ ہستی جو دنیا اور آخرت میں اپنے بندوں کے مابین عدل و انصاف کیساتھ اپنی شریعت و قدرت اور جزاء وسزا کے فیصلے کرتی ہے۔ بعض لوگوں نے الحکم کیساتھ ساتھ خیر الحاکمین کو بھی علیحدہ سے اسم شمار کیا ہے؛ اس کا معنی ہے بہترین فیصلہ کرنے والا۔

اسم گرامی "الحکم" قرآن مجید میں ایک بار وارد ہوا ہے؛ جب کہ خیر الحاکمین پانچ مرتبہ آیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا﴾ (الانعام: ۱۱۴)

"کیا پس اللہ تعالیٰ کے سوا میں حاکم تلاش کروں؟"

اس کا حکم اس کی مخلوق میں نافذ ہوگا اسے کوئی رد کرنے والا نہیں؛ نہ ہی ایک دوسرے کے حکم کو رد کرنے کی مانند اس کے حکم پر تکرار کرسکتا ہے۔ اس میں غیر اللہ کے لیے حاکمیت کی نفی ہے۔ حکم صرف اسی کے ساتھ خاص ہوتا ہے جو کامل صفات والا ہو۔ اور وہ وہی ہے جس کے لیے امر ہے اور اس کے ہاتھ میں ہر قسم کا تصرف ہے؛ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ اتَّبِعْ مَا يُوْحٰى اِلَيْكَ وَ اصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ وَ هُوَ خَيْرُ

الْحٰكِمِيْنَ﴾ (یونس: ١٠٩)

''اور جو آپ کی طرف وحی کی جاتی ہے اس کی اتباع کریں اور صبر کریں، حتی کہ اللہ فیصلہ کریں اور وہ بہتر فیصلہ کرنے والے ہیں۔''

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ (القصص: ٨٨)

''اللہ کے ساتھ دوسرا معبود نہ بناؤ؛ نہیں کوئی معبود مگر اللہ تعالیٰ؛ اس کے چہرہ کے علاوہ ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے؛ حکم اسی کے لیے اور تم اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔''

حضرت ھانی بن یزید حارثی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: ''میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنی قوم کے وفد کے ساتھ حاضر ہوا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا کہ مجھے ابو حکم کہتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا اور فرمایا:

((اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى هُوَ الْحَكَمُ وَاِلَيْهِ الْحُكْمُ))

(ابو داود: ٤٩٥٥، وصححه الالبانی)

''بیشک اللہ تعالیٰ ہی حکم ہے اور حکم بھی اسی کا ہے۔''

اسم گرامی ''الحکیم اور الحکم'' پر ایمان کے ثمرات:

اول: ...... یہ اسم عظیم اللہ تعالیٰ کے لیے کمال حُکم اور کمال حکمت پر دلالت کرتے ہیں، کمال حکم یہ ہے کہ حکم اللہ وحدہ لاشریک کے لیے ہے وہ جو چاہے اپنے بندوں پر حکم چلائے؛ اور ان میں فیصلہ کرے؛ اس کے حکم اور فیصلہ کو کوئی رد

کرنے والا نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ (القصص: ۷۰)

''وہی اللہ تعالیٰ ہیں نہیں کوئی معبود مگر وہی؛ دنیا و آخرت میں انہی کی تعریف ہے اور انہی کا حکم چلتا ہے اور انہی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔''

دوم:...... اللہ تعالیٰ کے کسی حکم پر تنقید نہیں ہوسکتی؛ اور نہ ہی اس کا پیچھا یا اس پر اعتراض ہوسکتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴾

(الرعد: ٤١)

''اور اللہ فیصلہ کرتے ہیں اس کے حکم کا کوئی بھی پیچھا کرنے والا نہیں۔''

سوم:...... اللہ کا حکم اس کی مخلوق میں نافذ ہوگا اسے کوئی رد کرنے والا نہیں نہ ہی ایک دوسرے کے حکم کی مانند اس حکم پر تکرار کرسکتا ہے۔ اس میں غیر اللہ کے لیے حکم ہونے کی نفی ہے حکم صرف اسی کے ساتھ خاص ہوتا ہے جو کامل صفات والا ہو، وہی ہو جس کے لیے امر ہے اس کے ہاتھ میں تصرف ہو اس معنی کو اس ارشاد گرامی میں دیکھ سکتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ﴾ (الشوری: ۱۰)

''جس چیز میں تم اختلاف کرو اس کا حکم اللہ تعالیٰ کی طرف ہے۔''

اور حاکمیت میں کوئی بھی اللہ تعالیٰ کا شریک نہیں ہوسکتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا﴾ (الکهف: ٢٦)

''وہ اپنے حکم میں کسی ایک کو شریک نہیں کرتے۔''

چہارم:...... جو ہستی ان صفات کی حامل ہو؛ وہی مستحق ہے کہ وہ شریعت بنائے یا حلال وحرام کرے۔ اس کو کسی غیر کی طرف منسوب کرنا سب سے بڑا ظلم اور ستم اور زمانہ جاہلیت کی وہ عادت ہے جس سے ہمیں منع کیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ﴾ (المائدہ: ۵۰)

''کیا وہ جاہلیت کا حکم تلاش کرتے ہیں اور اللہ سے بڑھ کر حکم کے لحاظ سے کون اچھا ہے اس قوم کے لیے جو یقین رکھتی ہے۔''

پنجم:...... اور جو ہستی ایسی صفات والی ہو وہی اکیلی مستحق ہے کہ صرف اسی کے سامنے ذلیل ہوں اور خضوع اختیار کریں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾

''حکم صرف اللہ کے لیے ہے'' اس نے حکم دیا ہے کہ نہ تم صرف اس کی عبادت کرو؛ یہ مضبوط دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔''

پس اللہ تعالیٰ کی حاکمیت تسلیم کرتے ہوئے اس کے سامنے جھک جائیں اور اس کے دین کو گلے سے لگالیں یہی کامیابی ہے۔

اَلْوَاسِعُ

وسعت والا

وُسْع کے معنی فراخی، تونگری، دسترس طاقت ہیں۔ سَعَتْ بھی وہی ہے جو وُسْع ہے۔ جس کی رحمت اور علم ہر ایک چیز کو؛ اور اس کا وسیع رزق تمام تر مخلوقات کو شامل ہو۔ وَاسِعٌ: اللہ کا علم ہے۔

یہ اسم گرامی ''واسع'' قرآن پاک میں (۹) مقامات پر آیا ہے۔ ارشاد فرمایا:

﴿ وَاللّٰهُ يُؤْتِي مُلْكَهُ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴾(البقرہ:۲۴۷)

''اور اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں اپنا ملک دیتے ہیں وہ وسیع علم والے ہیں۔''

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴾(البقرہ:۱۱۵)

''جہاں بھی تم منہ کرو وہیں اللہ تعالیٰ کا چہرہ ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ وسعتِ علم والے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ وَاسِعُ ہیں جنہوں نے جملہ اشیاء کو اپنے انعام سے گھیر رکھا ہے۔ زمین و آسمان؛ کواکب و سیارے؛ بحر و بر؛ نہریں اور دریا؛ اور ان میں پائی جانی والی اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوقات کو اس کی وسیع تر رحمت عام اور شامل ہے۔

اللہ تعالیٰ وَاسِعُ ہیں اور ان کی جود و عطا تخمینہ و اندازہ سے باہر ہے۔ ارشا

دگرامی ہے:

﴿قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾
(آل عمران:۷۳)

''فرمادیں: فضل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے جس کو چاہتے ہیں دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ وسعت علم والے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ وَاسِعٌ ہیں روئے زمین کی ہر ایک چیز: زمینی اور آسمانی اور سمندری مخلوقات میں سے ہر ایک چیز کو اس کے لیے لکھا ہوا رزق ملتا ہے۔ خواہ اس کے لیے اسباب کیسے بھی اور کہیں سب بھی پیدا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا وسیع نظام رزق رسانی مخلوقات کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

اللہ تعالیٰ وَاسِعٌ ہیں کہ ان کی رحمت سب کو شامل ہے۔ وہی لامتناہی وسعت کے مالک ہیں۔ وہی موجودات کو وسعت و انبساط بخشتے ہیں۔ یعنی صفات اور متعلقات کے لحاظ سے ان کی ثنا نہیں ہوسکتی۔ عظمت، سلطنت اورملک، فضل واحسان اور جود وکرم میں ہر ایک چیز میں وسعت والے ہیں۔ معبود برحق ایک وہی اللہ تعالیٰ ہیں؛ جن کے سوا کوئی معبود نہیں وہ علم میں بھی وسیع تر ہیں اور رحمت میں بھی۔ ان کی رحمت وعلم ہر چیز پر چھائے اور اپنی وسعت میں لیے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے:

﴿عَذَابِيْٓ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ (الاعراف ۱۵۶)

''میرا عذاب میں اسے پہنچاتا ہوں جسے چاہتا ہوں اور میری رحمت نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے، سو میں اسے ان لوگوں کے لیے لکھ دوں گا جو ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں۔''

اسم گرامی ''الواسع'' پر ایمان کے ثمرات:

اول: ......اللہ تعالیٰ سے محبت ؛ کہ ان کی رحمت ہر ایک چیز کو شامل ہے؛ اور آپ وسیع مغفرتوں والے بابرکت رب ہیں۔ وسیع فضل وعطا اور وسیع عدل وحکمت کے مالک رب تعالیٰ۔ اس اسم پر ایمان کا تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور جلال بجا لائے جائیں۔ ارشاد فرمایا:

﴿ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴾ (الزمر: ۵۳)

''فرمادیجیے! میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر اسراف کیا میری رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ بے شک اللہ تعالیٰ سب گناہوں کو بخش دیتے ہیں بیشک وہ بخشنے والے مہربان ہیں۔''

دوم: ......اس اسم گرامی پر ایمان و یقین انسان کے سامنے نئی امیدوں اور آسوں کے دروازے کھولتا ہے۔ انتہائی سخت ترین اور تنگی کے مشکل حالات میں بھی اللہ تعالیٰ سے امیدیں ٹوٹتی نہیں ہیں۔ بلکہ امیدیں اور پختہ ہوتی ہیں کہ اب خیر و بھلائی کا وقت قریب ہے۔

سوم: ......اس اسم گرامی پر ایمان ان شیطانی وسوسوں کو ختم کرتا ہے جن میں شیطان

انسان کو بخل کرنے کا حکم دیتا ہے؛ اور راہ للہ میں خرچ کرنے سے ڈراتا ہے؛ اور فقر و فاقہ؛ تنگی اور کمی کا خوف دلاتا ہے۔

چہارم:...... انسان ناامیدی کا سامنا نہیں کرتا؛ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ رب تعالیٰ وسیع رحمت اور مغفرت کے مالک ہیں۔

پنجم:...... اس اسم گرامی کا اثر ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نیک عمل کرنے والوں کے لیے اپنے ثواب میں وسعت فرماتے ہیں؛ ارشاد گرامی ہے:

﴿ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴾ (البقرہ: ۲٦۱)

''ان لوگوں کی مثال جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اس دانے کی مانند ہے جو سات بالیاں اگاتا ہے ہر بالی میں سو دانہ ہے اللہ تعالیٰ جس کیلئے چاہیں اضافہ کر دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بہت وسیع علم والے ہیں۔''

ششم:...... اس اسم گرامی '' واسع '' کا شاہدِ عدل یہ ہے کہ اس نے اپنے بندوں پر ان کے دین میں کشادگی رکھی ہے جو ان کی طاقت میں نہیں اسکا مکلّف نہیں ٹھہرایا۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ﴾ (البقرہ: ۱۸۵)

''اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ کا مکلّف نہیں ٹھہراتے۔''

ہفتم:...... اس گرامی واسع کا اثر اللہ تعالیٰ کی دوسری صفات میں بھی ملتا ہے۔ مثال کے طور پر: جیسے وہ وسیع روزی دیتے ہیں ایسے ہی ان کی مغفرت اور بخشش بھی

بڑی وسیع ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی مغفرت اور رزق کی وسعت میں کے بارے میں فرماتے ہیں:

﴿وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ﴾
(البقرہ:۲۶۸)

''اور اللہ تعالیٰ تم کو اپنی مغفرت اور فضل کا وعدہ دیتے ہیں؛ اور اللہ تعالیٰ وسیع علم والے ہیں۔''

فائدہ: ......آیت کریمہ میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ لاعلمی کی بنا پر نہیں؛ بلکہ سب کچھ جانتے ہوئے سارے گناہ معاف کرتے ہیں۔ ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ﴾ (النجم: ۳۲)

''بے شک آپ کے رب تعالیٰ وسیع مغفرت والے ہیں۔''

پس ان کی وسیع مغفرت اور وسعتِ عفو و درگزر اور بخشش کا تقاضا ہے کہ گنہگار کو سزا دینے میں جلدی نہ کی جائے؛ بلکہ اسے سمجھنے؛ سنبھلنے اور توبہ کرنے کا موقعہ ملنا چاہیے۔ یہ موقعہ ہر ایک کو مل رہا ہے؛ اور بے شمار مل رہا ہے

پس ہے کوئی جو اس سے فائدہ اٹھا کر وسعت رحمت سے اپنا دامن بھر لے؟

اَلْعَلِيْمُ

بہت وسیع علم والا

معنی: ......جس کا علم ظاہر اور باطن اور خفیہ اور اعلانیہ سب کو محیط ہو۔ جس پر کوئی چیز مخفی نہ ہو۔ اسے ما کان و ما یکون کا علم ہو۔ وہ ہستی جس کو مخلوقات کو پیدا کرنے سے پہلے بھی ان کے متعلق علم تھا کہ یہ کیسے اور کب ہوں گی؟ اور ان چیزوں کے بارے میں بھی علم ہے؛ جو نہیں ہوئی؛ اگر ہوتیں تو وہ کیسے ہوتیں؟۔

یہ اسم گرامی قرآن پاک میں ایک سو ستاون مرتبہ وارد ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نہایت مشہور اسماء میں سے ہے۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ﴾ (الروم: ٥٤)

''وہ جو چاہتے ہیں پیدا کرتے ہیں وہ علیم وقدیر ہیں۔''

اور ارشاد گرامی ہے:

﴿وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا﴾ (النساء: ٧٠)

''اللہ تعالیٰ کافی ہیں جاننے والے۔''

اللہ تعالیٰ کا علم ظاہر و باطن پر محیط ہے اسرار واعلان کو گھیرے میں لیے ہے۔ عالم بالا اور عالم سفلی پر، ماضی وحاضر اور مستقبل کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اس پر جو کچھ ہونے والا ہے اور جو نہیں ہوا؛ اور جو ہوگا وہ کب اور کس طرح ہوگا؟ اس

سب کا احاطہ کر رکھا ہے اور ہر چیز کو گن رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا وسیع علم ہر چیز پر چھایا ہوا ہے اور ہر شے کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴾ (ھود ۹۲)

بیشک اللہ تعالیٰ جو تم عمل کرتے ہو گھیرنے والے ہیں۔''

اور فرمان الٰہی ہے:

﴿ وَسِعَ رَبِّي كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴾ (الانعام: ۸۰)

''میرے رب کا علم ہر چیز پر چھایا ہے کیا پس تم نصیحت نہیں پکڑتے۔''

اَلْعَالِمُ

جاننے والا

ہر ایک ظاہری اور خفیہ چیز جاننے والا۔ اور اپنے علم سے ہر ایک چیز کا احاطہ کرنے والا۔

یہ اسم گرامی قرآن مجید میں تیرہ مرتبہ وارد ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيرُ الْمُتَعَالِ﴾ (الرعد: ۸)

''غیب اور حاضر کو جاننے والے بڑے بلند شان ہیں۔''

بے شک اللہ تعالیٰ ان کے راز اور سرگوشی کو جانتے ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ غیب کا علم رکھتے ہیں؛ اور وہ جو ان کے آگے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اسے جانتے ہیں کوئی ان کے علم کا احاطہ نہیں کرسکتا۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿وَسَتُرَدُّونَ إِلَى عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ (التوبہ: ۱۰۵)

''اور عنقریب تم غیب اور حاضر جاننے والے کی طرف لوٹائے جاؤ گے وہ تمہیں وہ خبر دیں گے جو تم کرتے تھے۔''

آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے؛ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والے ہیں۔ غیب کی چابیاں صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں؛ ان غیبی امور کو اور کوئی نہیں جانتا۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ (الانعام: ٥٩)

''غیب کی چابیاں اُنہی کے پاس ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔ اور وہ جانتے ہیں جو خشکی اور تری میں ہے؛ جو بھی پتہ گرتا ہے وہ اسے جانتے ہیں؛ نہ زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ ہے اور نہ کوئی تر اور خشک؛ مگر وہ ایک واضح کتاب میں ہے۔''

اس اسم گرامی کا تقاضا ہے کہ انسان عمل کے وقت یہ ذہن میں رکھے کہ اس کا ہر عمل اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو شمار کر کے رکھتے ہیں؛ اور پھر ان کے حساب سے بدلہ دیا جائے گا۔''

انسان بھول جائے گا؛ رب تعالیٰ نہ بھولیں گے۔

اَلْعَلَّامُ

بہت زیادہ جاننے والا

معنی :...... عَلَّام جوکہ فَعَّال کے وزن پر ہے؛ اوزان مبالغہ میں سے ہے۔ یہ اسم ظاہر کرتا ہے کہ صفت علم کا رب العالمین کی ذات کے ساتھ بکثرت ارتباط ہے۔قرآن مجید میں اسم علام چار مرتبہ وارد ہوا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ﴾ (المائدۃ:۱۰۲)

''بیشک آپ غیب کے بہت زبردست جاننے والے ہیں۔''

قرآنی آیات بتلاتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ دل اور سینہ کی پوشیدہ باتیں بھی جانتے ہیں ۔ اسے تمام اعمالِ انسانی کا علم ہے۔ وہ انسان کے دل اور آنکھ کی خیانت سے واقف ہیں۔ زمین کے اندر کے راز، آسمانوں کے اوپر کے اسرار، سب ان کے علم میں ہیں۔ زمین سے اوپر کو اٹھنے والی چیزیں۔ اوپر سے نیچے نازل ہونے والی چیزیں۔ ذرّہ ذرّہ، قطرہ قطرہ ان کے علم میں ہے۔

ذرّہ اور قطرہ کی بھی چھوٹی سے چھوٹی جسامت ان کے علم سے باہر نہیں۔ گزری ہوئی امتیں، آنے والی نسلیں؛ سب ان کے علم میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتایا ہے کہ وہ اپنے علم کے ذریعہ چھپی اور اعلانیہ، غیب اور حاضر سب چیزوں کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔ اورانہوں نے انسان کو پیدا کیا اور وہ جانتے ہیں جو اس کے نفس

میں وسوسہ آتا ہے۔ ارشاد فرمایا:

﴿رَبَّنَا إِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِي وَمَا نُعْلِنُ وَمَا يَخْفَى عَلَى اللَّهِ مِن شَيْءٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ﴾

”ہمارے رب! بے شک آپ جانتے ہیں جو ہم چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ پر زمین و آسمان کی کوئی چیز مخفی نہیں۔“

اللہ تعالیٰ اپنے کامل اور علم محیط کی اطلاع دے رہے ہیں کہ وہ بڑی اور چھوٹی، حقیر و جلیل، باریک اور موٹی ہر چیز کو جانتے ہیں تاکہ لوگ ان سے ڈر جائیں اور حیا کریں اور تقویٰ اپنائیں اور ایسا خوف دل میں بٹھائیں کہ انہیں احساس ہو کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہے ہیں، وہ آنکھ کی خیانت کو بھی جانتے ہیں اور امانت کو بھی۔ اور سینوں میں لپٹی باتیں اور ضمیر کے تہہ خانے میں راز و نیاز سے آگاہ ہیں۔

اسم گرامی ”العالم؛ العلیم اور العلّام“ پر ایمان کے ثمرات:

اول:...... اللہ تعالیٰ اپنے علم کے ذریعہ چھپی اور اعلانیہ، غیب اور حاضر سب چیزوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ وَمَا تَتْلُوا مِنْهُ مِن قُرْآنٍ وَلَا تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ إِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُودًا﴾ (یونس : ٦١)

”تو جس معاملہ میں ہو یا جو بھی قرآن سے تلاوت کرے اور تم جو بھی کام کرتے ہو ہم اس پر حاضر ہوتے ہیں۔“

دوم:...... تمام مخلوق نے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ کر جانا ہے؛ اور اپنے اپنے اعمال کا جواب دہ ہونا ہے؛ ارشاد گرامی ہے:

﴿وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ (التوبہ: ۱۰۵)

''اور عنقریب تم غیب جاننے والے اور حاضر جاننے والے کی طرف لوٹائے جاؤ گے وہ تمہیں وہ خبر دے گا جو تم عمل کرتے تھے''

سوم :...... اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کو جاننے والے ہیں۔ غیب کی چابیاں صرف ان کے پاس ہیں اور کوئی غیب نہیں جانتا۔ فرمایا:

﴿وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِىْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ (الانعام: ۵۹)

''اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں انہیں اسکے بغیر کوئی نہیں جانتا؛ اسے علم ہے جو صحراء اور سمندر میں ہے کوئی پتہ بھی نہیں گرتا؛ مگر اسے علم ہے؛ نہ زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ ہے اور نہ ہی تر اور نہ خشک مگر وہ کتاب مبین میں ہے۔''

چہارم :...... اللہ تعالیٰ کا علم زمین و آسمان کی ہر ایک چیز کو شامل اور اپنے احاطہ میں لیے ہوئے ہے۔ حتی کہ وہ دلوں میں خفیہ باتوں اور سینے میں دبے رازوں کو بھی جانتے ہیں۔ ان کا علم رحم مادر میں موجود چیز کو بھی شامل ہے۔

پنجم :...... اس علم کے نتیجہ میں خفیہ اور اعلانیہ میں اللہ تعالیٰ کا خوف اور ان کے مراقبہ کا احساس۔ اور اس کے نتیجہ میں راہ حق پر استقامت۔

ششم :...... انسان کو یہ یقینی علم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا ان تمام اشیاء کا علم ان چیزوں

کی پیدائش سے قبل؛ ان کے وقوع اور لوح محفوظ میں ان کے متعلق کتابت سے قبل بھی تھا۔ جب انسان کا یہ ایمان پختہ ہوجاتا ہے تو تقدیر پر اس کا ایمان کامل ہوجاتا ہے۔ اور مختلف مصائب اور تکالیف پر صبر کرنا آسان ہوجاتا ہے کہ وہی کچھ ہورہا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تقدیر میں لکھا جاچکا ہے۔

ہفتم :...... اللہ تعالیٰ کے شرعی احکام کے سامنے سر تسلیم خم کرنا؛ اور انہیں برضا وخوشی تسلیم کرنا۔ کیونکہ یہ احکام علیم وحکیم رب کائنات کی طرف سے نازل کردہ ہیں جو بندوں کی مصلحت اور منفعت کے عین مطابق ہیں۔ اس کے نتیجہ میں انسان کو سعادت دارین حاصل ہوتی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے میں خوشی محسوس کرتا ہے۔ اور وہ لوگوں تک یہ خیر پہنچانے کی کوشش کرتا ہے۔

ہشتم:...... جب انسان کا یہ عقیدہ پختہ ہوجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے احوال سے باخبر ہیں؛ تو اس کے لیے مشکلات برداشت کرنا آسان ہوجاتا ہے؛ اور اللہ تعالیٰ سے امیدیں مضبوط ہوجاتی ہیں کہ رب تعالیٰ اس مصیبت کے نتیجہ میں اس کے گناہ معاف کریں گے اور درجات بلند کریں گے؛ اور یہ دکھ اور تکلیف بھی گھڑیوں کی مہمان ہے؛ یہ بھی اس کے فضل وکرم سے جاتی رہے گی۔

نہم :...... علم نافع کی حرص کرنا۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے خضوع وتذلل اور بندوں کے ساتھ تواضع اختیار کرنا۔ تکبر اور فخر ومباہات کا اظہار نہ کرنا۔ کیونکہ دین ودنیا کا جو بھی علم کسی کو ملتا ہے؛ وہ اللہ تعالیٰ کی عنایت اور مہربانی اور فضل وکرم ہے۔

اَلْمَلِكُ

حقیقی بادشاہ

معنی: ...... وہ ہستی جس کے لیے آسمانوں اور زمینوں کی بادشاہی ہے۔ کوئی بادشاہ ان سے اوپر نہیں۔ اور نہ ہی کوئی چیز ان کی شاہی سے باہر ہے۔ انکی حکومت مطلق العنان ہے۔ اور کائنات کی ہر ایک چیز میں انکا تصرف ہے۔

مَلِك، بادشاہ کا لفظ قرآن پاک میں پانچ مقامات پر وارد ہوا ہے۔

﴿فَتَعَالَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ﴾ (طه: ١١٤)

''پس اللہ تعالیٰ عالی شان والے، حقیقی بادشاہ ہیں۔''

یہ اسم گرامی دلالت کرتا ہے کہ تمام اشیاء کے مالک اللہ تعالیٰ ہیں اور وہ بغیر کسی کی ممانعت اور مدافعت کے جو چاہیں تصرف کریں۔

حدیث ترمذی میں اَلْمَلِكُ کو اسمائے حسنیٰ میں شمار کیا گیا ہے۔ لغت میں اَلْمَلِكُ بادشاہ کو کہتے ہیں۔

دنیا میں لوگ بھی اَلْمَلِكُ کہلاتے ہیں؛ اللہ تعالیٰ نے ان کے یہ القاب برقرار رکھے ہیں۔ تو ظاہر ہوا کہ الملك نام رکھنا شرک نہیں۔

اسم اَلْمَلِكُ سے تعلق پیدا کرنے کا لازمہ ہے، کہ خود کو بادشاہ کے وفادار، اور اس کے نظام اور قانون کے محبّ ثابت کریں۔

ملک (بادشاہ ہونے) کا مطلب ہے کہ تمام تدابیر نافذہ اسی کی ہیں جو چاہے اپنے ملک میں فیصلے کرے اور حکم جاری کرے اس کی قضا وقدر کو کوئی لوٹا نہیں سکتا ،اس کے حکم کا کوئی تعاقب نہیں کر سکتا ،تقدیر میں ،شریعت میں ، جزا میں صرف اسی کا حکم چلتا ہے۔

تقدیر کے متعلق اسی کے احکام جاری ہوتے ہیں ،ایجاد وتعداد اسی کے حکم سے ہے ،زندہ کرنا اور مارنا اسی کے لیے ہے اس کی قضاوقدر کے مطابق ہی سب کچھ ہو رہا ہے۔ وہی شریعت کے احکام دیتے ہیں اپنے پیغمبروں کو بھیجتے اور کتابیں نازل کرتے ہیں؛ اپنی شریعت کے احکام بتاتے ہیں، اپنے حکم سے خلق کو پیدا کیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے عقائد ،اخلاق واقوال میں اور ظاہر و باطن میں اس کے حکم کے مطابق چلیں اور وہ انہیں حکم شرعی سے تجاوز کرنے سے روکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ وہ بادشاہ ہیں کہ ان کے اوپر کسی کی بادشاہی نہیں۔ ان کا حکم ہر ایک پر چلتا ہے؛ اور ان پر کسی کا حکم نہیں چلتا۔ان کی بادشاہی کی حقیقت یہ ہے کہ عطا کرنا اور روک لینا، عزت اور ذلت دینا، ثواب اور عذاب دینا ،غصہ کرنا، اور راضی ہونا ،حکومت دینا اور معزول کرنا سب ان کے ہاتھ میں ہے۔ وہ اعزاز کے لائق کو اعزاز دیں اور جو ذلت کے لائق ہے اسے ذلیل کر دیں۔

اللہ تعالیٰ کی کمال شاہی کا تقاضا ہے کہ وہ گناہ معاف کریں؛ تکالیف ختم کریں اور مظلوم کی مدد کریں۔ اور ظالم سے حق لے کر دیں۔

اَلْمَلِیْكُ

بادشاہ

معنی :...... اَلْمَلِیْك مُلك سے ہے۔ یہ اسم مبارک اللہ تعالیٰ کے ملک اور بادشاہی کی عظمت کی دلیل ہے۔ مالك اور ملك اور ملیك تین الفاظ معنیٰ کے لحاظ سے قریب قریب ہیں۔ قرآن مجید میں ایک جگہ پر مَلیك آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے:

﴿فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ﴾ (القمر: ۵۵)

''اقتدار رکھنے والے بادشاہ کے پاس مقامِ صدق میں ہونگے۔''

مَلیكُ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کے لیے مستعمل نہیں ہوا۔

اللہ تعالیٰ مَلیك ہیں کیونکہ ان کی بادشاہی میں کوئی دوسرا کسی بھی لحاظ سے اس کا شریک یا ساجھی نہیں۔

اللہ تعالیٰ مَلِیك ہیں کیونکہ ان کی ملک داری میں کسی دوسرے کو شرکت حاصل نہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ﴾ (بنی اسرائیل: ۱۱۱)

''وہ اپنی بادشاہت میں کسی کو شریک نہیں رکھتے۔''

اللہ تعالیٰ مَلِیك ہیں کیونکہ ہر شے کی ملکوت (جان) اسی کے قبضہ میں ہے:

﴿بِيَدِهٖ مَلَكُوتُ كُلِّ شَیْءٍ﴾ (یٰسٓ : ۸۳)

''ہر چیز کی بادشاہی اسی کے ہاتھ میں ہے''۔

اللہ تعالیٰ مَلِيك ہیں ؛ وہ اپنے بندوں کو نعیم مقیم اور ملک کبیر عطا فرمائیں گے۔

اللہ تعالیٰ مَلِيك ہیں ملائکہ اور ملوک (بادشاہ) اسی کی ملک (ملکیت) ہیں۔

مُلك اور ملکوت اسی کے امر کے تحت میں ہیں۔

جب اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کے حقیقی اور دائمی بادشاہ ہیں؛ تو پھر زمین میں جس کسی کو حکومت ملتی ہے؛ وہ عارضی اور کمزور ہوتی ہے۔ جو کہ ختم ہونے والی ہے۔ حقیقی بادشاہی اللہ تعالیٰ کی ہے جس کو کبھی زوال نہیں آئے گا؛ اور اس کے خزانوں میں کبھی کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔

اس اسم گرامی پر ایمان کا اثر یہ ہوتا ہے کہ انسان بھلے وہ بادشاہ ہی کیوں نہ ہو؛ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر اور خوف رہتا ہے؛ اور اس کی رضا مندی وخوشنودی کے لیے تواضع پیدا ہوتی ہے۔ اور جو اسے مل گیا ہے؛ اس پر وہ راضی اور قانع ہوجاتا ہے؛ کیونکہ اس مختار کل بادشاہ کا حکمت بھرا فیصلہ ہے ؛ اس سے انسان کو ایمان کی وہ حلاوت اور لذت اور راحت محسوس جس کے مقابل کوئی دوسری چیز نہیں۔

اَلْمَالِكُ

آقا

معنی :......ملکیت رکھنے والا؛ زمین و آسمان کے خزانوں کا حقیقی متصرف و مختار۔ مدبر و خالق۔

مالک کی حقیقتِ تمام اس طرح ہے کہ جو چاہیں عطا کریں، جو چاہیں روک لیں، جسے چاہیں عزت دیں، جسے چاہیں ذلت دیں، جسے چاہیں ثواب دیں، جسے چاہیں عذاب دیں، جس پر چاہیں غضب کریں، جس پر چاہیں راضی رہیں، جسے چاہیں حکومت اور ولایت عطا کریں، جسے چاہیں معزول کر دیں، جو اعزاز کے لائق ہے اسے اعزاز دیں اور جو ذلت کے لائق ہے اسے ذلیل کر دیں۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ﴾ (آل عمران: ۲۷)

''اے اللہ تعالیٰ! آپ ملک کے مالک ہیں آپ جسے چاہیں ملک دے دیں، اور جس سے چاہیں ملک چھین لیں۔''

''زمین و آسمان کی ہر چیز اللہ تعالیٰ سے مانگتی ہے؛ اور وہ اسے نوازتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ مخلوق کی غلطیوں سے صرف نظر کر کے گناہ بخشتے اور مصیبت دور کرتے ہیں؛ فقیر کو غنی کرتے اور بیمار کو شفاء دیتے ہیں، گنہگار کی پردہ پوشی کرتے ہیں،

ذلیل کو عزت دیتے ہیں، عزیز کو ذلیل کرتے ہیں۔ زمین و آسمان کی پیدائش سے پچاس ہزار برس پہلے سے قضا و قدر لکھی جا چکی ہے؛ ان کا حکم نافذ ہو چکا ہے۔ وہ تنہا اپنی ساری بادشاہی مین تصرف کرنے والے ہیں۔ تنہا بادشاہ ہیں۔ ان کے ملک میں کسی کو تنازع کرنے کی ہمت نہیں، نہ کوئی ٹکراؤ کرنے کی جرأت پاتا ہے، ان کی مملکت میں ان کا تصرف عدل و احسان، حکمت و مصلحت اور رحمت کے دائرہ میں جاری رہتا ہے۔"

اسمائے گرامی "المَلِكُ ؛المَلِيكُ اور المَالِكُ" پر ایمان کے ثمرات:

اول:...... یہ کہ تنہا اللہ تعالیٰ مطلق العنان بادشاہ ہیں ان کا کوئی شریک نہیں؛ وہی اکیلے تمام مخلوقات کے پالنہار ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ﴾

(الزمر: ٦)

"یہ اللہ تعالیٰ تمہارے رب ہیں انہی کے لیے بادشاہی ہے ان کے علاوہ کوئی معبود نہیں، تم کہاں پھرے جاتے ہو؟۔"

دوم:...... نفع و نقصان کے مالک؛ خزانوں کے بادشاہ اور عبادت کے مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہیں۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ (المائدہ: ٧٦)

"کہہ دو! کیا تم اللہ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہو جو نفع ونقصان کے مالک نہیں، اللہ تعالیٰ سنتے اور جانتے ہیں۔"

سوم:...... جب اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز کے مالک ہیں؛ تو جو کچھ بھی انسان کے پاس ہے؛ مال ودولت؛ بیوی بچے؛ وغیرہ یہ سب اللہ تعالیٰ کا احسان اور اس کی عنایات ہیں جو تمام کی تمام صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں، وہی مالک ومتصرف ومختار ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ۝ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّ اِنَاثًا وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ﴾ (الشوریٰ: ۴۹، ۵۰)

''اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہے زمین و آسمان کی بادشاہی؛ وہ جو چاہیں پیدا کرتے ہیں؛ جسے چاہیں لڑکیاں عطا کریں، جسے چاہیں لڑکے عطا کریں، یا انہیں لڑکے اور لڑکیاں جوڑے عطا کریں،اور جس کو چاہیں بانجھ کر دیں، بے شک وہ علم وقدرت والے ہیں۔''

یہ آیت دلیل ہے کہ اہل خانہ اور اولاد ایک عطیہ ربانی ہے؛ ان میں وہی اللہ تعالیٰ تنہا تصرف کرتے اور ان کی تدبیر کرتے ہیں۔ وہ جو چاہیں گے؛ ہوگا؛ جو نہ چاہیں وہ نہ ہوگا۔ جسے چاہیں اولاد سے محروم کر دیں اور جس کو چاہیں یہ نعمت عطا کر دیں۔ پس اچھے اہل خانہ اور نیک اولاد اور رزق حلال کی طلب اور دعا بھی صرف اسی ہستی سے کریں جو ان کی مالک ومختار اور عطا کرنے پر قادر ہے۔

چہارم:...... اللہ تعالیٰ زمین و آسمان اور ان میں موجود ہر ایک چیز کے خالق و مالک اور قادر مطلق بادشاہ ہیں۔ کوئی بھی چیز ان کی تخلیق اور ملکیت سے باہر نہیں ہوسکتی۔ جس کسی کو کسی بھی چیز کی ملکیت یا کسی علاقہ کی بادشاہی یا سرداری

ملتی ہے؛ اس کی حکمت اور نظام تدبیر و تصرف کے تحت اس کی عنایت سے ملتی ہے۔ اس کی عنایت کو کوئی روکنے والا نہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ (آل عمران : ۲۷،۲۸)

''اللہ آپ ملک کے مالک ہیں آپ جسے چاہیں ملک دیدیں، اور جس سے چاہیں ملک چھین لیں۔ جسے چاہیں عزت دیں، جسے چاہیں ذلیل کریں، آپ کے ہاتھ میں ہر خیر ہے، بیشک آپ ہر چیز پر قادر ہیں۔''

توحید پرست انسان کو چاہیے کہ اپنی دنیا و آخرت کی چھوٹی اور بڑی ہر ایک قسم کی حاجت کا سوال صرف اللہ تعالیٰ سے کرے وہ عنایت کرنے والے بادشاہ ہیں۔

پنجم:...... اللہ تعالیٰ کی بادشاہی اور ملکیتِ حقیقی یہ ہے کہ زمین و آسمان کے خزانے اسی کے لیے ہیں۔ ان میں سے دن اور رات اپنے بندوں پر خرچ کرنے اور انہیں انعامات سے نوازنے کے باوجود ان میں کوئی کمی نہیں آتی۔ اور یہ خرچ کرنا اس کی رحمت ؛ حکمت اور بندوں کی مصلحت کے مطابق ہوتا ہے۔ جس میں کسی پر کوئی ظلم نہیں ہوتا۔

ششم:...... ان اسمائے گرامی پر ایمان رکھنے سے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت؛ خوف اور ہیبت پیدا ہوتی ہے کہ صرف اس ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے؛ جو تمام زمین و آسمان اور جو کچھ ان کے درمیان ہے؛ اس کے حقیقی بادشاہ اور مالک ہیں؛ وہ اپنے ان خزانوں میں سے جس کو چاہیں نواز دیں اور جسے

چاہیں محروم رکھ دیں یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے علم و حکمت کے عین مطابق ہے۔

ہفتم:...... اللہ تعالیٰ کو اپنی قدرت اور بادشاہت میں کمال حاصل ہے اور اس کے خزانے نہ تو ختم ہوتے ہیں نہ ان میں نقص آتا ہے اگرچہ وہ اگلے اور پچھلے؛ جنات اور انسانوں میں سے ہر ایک کو اس کی خواہش کے مطابق بھی دیدیں؛ پھر بھی ذرہ برابر اس کے خزانوں میں کمی نہیں آتی۔'' (مسلم: ۲۵۷۷)

ہشتم:......ان اسماء پر ایمان رکھنے سے انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہوتا ہے کہ اس کی زندگی اور موت کے مالک وہی اللہ تعالیٰ ہیں جن کے ہاتھ میں اس کی پیشانی ہے؛ اور اس کو ان پر تصرف کرنے میں غلبہ و قدرت اور فوقیت حاصل ہے۔ پس انسان اللہ تعالیٰ کے احکام شریعت کو قبول کرتا ہے؛ اور ان کے منع کردہ امور سے باز آجاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک عاجز بندہ بن کر رہتا ہے۔

اَلْحَمِیْدُ

تعریف کے لائق

معنی :...... جو اپنے تمام اسماء وصفات اور افعال میں؛ اپنی شریعت اور تقدیر میں قابل تعریف ہو۔ اور ہر حال میں اس کی تعریف بیان کی جائے۔ اپنے مخلوق کے ساتھ احسان و بھلائی اور اپنی صفات میں انتہائی جلال و کمال کی وجہ سے وہ اکیلا ہی ہر قسم کی تعریف کا مستحق ہے۔

قرآن کریم میں یہ اسم گرامی سترہ مرتبہ وارد ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ﴾ (هود: ٧٣)

''بیشک وہ قابل تعریف اور بزرگی والے ہیں۔''

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ﴾ (البقرة: ٢٦٧)

''اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ غنی اور حمید (بے نیاز اور قابل تعریف) ہیں۔''

ان دونوں اسماء گرامی کا یہ جوڑ بتلاتا ہے کہ بزرگی و حکمت؛ بے نیازی اور ولایت کے احکام اسم حمید میں داخل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی جملہ ستودگی؛ جملہ محامد و محاسن کے مالک ہیں۔ اہل ایمان کو انہی کی تحمید و تمجید وتہلیل وتکبیر سے خانہ دل کو آباد و شاد رکھنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء وصفات حمد ہی ہیں۔ اور اعمال واحکام، عدل، وانتقام، اس کا فضل واحسان سب ہی حمد ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی حمید ومجید ہیں۔ دنیا وآخرت میں انہی کے لیے حمد ہے۔ حمد کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ حمد بمعنی شکر: یعنی جو اس نے بندوں پر احسان کیا ہے؛ اس پر حمد کرنا شکر کا معنی بھی رکھتا ہے۔

۲۔ ذاتی صفاتِ کمال کی وجہ سے حمد کا مستحق ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ہر صفت میں کمال وجمال اور اجلال پایا جاتا ہے۔ جس پر اس کی حمد ہے۔

اس اسم کے ثمرات پانے کے لیے محمود الافعال اور محمود الصفات بننے کی سعی کرنا چاہیے۔ نبی ﷺ کی دعائے تہجد میں ہے:

((اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ قَیِّمُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِیْھِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ نُورُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِیْھِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ مَلِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْھِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ وَأَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ الْحَقّ .))

"یا اللہ! اے ہمارے رب! حمد آپ کے لیے ہے۔ آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے اندر ہے؛ ان کو قائم رکھنے والے آپ ہی ہیں۔ آپ کے لیے حمد ہے۔ آسمانوں وزمین اور ان میں سب چیزوں کا نور آپ ہی ہیں آپ کے لیے ہی حمد ہے آسمانوں اور زمین اور ان کے اندر کی سب اشیاء کے بادشاہ آپ ہی ہے حمد کے مالک آپ ہیں آپ حق ہیں اور آپ کا فرمان بھی حق ہے۔"

اسم گرامی "الحمید" پر ایمان کے ثمرات:

اول:......اس اسم گرامی پر سچا ایمان رکھنے سے انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی انتہائی کمال درجہ کی محبت و تعظیم پیدا ہوتی ہے؛ ایسی محبت کہ مخلوقات میں سے کوئی اس میں شریک نہیں ہوسکتا۔ اور پھر اس محبت کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی خالص بندگی؛ کہ انسان کے تمام تر اعضاء و جوارح بھی اس کی عبادت میں لگ جاتے ہیں۔ اوامر کی اطاعت کرتے اور نواہی سے بچ کر رہتے ہیں۔

دوم:...... کثرت کے ساتھ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ذکر اور شکر۔ خصوصاً وہ اذکار پڑھنا جن میں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی گئی ہو۔

سوم:...... یہ یقین کہ اللہ تعالیٰ مطلق طور پر ہر قسم کی حمد وثناء کے مستحق ہیں؛ ارشاد فرمایا:

﴿فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ (الجاثیہ ٣٦ - ٣٧)

"تمام حمد اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو آسمانوں اور زمین کے رب ؛رب العالمین ہیں اُنہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی کبریائی ہے۔"

چہارم: تمام انسانیت اور دیگر مخلوقات اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کے محتاج و فقیر اور منگتا ہیں۔ دینے والی قابل تعریف اور بے نیاز ہستی صرف وہی ہے:

﴿يٰاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ﴾ (فاطر:١٥)

"اے لوگو! تم اللہ کے محتاج ہو اور اللہ تعالیٰ ہی بے پروا لائق حمد وثنا ہیں۔"

اَلْمَجِیْدُ

بزرگی والا

معنی: ...... بلند پایہ۔ وسیع تر کامل صفات والا؛ عالی المرتبت؛ واسع الجود و الکرم۔ جس کی عظمت کی بنا پر مخلوق اس کی بزرگی بیان کرتی ہے۔

یہ اسم گرامی کتاب اللہ میں دو مقامات پر وارد ہوا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ اِنَّہٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ﴾ (ھود : ۷۳)

''بے شک وہ تعریف کیے گئے بزرگی والے ہیں۔''

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ ذُوالْعَرْشِ الْمَجِیْدُ﴾ (البروج : ۱۵)

''وہ عرش والے مجید ہیں۔''

مجید وہ ہے جس میں مجدِ نفسی، شرفِ ذاتی، سلامتِ افعال، کرامتِ فضلاء، جزالتِ عطاء اور کثرتِ نوال پائی جائے۔

اسم ''مجید'' اپنے اوصاف کی کثرت اور وسعت کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی بادشاہت اور سلطنت کی عظمت اور اس کے کمال و جمالِ مطلق پر دلالت کرتا ہے اس کا احاطہ بندوں سے ممکن نہیں۔ افعال ،اقوال اور ذات وصفات کی بزرگی صرف انہی کو حاصل ہے۔ سارا قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی بزرگی اور تعظیم ہی بیان

کرتا ہے۔ مگر سورۃ فاتحہ قرآن کریم کی سب سے بلند مرتبت سورت ہے اس کا نصف اللہ تعالیٰ کی ثنا وتحمید پر مشتمل ہے۔ باقی نصف دعا اور عہد و میثاق ہے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''میں نے نماز اپنے اور بندے کے درمیان تقسیم کردی ہے۔ آدھی میرے لیے اور آدھی بندے کے لیے۔ میرا بندہ جو سوال کرتا ہے میں اسے دوں گا۔ جب بندہ کہتا ہے: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میرے بندے نے میری حمد کی۔ جب کہتا ہے: ﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میرے بندے نے میری ثنا کی۔ اور جب کہتا ہے: ﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ''میرے بندے نے میری بزرگی بیان کی۔ جب بندہ کہتا ہے: ﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ تو اللہ کہتے ہیں: ''یہ میرے اور بندے کے درمیان ہے اور میرے بندے نے جو مانگا ہے وہ اسے ملے گا......'' (مسلم)

نماز ساری کی ساری ثنا و تعظیم اور تمجید باری تعالیٰ پر اور اس حمید و مجید کی بزرگی پر ہی مشتمل ہے۔ وہی ثنا و بزرگی کا اہل ہے۔

آپ رکوع وسجود میں بھی اللہ کی تعظیم اور اس کی بزرگی بیان کرتے تھے۔ اور جب تشہد کے لیے بیٹھتے تو اللہ کی تعریف و بزرگی بیان کرتے اور آخر میں پڑھتے تھے: اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ'' بے شک تو تعریف کیا گیا بزرگی والا ہے۔''

نماز کا اول بھی حمد و تمجید ہے اور اس کا آخر بھی حمد و تمجید ہے بلکہ ساری نماز ہی حمد و تمجید پر مبنی ہے۔

اسم گرامی "المجید" پر ایمان کے ثمرات:

اول:...... حمد و مجد مطلق طور پر اللہ تعالیٰ حمید و مجید کے لیے ہے۔ حمید وحبیب وہ ہے جو کمال کی تمام صفات کا مستحق ہے اور مجید وہ ہے جو کہ عظیم، واسع، قادر، غنی اور جلالت وکرامت والا ہو۔ (التبیان فی اقسام القرآن: ۱۲۵)

کیونکہ یہ اسم گرامی یہ مجد و بزرگی اور اوصافِ کمال کی کثرت اور نیکی اور خیر کے افعال کی کثرت پر؛ اور نوازشات وعطیات کے متعدد ہونے پر دلالت کرتا ہے بندے کے لیے یہ حالت بہت ہی اشرف وارفع اور سود مند ہوتی ہے۔

دوم:...... حکم یہ ہے کہ نماز کے آخر میں اپنے رب کی ثناء کریں ہر رکعت کے آخر میں رکوع سے اٹھ کر اعتدال کی حالت میں یہ کہنے کا حکم ہے:

((رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ اَهْلَ الثَّنَآءِ وَالْمَجْدِ .))

"اے ہمارے رب! حمد آپ کے لیے ہے اے ثنا و بزرگی والے۔"

سوم:...... اللہ تعالیٰ کی محبت و تعظیم؛ کہ اس کا جود و کرم؛ فضل و رحمت تمام مخلوق کے لیے وسیع ہیں؛ اور کمزور مخلوق سے تعلق ترک کر کے اللہ تعالیٰ زبردست قوت اور غلبہ والے کے ساتھ تعلق قائم کرنا؛ بھلے مخلوق میں محدود پیمانے پر مجد و کرم (بزرگی) پائی جاتی ہو۔ ان کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی دین اور ان کی عنایت ہے۔

چہارم:...... ذکر و اذکار میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور بزرگی بیان کرنا؛ اور اس کی تعظیم و تقدیس بجالانا۔

پنجم:...... اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اپنی بزرگی متعدد آیات میں بیان کی ہے۔

بلکہ سارا قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی بزرگی اور تعظیم ہی بیان کرتا ہے، قرآن پاک کی کوئی آیت بھی اس کی بزرگی کے بیان سے خالی نہیں ہر آیت میں اس کے اسمائے حسنیٰ اور صفاتِ علیا (یا پھر ان کے اثرات وثمرات اور تقاضے) بیان ہوئے ہیں اور اس کے حکیمانہ افعال کا تذکرہ ہے۔ یہ بیان بندہ کو اضطراری طور پر بارگاہ الٰہی میں سرخم کرنے اور اس کی تعریف و بزرگی بیان کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔

اَلْخَبِيْرُ

باخبر اور آگاہ

خبیر کا معنی ہے جس کا علم رازوں سے واقف ہو اور ضمیر میں چھپی باتوں کے علم کی انتہاء اس پر ہوتی ہو۔ اور لطیف امور سے باخبر ہو ذرات کی باریکیوں کا رازدار ہو۔ خَبَر سے بھی خَبِیْر بنتا ہے اور خَبُرَتْ سے بھی۔

یہ اسم گرامی مجید میں پنتالیس (۴۵) بار آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ﴾ (الانعام: ۱۰۳)

''انہیں آنکھیں نہیں پا سکتیں وہ آنکھوں کو پالیتے ہیں وہ باریک بین خبردار ہیں۔''

اللہ تعالیٰ ایسے خبیر ہیں، جو جملہ اخبارِ غیب وشہادت کی اطلاع پر حاوی ہیں، اور دنیا و آخرت کے احوال کو جانتے ہیں، انہیں جملہ وقائع کی خبر ہے، جو دانائی وزیرکی کے مالک ہیں۔

جب خبیر کے ساتھ علیم کا اسم ہوتا ہے، تب علیم کا تعلق علم ذات سے ہوتا ہے اور خبیر کا تعلق دوسرے کے افعال سے۔ قرآن مجید میں اس اسم کا اطلاق کہیں اسم بصیر کے ساتھ ہوا ہے اور کہیں علیم کے ساتھ اور کہیں اسم

لطیف کے ساتھ ہوا ہے۔ اور یہ جملہ اسماء اطلاع وخبر اور واقفیت وعلم کے مختلف مدارج کو ظاہر کرتے ہیں۔

وہ خبیر ہے کہ اسے اپنی تمام مخلوقات کی تمام تر چھوٹی یا بڑی ضروریات کا علم ہے۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ﴾ (الملك : ١٤)

''خبردار! وہ جانتے ہیں جوانہوں نے پیدا کیا وہ لطیف وخبیر ہیں۔''

اسم گرامی ''الخبیر'' پر ایمان کے ثمرات:

اول: ......اس اسم مبارک کا تقاضا ہے کہ انسان اپنے تمام امور میں اللہ تعالیٰ کی نگرانی ونگہبانی اور علیم وخبیر ہونے کا احساس کرے۔ اور یہ ایمان ہونا چاہیے کہ مالک الملک اس کی ہر حرکت سے باخبر ہے؛ اور اس نے ہر ایک حرکت کا اس کی بارگاہ میں جواب دینا ہے۔ فرمایا:

﴿اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِیْ صَخْرَةٍ اَوْ فِی السَّمٰوٰتِ اَوْ فِی الْاَرْضِ یَاْتِ بِهَا اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ﴾

(لقمان ١٦)

''بے شک کوئی چیز اگر رائی کے دانے کے برابر ہو، اور وہ کسی چٹان میں ہو، یا آسمانوں میں یا زمین میں؛ تو اسے اللہ تعالیٰ لے آئیں گے، بلا شبہ اللہ تعالیٰ بڑے باریک بین، پوری خبر رکھنے والے ہیں۔''

دوم: ......انسان کا یہ ایمان ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اپنی تمام تر مخلوقات؛ خواہ وہ انسان ہوں یا جنات یا فرشتے؛ یا دیگر مخلوقات؛ ان کے احوال سے باخبر ہیں۔

اور کوئی بھی ادنیٰ سے ادنیٰ چیز بھی ان پر مخفی نہیں۔

سوم:...... اس اسم کریم پر ایمان کے نتیجہ میں انسان میں حسن عبادت؛ یقین؛ اور اعتقاد اور استقامت پیدا ہوتے ہیں۔ انسان ظاہری اور باطنی طور پر صراط مستقیم پر گامزن ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قضاوقدر پر اطمینان نصیب ہوتا ہے۔

چہارم:...... اللہ تعالیٰ کے ہاں ہمارے اسرار اور ظاہری باتیں سب برابر ہیں۔ وہ دلوں کے خفیہ راز اور سینوں کے احوال سے باخبر ہیں۔ کوئی بھی چیز ان پر مخفی نہیں ہے۔

پنجم:...... اللہ تعالیٰ کے اس اسم گرامی کی تعظیم بجالاتے ہوئے گناہوں سے اجتناب اور دوری؛ اور واجبات کی ادائیگی۔ کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز سے باخبر ہیں؛ اور ان کے سامنے جواب دہ ہونا ہے؛ لہٰذا اس جواب دہی سے قبل اس کی تیاری کر لی جائے۔

ششم:...... کائنات میں صرف اللہ تعالیٰ کا حقیقی اور حسن تصرف ہے جو ان کے رب ہونے کی دلیل ہے۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ أَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَتُصْبِحُ الْأَرْضُ مُخْضَرَّةً إِنَّ اللَّهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ ○ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ○ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ وَيُمْسِكُ السَّمَاءَ أَن تَقَعَ عَلَى الْأَرْضِ إِلَّا بِإِذْنِهِ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ○ وَهُوَ الَّذِي أَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ إِنَّ

الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ﴾ (الحج: ٦٣۔ ٦٦)

''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ نے آسمان سے پانی اتارا تو زمین سرسبز ہو جاتی ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ لطیف و خبیر ہیں۔ انہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور جو زمین میں ہے۔ اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑا بے پروا، قابل تعریف ہیں۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ نے تمھاری خاطر زمینی مخلوقات کو مسخر کر دیا ہے اور ان کشتیوں کو بھی جو سمندر میں اس کے حکم سے چلتی ہیں اور وہ آسمان کو تھامے ہے کہ زمین پر نہ گر پڑے مگر اس کے اذن سے۔ بے شک اللہ لوگوں کے ساتھ رؤف و رحیم ہیں۔ اور وہی ہیں جنھوں نے تمھیں زندگی بخشی، پھر تمھیں ماریں گے، پھر تمھیں زندہ کریں گے۔ بے شک انسان بہت ناشکرا ہے۔''

اَلْقَوِیُّ

طاقت اور قوت والا

معنی:...... قوی قوت سے ہے۔ وہ ہستی جسے قدرت کاملہ اور قوت تامہ حاصل ہے۔ نہ ہی کوئی غلبہ حاصل کرنے والا ان پر غالب آسکتا ہے اور نہ ہی کوئی منکر ان کے فیصلہ کو رد کرسکتا ہے۔ ان کا حکم ہر حال میں نافذ ہوکر رہتا ہے۔ اور مخلوق میں ان کے فیصلے جاری وساری ہیں۔ وہ اپنے مؤمن بندوں کی مدد کرنے والے ہیں۔ اور جو کوئی ان کا انکار کرے اسے بہت سخت سزا دینے والے ہیں۔

یہ اسم گرامی قرآن مجید میں نو بار آیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴾ (ھود: ٦٦)

"بے شک آپ کا رب قوی اور عزیز ہے۔"

ایک جگہ پر اسم گرامی متین کے ساتھ مل کر ذوالقوۃ وصف آیا ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُوالْقُوَّةِ الْمَتِيْنِ﴾ (الذاریات: ٥٨)

"بیشک اللہ تعالیٰ ہی رزاق اور مضبوط قوت والے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ کی قوت کے دلائل میں سے یہ واضح دلیل ہے کہ اس نے اپنے انبیائے کرام اور اولیائے عظام کی نصرت وحمایت کی۔ انبیائے کرام کے واقعات جو قرآن نے بیان کیے ہیں وہ اس پر شاہد عدل ہیں۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ﴾ (الحج : ٤٠)

''اور البتہ ضرور اللہ تعالیٰ اس کی مدد کریں گے جو ان کی مدد کرے گا بے شک اللہ تعالیٰ قوی اور غالب ہیں۔''

اس کا شاہد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قوت والے ہیں؛ انہوں نے آسمان اور زمین کو اپنے حکم کے ساتھ تھام رکھا ہے؛ اور ان کی حفاظت کرتے ہیں کوئی چیز انہیں بے بس نہیں کرسکتی؛ اور نہ ہی آپ ان کی حفاظت سے تھکتے ہیں۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ﴾ (البقرہ : ٢٥٥)

''ان کی حفاظت اسے اکتاتی نہیں وہ بہت بلند بڑی شان والے ہیں۔''

اسم گرامی ''القوی'' پر ایمان کے ثمرات:

اول:...... روزِ قیامت مشرک جب عذابِ الٰہی اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے تو انہیں پختہ یقین ہو جائیگا کہ قوت ساری اللہ کی ملکیت میں ہے۔ اور وہ دنیا میں اللہ کی قوت کے شواہد دیکھنے سے آنکھیں بند کیے ہوئے تھے۔ جب کہ مومن کو ہر دم اللہ تعالیٰ کی قوت پر ایمان ہے: ارشاد فرمایا:

﴿ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ﴾ (البقرہ : ١٦٥)

''اور اگر وہ ظالم لوگوں کو دیکھ لیں؛ جب وہ عذاب دیکھیں گے؛ اور یہ کہ ساری قوت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والے ہیں۔''

دوم:...... اللہ تعالیٰ کی قوت کا شاہد یہ بھی ہے کہ وہ ظالم کو ہلاک کرتے ہیں؛ اور

مجرموں سے انتقام لیتے اورانہیں سزائیں دیتے اوران پر عذاب مسلط کرتے ہیں۔ ارشادِ گرامی ہے:

﴿ كَدَأْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَفَرُوْا بِاٰيَاتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴾(الانفال: ٥٢)

''جیسے آل فرعون اوراس سے پہلے لوگوں کی عادت تھی؛جو للہ تعالیٰ کی آیات کے منکر ہوئے؛ تواللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے گناہوں کی پاداش میں پکڑلیا، بے شک اللہ تعالیٰ قوی اورسخت سزادینے والے ہیں۔''

سوم:...... اس کا شاہد یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان اورزمین اوران کے درمیان کا سارانظام اپنے حکم سے چلارہے ہیں اورآپ ان کی حفاظت فرماتے ہیں؛کوئی چیز انہیں بے بس اورعاجز نہیں کرسکتی؛ اورنہ ہی ان کے غلبہ اورتسلط سے باہر ہوسکتی ہے۔ ارشادباری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ﴾ (فاطر: ٤٤)

'' اللہ تعالیٰ کو زمین اورآسمان کی کوئی چیز عاجز نہیں کرسکتی بے شک وہ جاننے والے قدرت والے ہیں۔''

چہارم:...... اللہ تعالیٰ کی قوت کے شواہد میں سے یہ بھی ہے کہ وہ جوچاہتے ہیں کرتے ہیں؛ اس جہاں میں جوبھی چیز وقوع پذیر ہوتی ہے اورجوبھی حرکت وسکون اورعزت وذلت ہے؛ عطاء اورروکاوٹ ہے سب کچھ ان کے حکم سے ہے جووہ چاہتے ہیں؛ کرتے ہیں؛ انہیں کوئی روکنے والانہیں۔ نہ ہی ان پرکسی

کا غلبہ ہے وہ ہر چیز پر قہر وغلبہ رکھتے ہیں ہر چیز ان کے سامنے سرنگوں ہے۔
اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْ بَعْدِهٖ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ (فاطر: ۲)

''اللہ تعالیٰ لوگوں میں سے جس کے لیے رحمت کھولتا ہے اس کو کوئی روکنے والا نہیں اور جو روک لیتا ہے اسے چھوڑنے والا کوئی نہیں وہ غالب حکمت والے ہیں۔''

پنجم:...... بندے میں انکساری اور خشوع وخضوع پیدا ہوتے ہیں؛ دل اللہ تعالیٰ کے خوف سے لبریز ہوتا ہے؛ اور اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کی طرف پناہ کا جذبہ پیدا ہوتا ہے؛ اور اس کی عظمت کے سامنے سر تسلیم خم ہوتا ہے۔ برائی سے بیزاری اور نیکی سے وابستگی پیدا ہوتے ہیں۔

ششم:...... اپنے تمام تر چھوٹے بڑے امور میں اللہ تعالیٰ پر کامل توکل؛ کہ کائنات کی کوئی بھی چیز عنایت ربانی میں رکاوٹ نہیں بن سکتی۔ اور جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کا ارادہ فرمالیتے ہیں تو وہ ہوکر رہتا ہے؛ کوئی اسے روک نہیں سکتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے حکم میں غالب ہیں۔

ہفتم:...... مخلوق کی قوت وطاقت ظاہر کی نظر میں جتنی بھی زیادہ ہو؛ اس کی بے ثباتی اور ناکارگی کا یقین اور اہل ایمان کے لیے اللہ تعالیٰ کی مدد ونصرت پر اعتماد کامل۔ کفار کی تیاریاں جتنی بھی زیادہ ہوں؛ اور ان کے لشکر جتنے بھی بڑے ہوں؛ وہ کچھ بھی نہیں؛ شاعر کہتا ہے:

یہ سطوت باطل دھوکہ ہے یہ کفر کے لشکر کچھ بھی نہیں

ہشتم :......ساری قوت اللہ تعالیٰ کے لیے ہے کامیاب وکامران وہی ہوسکتا ہے جس کی مدد اللہ تعالیٰ فرمادیں۔ وہی عزیز ہے جس کو وہ عزت بخش دیں ؛ اور جس کی مدد وہ چھوڑ دے اس کا کوئی مددگار نہیں۔ ذلیل وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ ذلیل کرے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿إِنْ يَنْصُرْكُمُ اللَّهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَإِنْ يَخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِي يَنْصُرُكُمْ مِنْ بَعْدِهِ﴾ (آل عمران : ۱٦۰)

''اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کریں تو تم پر کوئی غالب آنے والا نہیں اور اگر وہ تمہیں ذلیل کر دے تو تمہاری کون مدد کرے گا؟''

اپنی قوت اور طاقت سے برأت کا اعلان؛ لاحول و لاقوة إلا باللّٰہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت گزاری اور معاصی سے اجتناب کی تمام تر قوت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے؛ اگر انسان کو اس کی ذاتی قوت کے سپرد کردیا جائے؛ تو وہ ہلاک ہوجائے۔

اَلْمَتِيْنُ

شدید قوت والا

معنی :......متین کا معنی ہے: ایسی شدید قوت والا جس کی قوت میں کبھی کمی نہیں آتی۔ اور نہ ہی اسے اپنے افعال میں مشقت محسوس ہوتی ہے؛ اور نہ ہی کسی چیز پر تھکاوٹ لاحق ہوتی ہے۔قوی اور متین میں تھوڑا سا فرق ہے۔

اسم گرامی متین ایک جگہ پر واقع ہوا ہے وہ ذوالقوۃ وصف کے ساتھ مل کر آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ﴾ (الذاریات : ۵۸)

''بیشک اللہ تعالیٰ ہی رزاق اور مضبوط قوت والے ہیں۔''

متین کا معنی شدید قوت والا ہے۔ جسے کوئی چیز عاجز کر سکے اور نہ ہی اس پر کوئی غالب آئے ، اس کا فیصلہ رد نہ کیا جا سکے، اس کا حکم نافذ ہوتا ہے اور اپنی مخلوق میں اس کی قضا وقدر جاری ہے۔عزت و ذلت؛ فتح ونصرت؛ ہار اور ناکامی؛ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے؛ اور ساری قوت اسی کے لیے ہے کامیاب وکامران وہی ہوسکتا ہے جس کی مدد اللہ تعالیٰ کرے۔ ،وہی عزیز ہے جس کو وہ عزت بخشے اور جس کی مدد وہ چھوڑ دے اس کا کوئی بھی نہیں ،ذلیل وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ ذلیل کرے۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿وَلَوْ يَرَى الَّذِينَ ظَلَمُوا إِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ أَنَّ الْقُوَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا وَأَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعَذَابِ﴾ (البقرہ: ١٦٥)

''اور اگر ظالم لوگ دیکھ لیں وہ منظر جو عذاب کا ہے؛ بیشک قوت ساری اللہ تعالیٰ کی ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ ہی ہیں جو تمام مخلوق کو رزق رسانی فرماتے ہیں، وہی ان تھک طاقتوں اور لامحدود قوتوں کے مالک ہیں۔

اللہ تعالیٰ مَتِیْن ہیں کہ وہ خود اپنی ذات کے ساتھ قائم ہیں۔ کسی دوسری طاقت کے محتاج نہیں۔ ہر ایک استحکام و پائیداری اور شدت وقوت کا انضباط ان کے حکم سے ہے۔ اس اسم پاک سے تعلق عقائد میں پختگی، اعمال میں مواظبت کی تعلیم دیتا ہے۔ باوجود ہر قسم کی طاقت وحکومت کے اللہ تعالیٰ کے حضور میں خود کو خاضع و خاشع اور ذلیل وخوار رکھنے کی ترغیب دیتا ہے۔

اسم گرامی ''المتین'' پر ایمان کے ثمرات:

اول:...... یہ ایمان پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات اور افعال میں وسیع قدرت کاملہ اور حکمت نافذہ کے مالک ہیں۔

دوم:...... اللہ تعالیٰ متین ہیں؛ یعنی ایسی قوت وقدرت کے مالک ہیں؛ جس میں کبھی انقطاع نہیں آتا۔ ان کی تمام صفات جلال جیسے قہر و جبروت؛ عزت و غلبہ ایسے ہی ہیں جیسے ان کی شان کے لائق ہیں۔ اور ان کی حکمت کے عین مطابق ہیں۔

سوم:...... جو کوئی انسان اللہ تعالیٰ کے اسم گرامی ''المتین'' کی معرفت حاصل

کر لے؛ تو اس کا تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین پر سختی سے عمل پیرا ہو؛ حق پر ثابت قدم رہے؛ اور پختہ ایمان و یقین والا ہو۔

چہارم :...... اللہ تعالیٰ کے دین متین کی رسی کو مضبوطی سے تھام لے اور اس میں کوئی ڈھیل یا رخنہ نہ آنے دے۔ لیکن یہ علیحدہ بات ہے کہ اس کی دعوت میں نرمی اپنائے ؛ اور اللہ تعالیٰ کے اسمائے گرامی حلیم و رفیق کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے لوگوں کے ساتھ نرمی سے پیش آئے اور ان کی جہالت کا جواب جہالت اور سختی سے نہ دے بلکہ عفو و درگزر سے کام لے؛ اور انہیں معاف کر دے۔

پنجم :...... متین کا مطلب یہ ہے کہ وہ مبارک ہستی جو کبھی بھی اپنے افعال میں مشقت نہ محسوس کرے؛ اور اسے تھکاوٹ محسوس نہ ہو۔ یہ صفات کمال ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کے ساتھ خاص ہیں۔ پس انسان کے اندر اس سے یہ احساس و شعور بیدار ہونا چاہیے کہ اس کے رب تعالیٰ کسی بھی لمحہ ان سے غافل نہیں ہوتے بلکہ ان کی ضروریات اور حاجات کی بار آور کرتے ہیں۔

فائدہ :...... حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اے عبداللہ بن قیس! لا حول ولا قوۃ الا باللہ کہو! یہ جنت کا خزانہ ہے۔“

(مسند احمد: ۵/ ۱۵۹ ، باسنادہ حسن، سلسلة الصحيحة: ۲۱۶۶)

”اس کلمہ میں خالص توحید ہے؛ مخلوق سے ہر قسم کی توفیق اور قوت کی نفی اور اللہ تعالیٰ کے لیے اس کا اثبات ہے۔“

اَلْعَزِيْزُ

سب پر غالب

یہ اسم عزت سے بنایا گیا ہے۔ عزت کے معنی ارجمندی، قوت وشوکت اور غلبہ کے ہیں۔ اور عزیز وہ ہے جس میں صفاتِ بالا بدرجہ اتم پائی جائیں۔ کفار نے ایک دیوی کا نام عُزّٰی رکھ چھوڑا تھا۔ یہ نام بھی عزیز ہی کا (یا اَعَزّ کا) مؤنث ہے۔

عزیز وہ ہوتا ہے جس میں عزت کے تمام معانی پائے جاتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ﴾ (فاطر : ۱۰)

''جو عزت چاہتا ہو تو عزت ساری کی ساری اللہ کے لیے ہے۔''

عزت کے تین معانی ہیں:

۱۔ **قوت**: اللہ تعالیٰ کا عظیم وصف ہے مخلوق کی قوت کو اس سے کوئی نسبت نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی رازق اور متین قوت والے ہیں؛ فرمان الٰہی ہے:

﴿ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ﴾

''کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا جو ان سے قوت میں سخت تھے۔''

اور ارشاد گرامی ہے:

﴿مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ إِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ﴾ (الحج : ٧٤)
''انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر نہیں کی جیسا کہ ان کی قدر کا حق ہے بیشک اللہ تعالیٰ قوی اور عزیز ہیں۔''

۲۔ **عزت** :...... مراد مضبوط ہونا ہے۔ وہ بذاتہٖ غنی ہے کسی کا محتاج نہیں، بندے اسے نفع و نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ نفع ونقصان اس کے ہاتھ میں ہے؛ وہ مغلوب ہونے سے پاک وصاف ہے دوسرا اس پر قدرت نہیں پا سکتا؛ اور اولاد اور شریکوں سے بری ہے۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾ (الصافات : ١٨٠)
''آپ کے رب؛ رب العزت پاک ہیں اس سے جو یہ بیان کرتے ہیں اور پیغمبروں پر سلامتی ہو تمام تعریفات اللہ کے لیے ہیں جو جہانوں کے رب ہیں۔''

۳۔ **قھروغلبہ** : ساری مخلوق اس کے سامنے مغلوب اور اس کی عظمت کے سامنے سرنگوں ہے۔ کوئی بھی چیز اس کے حکم کے بغیر حرکت نہیں کرتی اور اس کی قدرت اور اذن سے ہی تصرف کرتی ہیں جو وہ چاہیں وہ ہوتا ہے جو نہیں چاہتے وہ نہیں ہوتا۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ (آل عمران : ٢٦)

”فرما دو! اے اللہ! ملک کے مالک! جسے چاہیں بادشاہی دیں اور جس سے چاہیں ملک چھین لیں اور جسے چاہیں عزت دیں اور جسے چاہیں ذلیل کر دیں؛ خیر آپ کے ہاتھ میں ہے بیشک آپ ہر چیز پر قدرت رکھتے ہیں۔“

اس اسم گرامی عزیز پر ایمان کا یہ اثر ہے کہ بندہ اللہ وحدہ کے لیے ذلت و پستی اپنائے اسی سے پناہ طلب کرے، اس کی حفاظت میں آئے؛ اس کی جناب میں التجا کرے، اور عزت طلب کرے۔ کیونکہ اللہ اور اس کے رسول کے بعد عزت اہل ایمان کے لیے ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (المنافقون: ۸)

”اور عزت اللہ اور اس کے رسول کے لیے اور ایمانداروں کے لیے ہے۔“

زمین و آسمان میں کوئی اللہ تعالیٰ کی عزت اور غلبہ کا ہم مثل نہیں۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ (الروم: ۲۷)

”اور اسی کے لیے آسمانوں اور زمین میں اعلیٰ مثالیں ہیں اور وہ غالب حکمت والے ہیں۔“

اسم گرامی ”العزیز“ پر ایمان کے ثمرات:

اول: ......عزت بمعنی قہر یہ ایک مفہوم ہے؛ یعنی اس کے لیے ہر چیز مطیع اور جھکی ہے۔ عالم بالا اور عالم سفلیٰ اور ان کے درمیان ہر چیز چھوٹی ہو یا بڑی ہو اپنی تمام حرکات و سکنات کے ساتھ اس کے سامنے گردن ریز ہے۔ بے اختیار ہیں حکم صرف اللہ تعالیٰ کا چلتا ہے۔ شرعی حکم، تقدیر کا فیصلہ، جزائی معاملہ سارا اللہ

تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ اس کے سوا کوئی رب ہے نہ ہی معبود۔

دوم:...... اللہ تعالیٰ کا عزیز (غالب) ہونا حکمت کے ساتھ ملا ہوا ہے؛ یعنی اللہ تعالیٰ عزیز و حکیم ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے غلبہ کی وجہ سے کسی پر کوئی ظلم نہیں ہوتا؛ اور نہ ہی اسم عزیز کا یہ تقاضا ہے؛ بلکہ اللہ تعالیٰ کا غلبہ کمال حکمت اور عدل و انصاف اور رحمت پر مبنی ہے۔

سوم:...... اللہ تعالیٰ عزیز حکیم ہیں؛ وہ اپنے اس غلبہ میں کمال قدرت اور حکمت اور کمال علم کی وجہ سے کسی کے سامنے مغلوب نہیں ہوسکتے؛ مگر بھی یہ ان کی عنایت ہے کہ گنہگاروں سے انتقام لینے میں جلدی نہیں کرتے؛ بلکہ انہیں معاف کرتے اور توبہ کی مہلت دیتے ہیں؛ ارشاد فرمایا:

﴿إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ (المائدۃ ۱۱۸)

''اگر آپ انھیں عذاب دیں تو بے شک وہ آپ کے بندے ہیں اور اگر آپ انھیں بخش دیں تو بے شک آپ ہی سب پر غالب، کمال حکمت والے ہیں۔''

چہارم:...... انسان کا یہ کامل ایمان ہونا چاہیے کہ ہر قسم کی عزت اور غلبہ دنیا اور آخرت میں صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ دنیا میں جس کسی کو بھی کوئی غلبہ یا عزت حاصل ہوتی ہے؛ وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کی عنایت سے ہے۔

پنجم:...... جب بندہ کو یہ یقین ہو جائے کہ وہ ایسی ہستی کا بندہ اور غلام ہے جسے کامل غلبہ اور عزت و قدرت حاصل ہیں؛ تو اس کا دل اللہ تعالیٰ کے ہیبت و

جلال سے بھر جاتا ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے رکوع اور سجدہ بجالاتے ہوئے پستی اختیار کرتا ہے۔

ششم:...... اللہ تعالیٰ کی کمال عزت وغلبہ میں سے یہ بھی ہے کہ اس کی مخلوق میں اس کا (کوئی قدری) حکم نافذ ہوکر رہتا ہے؛ خواہ کسی کو یہ پسند ہو یا نہ ہو۔ اور وہی اللہ تعالیٰ ہیں جنہیں لوگوں کو دلوں پر غلبہ حاصل ہے؛ جیسے چاہتے ہیں دلوں کو پھیر دیتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی دوسرا قادر نہیں ہوسکتا۔ بس کمال مطلق ؛ اور مطلق غلبہ اور عزت صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔

فائدہ :...... اس اسم گرامی کا تقاضہ ہے کہ انسان اپنے اندر خشوع وخضوع اور تواضع وانکساری پیدا کرے؛ مخلوق کے ساتھ نرمی اپنائے۔

اَلْقَاهِرُ

زبردست

جس کے سامنے گردنیں جھک جائیں۔ بڑے بڑے سرکش سر تسلیم خم کرلیں۔ اور چہرے اس کے سامنے پست ہو جائیں۔ اور تمام مخلوق اس کی عظمت وجلال اور کبریائی کے سامنے سرنگوں ہو جائے۔ یہ اسم گرامی قرآن میں دو مقامات پر وارد ہوا ہے؛ ارشاد گرامی ہے:

﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً﴾(الانعام: ٦١)

''وہی غالب ہے اپنے بندوں پر اور وہ تم پر نگہبان بھیجتا ہے۔''

اور ارشاد گرامی ہے:

﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ﴾(الانعام: ١٨)

''وہی غالب ہیں اپنے بندوں پر وہ حکمت والا خبر رکھنے والے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ قاہر ہیں انہیں تمام مخلوق پر مکمل غلبہ حاصل ہے۔ ان کے حکم کے سامنے سب کے سب سرنگوں و عاجز ہیں۔ ساری مخلوق اس کے لیے پست اور اس کی قدرت ومشیت کے آگے سر تسلیم خم کیے ہوئے ہے۔ عالم بالا اور عالم سفلیٰ کے تمام عناصر اسی کے تابع ہیں۔ مخلوق اللہ تعالیٰ کی محتاج اور اس کے سامنے عاجز ہے؛ اور اپنی جانوں کے نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتی۔ یہ صفت قہار اللہ تعالیٰ کی حیات

کے کمال اور عزت وقدرت کے کمال کا لازمہ ہے۔

اسمائے گرامی قاہر اور قہار سے معلوم ہوتا ہے کہ توحید وایمان آپس میں لازم وملزوم ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے منفرد قہر وغلبہ کا اقرار کرے گا وہ یہ بھی اقرار کرے گا کہ برحق عبادت بھی صرف اسی کی ہے۔ اور اس سے شرک کے فساد کا پتہ چلتا ہے۔ یہ کیسے درست ہوسکتا ہے کہ مٹی یا کسی دوسری چیز سے پیدا شدہ مخلوق کو رب الارباب کے برابر قرار دیں۔ یہ مغلوب مخلوق واحد وقہار کی برابری کی کیسے حقدار ہوسکتی ہے؟۔ اللہ تعالیٰ ان کے شرک اور خرافات سے بلند وبالا ہیں۔

قاہر واحد ہی ہوتا ہے کیونکہ اگر اس واحد کے ساتھ ہمسری ہوتی تو وہ قاہر نہ ہوتا۔

اَلْقَهَّارُ

سب کو اپنے قابو میں رکھنے والا

معنی:...... قہّـار وہ ہے، جو ہر ایک غالب سے غالب تر ہے۔ جو ہر ایک زبردست کو زیر رکھنے والے ہیں۔

اسم گرامی قہـــار قرآن پاک میں چھ مقامات پر وارد ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴾ (ص:٦٥)

"کہہ دو! بے شک میں ڈرانے والا ہوں نہیں کوئی معبود مگر اللہ جو واحد وقہار ہے"۔

قہار کا مطلب جو ساری کائنات پر غالب ہو، ساری مخلوق اس کے لیے پست اور اس کی قدرت ومشیت کے آگے سرنگوں ہو، عالم بالا اور عالم سفلی کے تمام عناصر اسی کے تابع ہوں۔ ساری مخلوق اللہ تعالیٰ کی محتاج اور عاجز ہے یہ اپنی جانوں کے نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتی نہ ہی خیر وشر کا اسے اختیار ہے یہ صفت قہار اس کے حیات کے کمال اور عزت وقدرت کے کمال کا لازمہ ہے۔ اس وصف کا ثبوت اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا شاہد عدل اور اس کے تنہا الٰہ ہونے کی دلیل ہے

اور شرک اور شرکیہ اعمال کے باطل ہونے کی علامت ہے۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴾ (الرعد: ١٦)

"فرما دیجیے:! اللہ تعالیٰ ہر چیز کے خالق ہیں اور وہ واحد وقہار ہیں۔"

اللہ تعالیٰ ہی قہار ہیں، جو ہماری روح اور جسم پر پورا غلبہ رکھتے ہیں، ہمارا زمین پر چلنا پھرنا، آسمان کے تلے بے فکر رہنا سہنا صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے عنایت ہے، ورنہ زمین اپنا لقمہ بنا سکتی ہے اور وہی آسمان پر کاہ کی طرح ہم کو جلا سکتا ہے۔

اسم گرامی "القاھر اور القھار" پر ایمان کے ثمرات:

اول: ......غیر اللہ خود اپنے نفع ونقصان کے مالک نہیں؛ انہیں اللہ تعالیٰ کے مد مقابل لانا اور اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت چھوڑ دینا؛ اور اس کے دین خالص کو ترک کر دینا ہے۔

دوم: ......اکثر طور پر اسم گرامی القہار کے ساتھ کفار اور مشرکین کو تہدید ووعید میں ہلاکت کا کہا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد گرامی ہے:

﴿يَوْمَ تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ○ وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْأَصْفَادِ ○ سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ○﴾ (ابراھیم: ٤٨۔ ٥٠)

"جس دن زمین اس کے سوا زمین سے تبدیل ہوگی اور آسمان بھی؛ اور یہ اللہ واحد وقہار کے سامنے نمودار ہوں گے آپ مجرموں کو دیکھیں گے بیڑیوں میں جکڑے ہوں گے ان کا لباس گندھک سے ہوگا اور ان کے چہروں کو آگ سے ڈھانپ رکھا ہوگا۔"

سوم:...... اللہ تعالیٰ کا اپنی عظمت کے مقام اور ملک کے کمال میں اور روز قیامت مخلوق اس کے مطیع ہونے کے بارے میں ارشاد گرامی ہے:

﴿يَوْمَ هُم بَارِزُونَ لَا يَخْفَى عَلَى اللَّهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾ (غافر: ١٦)

''جس دن وہ نمایاں ہونگے اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز مخفی نہ ہوگی آج ملک کس کے لیے ہے، اللہ واحد قہار کے لیے ہے۔''

چہارم:...... اسم گرامی قہار سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ ہی تنہا الوہیت کے مستحق ہیں اسی لیے یہ اسم گرامی بار بار توحید کے ضمن میں آیا ہے؛ فرمایا:

﴿قُلْ إِنَّمَا أَنَا مُنذِرٌ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّا اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴾ (ص:٦٥)

''کہہ دو! بیشک میں ڈرانے والا ہوں نہیں کوئی معبود مگر اللہ واحد وقہار۔''

پنجم:...... اکثر مقامات پر اسم گرامی ''قہار'' لاکر اللہ تعالیٰ نے خود کو شرک سے پاک قرار دیا ہے۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿لَوْ أَرَادَ اللَّهُ أَن يَتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفَىٰ مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ سُبْحَانَهُ هُوَ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴾ (الزمر: ٤)

''اگر اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتے کہ اولاد پکڑیں تو اپنی مخلوق میں سے جس چاہتے بنالیتے وہ پاک ہیں وہی اللہ واحد قہار ہیں۔''

ششم:...... صرف اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک خالق و مالک اور قاہر و قادر کا خوف؛ او مخلوق سے خوف کا خاتمہ؛ کیونکہ مخلوق خود خوف کا شکار ہے۔

ہفتم:...... ان اسمائے گرامی سے اللہ تعالیٰ کے لیے صفت علو ثابت ہوتی ہے؛ یہ علو ذاتی بھی ہے اور صفاتی بھی اور مقام و مرتبہ کا بھی؛ فرمایا:

﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ﴾ (الانعام : ٦١)

''وہ اپنے بندوں کے اوپر پورا غالب ہے۔''

ہشتم:...... تمام مخلوق سے اپنے تعلقات اور رابطے ختم کر کے صرف اللہ تعالیٰ پر توکل اور اس سے تعلقات کی بحالی اور مضبوطی۔ کیونکہ وہی ایسی ہستی ہے جو تمام مخلوقات پر کلی طور پر مطلق غلبہ اور کامل غلبہ رکھتی ہے؛ اور اس کے سامنے کو پر بھی نہیں مار سکتا۔

نہم:...... یہ اسم گرامی عزت اور غلبہ کو بھی شامل ہے؛ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی تعظیم بجالائی جائے؛ اور اس کی عزت و وقار کا خیال رکھا جائے۔ ارشاد فرمایا:

﴿يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ○ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○﴾ (یوسف : ٣٩۔ ٤٠)

''اے میرے قیدی ساتھیو! کیا جدا جدا رب بہتر ہیں یا اللہ تعالیٰ واحد و قہار بہتر ہیں؟ نہیں تم عبادت کرتے مگر ناموں کی؛ جو نام تم نے خود رکھ لیے ہیں اور تمہارے باپوں نے یہ نام دیئے ہیں۔ اللہ نے ان کی کوئی دلیل نازل نہیں کی۔ حکم صرف اللہ کے لیے ہے اس نے حکم دیا ہے نہ تم عبادت

کرو مگر اسی کا یہ مضبوط دین ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔"

دہم:......ان اسمائے گرامی پر ایمان کے نتیجہ میں انسان کے اندر یہ احساس اور شعور پیدا ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کبریائی ؛ قہر و غلبہ اور جبروت کے سامنے انتہائی ذلیل اور پست ہے۔ اور جب تک کسی چیز میں اللہ تعالیٰ کی مشیت و قدرت اور ارادہ شامل نہ ہو تو اس وقت تک بندے کا ارادہ کچھ بھی کام نہیں آسکتا۔

اَلْجَبَّارُ

سب سے زبردست

جبر سے ہے۔ جبر کے معنی درستگی ہے وراس کے مقابلہ میں لفظِ کسر آتا ہے جس کے معنی شکستگی کے ہیں۔ یہ قہار کے معنی میں بھی آتا ہے۔ رحمت ورأفت اور لطف کا مفہوم دیتے ہیں، مراد ہے جو کسر پوری کردے، فقیر کو غنی کرنے والا، تنگی کو آسانی میں تبدیل کرنے والا، مریض اور مصیبت زدہ کو صبر کی بدولت پورا اجر دینے والا اور عافیت سے نوازنے والا۔

یہ اسم گرامی قرآن کریم میں صرف ایک بار وارد ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے:

﴿هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ﴾ (الحشر ۲۳)

''وہ بادشاہ ہے، نہایت پاک، سلامتی والا، امن دینے والا، نگہبان، سب پر غالب، جبار، بے حد بڑائی والے ہیں۔''

نبی اکرم ﷺ دو سجدوں کے درمیان یہ دعا کیا کرتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاجْبُرْنِیْ وَاهْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ .))

(ترمذی : ۲۸٤ صحیح)

”اے میرے اللہ! مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم کر اور میری کمی پوری کر اور مجھے ہدایت دے اور مجھے رزق دے۔“

یہاں کمی پوری کرنے سے مراد بندے کی اصلاح کرنا اور اس سے شرارتوں اور پریشانیوں کو دور کرنا ہے۔

جبّار سے مراد ہر چیز پر بلند و بالا ہونا ہے، ذات میں قدر و شان میں اور غلبہ میں۔ ہمارے پیارے نبی ﷺ رکوع اور سجدہ میں اپنے رب کی تعظیم کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی جبروت کا ذکر کرتے جو کہ اس کے اسم جبار پر دلالت ہے۔ رسول اللہ ﷺ رکوع میں کہتے:

((سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوْتِ وَالْمَلَكُوْتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظْمَةِ.))

”پاک ہے جبروت اور ملکوت والا، کبریائی اور عظمت والا“

جبروت فقط اس ذاتِ تنہا کے لیے ہی ہے مناسب ہے، مخلوق میں سے جو جبر کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی کے ساتھ لوٹے گا اور اس کی وعید کا مستحق قرار پائے گا۔ اللہ جل وعلا ان کے لیے شدید سزا اور دلوں پر مہر لگانے اور روزِ قیامت دوزخ میں ڈالنے کی ڈانٹ سناتے ہیں۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿كَذَٰلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ﴾ (غافر: ۳۵)

”اللہ تعالیٰ ہر متکبر اور جبار کے دل پر مہر لگا دیتے ہیں۔“

اور ارشاد گرامی ہے:

﴿وَاسْتَفْتَحُوا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ ۝ مِّن وَرَائِهِ جَهَنَّمُ وَيُسْقَىٰ مِن مَّاءٍ صَدِيدٍ ۝ يَتَجَرَّعُهُ وَلَا يَكَادُ يُسِيغُهُ وَيَأْتِيهِ

الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ﴾ (ابراهيم: ١٥ـ ١٧)

''انہوں نے فتح طلب کی اور ہر ایک جبار اور عناد والا ناکام ہوا اس کے پیچھے دوزخ ہے اور وہ پیپ کا پانی پلایا جائے گا اس کے گھونٹ بھریگا لگتا نہیں اسے نیچے اتار سکے اور ہر جگہ سے اس کے پاس موت آئے گی اور وہ مرنے والا نہیں؛ اس کے علاوہ بھی سخت عذاب ہوگا۔''

اسم گرامی ''الجبار'' پر ایمان کے ثمرات:

اول:...... اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اس کا خوف۔ صرف اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے ان سے ہدایت اور توفیق کی طلب۔

دوم:...... اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ احکام اور حق بات قبول کرنے کے لیے تواضع۔

سوم:...... مخلوق کے ساتھ معاملات اور لین دین میں تواضع اختیار کرنا؛ جبر اور تکبر کا ترک کرنا۔ اس لیے کہ جبار اللہ تعالیٰ کا اسم خاص ہے؛ جو کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کمال میں سے ہے۔ جب کہ مخلوق کے حق میں یہ مذموم وصف ہے؛ جس سے منع کیا گیا ہے۔

چہارم:...... جبار وہ ہے جو فقیر کو غنی کردے، تنگی کو آسانی میں بدل دے، عافیت سے نواز دے؛ اور اس کی عظمت وجلال کے سامنے جھکنے والے دلوں کی خصوصی کمی پوری کردے؛ اور رشد وہدایت سے ہمکنار کردے۔ نبی اکرم ﷺ دو سجدوں کے درمیان یہ دعا کیا کرتے تھے:

((اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاجْبُرْنِیْ وَاھْدِنِیْ وَ ارْزُقْنِیْ))(ترمذی : ۲۸٤، ابن ماجہ : ۸۹۸، وصححہ الالبانی)

''اے میرے اللہ! مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم کر اور میری کمی پوری کر اور مجھے ہدایت دے اور مجھے رزق دے۔''

توضیح:...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''روزِ قیامت دوزخ سے ایک گردن نکلے گی اس کی آنکھیں ہوں گی جن کے ساتھ وہ دیکھے گی اور دو کان ہوں جن کے ساتھ وہ سنے گی اور زبان ہوگی جس کے ساتھ وہ بات کرے گی اور کہے گی: میں تین آدمیوں پر مقرر ہوں۔ بکل جبار عنید۔ ہر ایک جبار اور سرکش کے لیے اور اس کے لیے جو اللہ کے ساتھ دوسرے الٰہ کا قرار دیتا ہے اور مصوروں پر مسلط ہوں گی۔''

(مسند احمد:۲/ ۳۳٦، ترمذی:۲۵۷٤، باسنادہ صحیح وصححہ الترمذی والالبانی، سلسلہ صحیحہ:۵۱۲)

اَلْغَالِبُ

غلبہ حاصل کرنے والا

معنی :...... غالب کا معنی ہے: وہ ہستی جو ہر ایک پر غلبہ وقدرت اور دسترس رکھتی ہو؛ اور کبھی بھی اس سے اوپر نہ ہو۔ وہ سب سے بلند و بالا اور اوپر ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام ہے۔ اور اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے نیک بندوں کو غلبہ عطاء کرتے ہیں۔

غالب اسم گرامی قرآن میں ایک جگہ پر وارد ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾
(یوسف:۲۱)

''اور اللہ تعالیٰ اپنے امر پر غالب ہیں اور لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔''

غالب کا مطلب ہے وہ جو چاہے کریں نہ ان پر کسی چیز کا غلبہ ہے نہ کوئی ان کے حکم کو رد کرنے والا ہے اور نہ ہی ان کے فیصلہ کو کوئی ٹال سکتا ہے اور نہ ہی اس کے جاری کردہ احکام کو کوئی روک سکتا ہے۔

معنوی اعتبار سے غالب کا استعمال بہت زیادہ ہوا۔ عزیز کا لفظ اکثر یہی معنی دیتا ہے۔ جیسا کہ اس آیت کریمہ ہے:

﴿وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ﴾ (آل عمران: ۱۲۶)

''نہیں مدد مگر اللہ تعالیٰ کے پاس سے جو غالب حکمت والے ہیں۔''

اور ارشاد گرامی ہے:

﴿اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ م بَعْدِهٖ﴾ (آل عمران : ۱۶۰)

''اگر اللہ تمہاری مدد کرے تو تم پر کوئی غالب آنے والا نہیں اور اگر وہ تم کو چھوڑ دے تو اس کے بعد تمہاری کون مدد کرے گا۔''

اسم گرامی ''الغالب'' پر ایمان کے ثمرات:

اول:...... ہر مکلّف کی ذمہ داری ہے وہ یہ جانے کہ مطلقاً غالب اللہ تعالیٰ ہی ہیں جو ان کے ساتھ وابستہ ہو وہ بھی غالب ہوگا۔ ساری دھرتی والے بھی مقابل ہوں تو وہ پھر بھی غالب ہی رہے گا۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ﴾ (المجادلہ : ۲۱)

''اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے کہ میں اور میرے پیغمبر ہی غالب آئیں گے۔''

جس نے اللہ تعالیٰ سے اعراض کیا اور غیر سے تعلق پیدا کیا وہ مغلوب ہوگا اور شیطان کے پھندے میں گرفتار ہوگا۔

دوم:...... اپنے دوستوں کی تائید وکفایت اور دفاع۔ نصرت وحمایت صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اس کے احسان سے ہوتی ہے منصور وہی ہے جس کی وہ مدد کرے، بندوں کا نہ تو اس کے سوا حافظ ہے نہ مددگار۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْم بَعْدِهٖ﴾ (آل عمران : ۱۶۰)

''اگر اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کریں تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تم کو چھوڑ دے تو اس کے بعد تمہاری کون مدد کرے گا۔''

چہارم:...... بندہ مومن کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے غلبہ کے سامنے سرنگوں ہوتے ہوئے اس کے تمام احکام کوحتی الوسع بجالائے۔

اَلْقَادِرُ

قدرت والا

معنی :......اندازہ، قدرت وتوانائی۔ یعنی وہ جس چیز کا بھی ارادہ کرتے ہیں؛ اس پر قدرت رکھتے ہیں؛ آسمان وزمین کی کوئی چیز انہیں عاجز نہیں کر سکتی۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہیں، جملہ ممکنات کی ایجاد انہی کی قدرت کا جلوہ ہے۔

اسم گرامی ''القادر'' قرآن مجید میں سولہ بار وارد ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰٓ اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا﴾ (الانعام ٦٥)

''فرما دیجیے: وہ قادر ہیں کہ تم پر، اوپر سے عذاب بھیجیں یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے؛ یا تمہیں فرقوں میں کر دیں۔''

جملہ تغیراتِ ارضی و سماوی، روحی و مادی اسی کی قدرت کا کرشمہ ہیں۔ اس کی قدرت کے سامنے سب کی قدرتیں اور طاقتیں ہیچ ہیں اور اس کی قدرت کے سامنے سب کے دعوے اور غرور و گھمنڈ ہیچ ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ﴾ (المرسلت : ٢٣)

''ہم نے اندازہ کیا اور ہم بہتر قدرت والے، بہتر اندازہ والے ہیں۔''

اس دعوی سے اس کی توانائی آشکار ہے۔ پس القادر اللہ تعالیٰ کا نام اس لیے بھی ہے کہ وہ قدرت والے ہیں اور اس لیے بھی کہ قدر و اندازہ کا مالک ہے۔

اَلْقَدِیْرُ

قدرت والا

معنی:......اسم قادر ، قدیر کا ہم معنی بھی ہے؛ جو اس کی کمال قدرت ؛ اور قدرت میں مبالغہ کی دلیل ہے۔ قرآن مجید میں قَدِیْرٌ بھی بطور اسم پاک آیا ہے۔ قدر کے معنی اندازہ اور طاقت و قدرت کے ہیں۔ اور قدیر کا معنی ہے: کامل قدرت اور غلبہ والا ۔

یہ اسم گرامی قرآن مجید میں پینتالیس (۴۵) بار آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾

(آل عمران:۱۸۹)

''اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے؛ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں۔''

اور ارشاد فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ﴾ (النحل : ۷۰)

''اللہ تعالیٰ علم والے ،قدرت والے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کا علم وقدرت یہ ہیں کہ کائنات کی تخلیق سے پچاس ہزار سال قبل جو کچھ ہونا تھا؛ اسے اللہ تعالیٰ نے اپنے علم سے لوح محفوظ میں لکھوا دیا ؛ اور ان کی

تقدیریں متعین کردیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

قَدِیْرٌ جو باقتضائے حکمت خود ہر ایک فعل کا فاعل ہے۔ اس طرح پر کہ اس فعل سے بڑھ کر نہ افزونی صحیح ہے اور نہ کمی۔

اس مادہ سے آنے والے اسماء حسنٰی جیسا کہ اَلْقَادِرُ، اَلْمُقْتَدِرُ، اَلْقَدِیْرُ ہر ایک اسم اپنی وضع میں ایک خاص معنی پر اشارہ رکھتا ہے۔ گو کہ ہر ایک مشترک المعنی بھی ہے اور مختلف المعنی بھی۔ تقدیر بھی اسی مادہ سے ہے اور تقدیر الٰہی کی بھی دو صورتیں ہیں:

اوّل: ...... عطاء اور قدرت۔ یعنی بندہ کو کسی فعل کے سرانجام دینے کی قدرت و طاقت کا عطیہ اور کام کے سرانجام دینے کی توفیق دینا۔

دوم: ...... وہ مقدارِ مخصوص اور طریق مخصوص جو باقتضائے حکمت ربانیہ صحیح و درست ہو مثلاً گندم کے دانہ سے گندم اور جو کے دانہ سے جو کا پیدا ہونا چاول سے چاول اور مکئی سے مکئی؛ اور زمین میں کاشت کے بعد اس کا سرسبز ہونا۔

مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی قدرت اور غلبہ اس کے علم و حکمت اور رحمت پر مبنی ہے۔

جیسا کہ ارشاد گرامی ہے:

﴿ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ﴾ (الفرقان : ۲)

’’اور ہر چیز کو پیدا کیا اور اس کا اچھی طرح اندازہ لگایا۔‘‘

فائدہ: ...... اللہ تعالیٰ قدیر ہیں۔ یہ اس کی قدرت کا کمال ہے کہ اس نے چھ دن میں زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی ہر چیز کو بغیر تھکاوٹ بنایا۔ اور اس کو کسی قسم کی پیدائش عاجز نہیں کرتی بلکہ اس کی قدرت اور تصرف میں ہے۔ ہر چیز اس

کے حکم کے تابع ہے اور تدبیر میں ہے جو چاہتا ہے ہوتا ہے جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا، تقدیر کے ساتھ ایمان رکھنا ایک عظیم اصول ہے۔ کیونکہ اللہ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَٰهُ بِقَدَرٍ﴾ (القمر: ٤٩)

''بے شک ہم نے ہر چیز کو اندازے سے پیدا کیا۔''

اَلْمُقْتَدِرُ

ہر طرح کی قدرت رکھنے والا

اس اسم میں بمقابلہ اسم قادر کے مبالغہ پایا جاتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو قدرت تامہ و کاملہ حاصل ہے۔ کمالاتِ دائمی پر اسے اقتدارِ کلی ہے۔ قرآن مجید میں ہے۔ یہ اسم گرامی قرآن مجید میں چار مرتبہ آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُقْتَدِرٍ﴾ (القمر: ۵۵)

''صدق کی مجلس میں، عظیم بادشاہ کے پاس، جو بے حد قدرت والا ہے۔''

اسم قادر کا استعمال خلق (پیدائش) احیاء، قدر و اندازہ کے افعال پر ہوا ہے اور مقتدر کا استعمال عزت و ملک و فرماں روائی کی شان کے ساتھ۔ یہی دونوں اسماء کے خصائص ہیں۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ المقتدر لازم و متعدی ہر دو معانی میں آتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے یہ اسمائے گرامی قدیر، قادر اور مقتدر بڑے اثرات رکھتے ہیں اور ان کے مبارک ثمرات ہیں جو بندہ دنیا و آخرت میں پاتا ہے۔ ایسا ہونا ایک لازمی بات ہے۔ یہی تو توحید کا قطبِ نما ہیں۔ اسی پر نظام توحید گردش کرتا ہے۔ یہی ایمان کا آغاز بھی ہے اور انجام بھی۔ یہی دین کی اصل معیار اور رکنِ ایمان ہے۔ اس سے بندے کے اس عقیدہ میں قوت پیدا ہوتی کہ وہ اس اللہ تعالیٰ ہی

سے مدد طلب کرے اور اسی پر توکل کرے اور ساری التجائیں اسی کے روبرو کرے جس نے ہر چیز مقدر کر رکھی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یاغلام! ''یعنی اے لڑکے'' میں تجھے چند باتیں بتاتا ہوں۔ یاد رکھنا تو اللہ تعالیٰ کے احکام کی حفاظت کر وہ تیری حفاظت کریں گے؛ اور تم انہیں اپنے سامنے پاؤ گے اور جب بھی سوال کرے تو اللہ تعالیٰ سے مانگ اور جب بھی مدد طلب کرے تو اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کر! اور یہ کہ:

((وَاعْلَمْ اَنَّ الْاُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلٰى اَنْ يَّنْفَعُوْكَ بِشَيْءٍ لَّمْ يَنْفَعُوْكَ اِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ وَاِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى اَنْ يَّضُرُّوْكَ بِشَيْءٍ لَّمْ يَضُرُّوْكَ اِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ رُفِعَتِ الْاَقْلَامُ وَجُفَّتِ الصُّحُفُ .))

(ترمذی:٢٥١٦ ، حسن صحیح)

جان لو! امت اگر اس بات پر جمع ہو جائے کہ تجھے نفع پہنچائے وہی پہنچائے گی جو اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے لکھ دیا ہے اور اگر تجھے کچھ نقصان پہنچانے پر جمع ہو جائے تو کچھ نقصان نہ پہنچائے گی مگر وہی جو اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے قلمیں اٹھائی گئی ہیں اور صحیفے خشک ہو چکے ہیں۔''

(یہ عقیدہ تقدیر پر ایمان کا لازمی حصہ ہے)۔

ان اسمائے کے اثرات اور انکی تکمیل وتتمہ یہ ہے کہ ان کے ورد سے اللہ تعالیٰ سے حسن ظن اور رضا مندی پیدا ہوتے ہیں۔

اسم گرامی ''القادر ؛ القدیر اور المقتدر'' پر ایمان کے ثمرات:

اول: تقدیر کا انکار کرنا اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار ہے۔ اللہ کی صفات کا انکار اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایمان کے منافی ہے۔ قضا وقدر پر ایمان لانا ضروری ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں: ''تقدیر ایک پورے نظام توحید کا نام ہے جو بھی اللہ تعالیٰ کی توحید کا قائل ہے وہ قدر پر ضرور ایمان رکھتا ہے یہی وہ مضبوط کڑا ہے جس سے جدا ہونا ممکن نہیں جو اللہ تعالیٰ کی توحید کا نظریہ رکھتا ہے اور تقدیر کو جھٹلاتا ہے اس نے توحید کا عہد توڑ ڈالا ہے۔''
(القدر للفریابی: ۲۰۵، الابانہ: ۱۶۲۴، اصول الاعتقاد: ۱۲۲۴)

دوم:...... جس کا دل قدرِ الٰہی سے معمور ہو؛ اللہ تعالیٰ اس کا سینہ غنا، امن اور قناعت سے لبریز کر دیتے ہیں۔ اس کے دل کو اپنی محبت اور انابت کے لیے خالی کر دیتے ہیں۔ اس پر توکل اس سینہ میں بھر جاتا ہے اور جو اس کی رضا سے پیچھے رہ جاتا ہے وہ محبت وانابت سے دور ہٹ جاتا ہے اور اپنی سعادت وفلاح سے وہ محروم ہو جاتا ہے۔ (مدارج السالکین : ۲/ ۲۰۲)

سوم :...... ان اسمائے گرامی پر ایمان کا ثمرہ یہ بھی ہیں کہ انسان قلبی بیماریوں حسد ،کینہ وغیرہ سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ان کے ماننے والے کا عقیدہ وایمان ہو جاتا ہے کہ تمام امور اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں وہی بندوں کو عطیات سے نوازتے اور ان کے رزق مقدر کرتے ہے۔ سارا فضل اس کا ہے۔

حاسد کے متعلق مشہور مقولہ ہے کہ: ''اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر جو انعامات کرتے ہیں یہ ان کا دشمن ہے کیونکہ اس کے دینے پر ناخوش ہے۔

چہارم:...... ان اسمائے گرامی پر ایمان کا ثمرہ ہے کہ بندے میں عزیمت اور ارادہ اور طلب خیر کی حرص میں قوت پیدا ہوتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے :

''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو تجھے نفع دے اس کی حرص کر۔ اور مدد اللہ تعالیٰ سے طلب کر، عاجز نہ ہو جا اور اگر تجھے مصیبت پہنچے تو یہ نہ کہہ۔ اگر میں یہ کرتا تو یہ نہ ہوتا بلکہ کہہ! جو اللہ تعالیٰ کی قضا وقدر ہے وہی ہوتا ہے اگر مگر کہنے سے شیطان کا دروازہ کھلتا ہے۔'' (مسلم: ٢٦٦٤)

پنجم:...... ان کے اثرات میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اچھی امید پیدا ہوتی ہے اور ہمیشہ اسی سے سوال کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور اسی سے کثرت سے دعا کی امنگ رہتی ہے وجہ یہ ہے کہ سارے امور اسی کے ہاتھ میں ہیں۔

فائدہ:...... تقدیر کا منکر اسلام کا منکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تقدیر مقرر کی اور مخلوق کو اس کے مطابق پیدا کیا ہے موت کے اوقات تقدیر میں مقرر کیے ہیں، رزق مقدر کیا، ابتلاء وآزمائش تقدیر کے ساتھ تقسیم کیے اور عافیت کو بھی تقدیر سے بنایا۔''

(الابانہ: ١٦٧٦، اصول الاعتقاد: ١٢٥٥)

ایمان بالقدر اہل علم کا جلیل القدر وصف ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ فرمان الٰہی ہے:

﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ﴾ (فاطر: ٢٨)

''اللہ تعالیٰ سے اس کے بندوں میں سے علماء ڈرتے ہیں۔''

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''وہ لوگ مراد ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ

ہر چیز پر قدرت رکھنے والے ہیں۔'' (تفسیر ابن جریر: ۱۹/۵)

ان اسمائے گرامی کے اثرات اور انکی تکمیل اور تتمہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے حسن رضا پیدا ہوتا ہے۔

فائدہ: ......ان اسمائے گرامی پر صحیح ایمان رکھنے اور تدبر و تفکر کرنے کا ثمرہ یہ ملتا ہے کہ انسان کبھی بھی اپنی محدودسی قدرت اور قوت پر گھمنڈ نہیں کرتا اور نہ ہی ان سے دھوکہ کھاتا ہے۔ جیسا کہ کافر ملکوں کا؛ یا پھر کفریہ مذاہب اور ملحدین کا حال ہے۔ بلکہ مؤمن کے پاس جو بھی قوت و قدرت ہے؛ اسے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطیہ اور عنایت سمجھتا ہے۔ اور اس پر اترا کر کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

اَلْخَالِقُ

پیدا کرنے والا

معنی :......مخلوق کو بغیر کسی مثال کے پیدا کرنے والا۔ اسم گرامی خالق قرآن کریم میں آٹھ مقامات پر آیا ہے۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ﴾ (الحشر : ٢٤)

''وہی اللہ تعالیٰ ہے جو خالق ہے باری اور مصور ہے۔''

کسی چیز کو ایجاد کرنا اور سابقہ مثال کے بغیر اسے تیار کرنا؛ جیسا کہ ارشاد باری ہے:

﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَا اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مَالِكُوْنَ﴾ (یس : ٧١)

''کیا وہ نہیں دیکھتے بے شک ہم نے ان کے لیے اپنے ہاتھوں سے چیزیں بطور انعام بنائی ہیں پس یہ مالک بن گئے ہیں۔''

یعنی خالق وہ ہے، جس نے ماہیات کا اندازہ اور ذوات کا تعین فرمایا، جو حقائق کو عدم سے وجود میں لایا۔ مادی و غیر مادی ہر دو قسم کی اشیاء پر خلق کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ خلق کا لفظ کسی مادی شے کو کسی شکلِ خاص میں تیار کرنے پر بھی آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ﴾

"برکت والے ہیں اللہ تعالیٰ احسن الخالقین۔"

خالق کا مطلب ہے: چیزوں کو اپنی حکمت کے تقاضا کے مطابق مقدر کرنے والا۔ باری کا مطلب ہے: معدوم سے ایجاد کرنے والا۔ اور مصور: مخلوقات اور کائنات کی اپنی مرضی کے مطابق تصویر کشی کرنے والا۔

اللہ عزوجل جب کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اپنے علم وحکمت کے ذریعہ اس کا اندازہ لگاتے ہیں اور پھر اپنے ارادہ ومرضی کے مطابق صورت میں ڈھالتے ہیں اور عدم سے وجود بخشتے ہیں۔

یہ خلق کا لفظ جب آدمیوں کے لیے بولا جاتا ہے تو اس کا معنی اندازہ لگانا ہوتا ہے۔ جبکہ بغیر سابقہ مثال کے پیدا اور ایجاد کرنے کا معنی صرف رب کائنات کے ساتھ خاص ہے۔ جیسا کہ ارشاد گرامی ہے:

﴿هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴾ (لقمان : ۱۱)

"یہ اللہ کی پیدائش ہے پس مجھے دکھاؤ جو ان لوگوں نے پیدا کیا ہے جو اللہ کے سوا ہیں بلکہ ظالم ظاہر گمراہی میں ہیں۔"

اَلْخَلَّاقُ

بڑا پیدا کرنے والا

خلاق مبالغہ کے صیغہ کے ساتھ؛اس کا معنی ہے کثرت کے ساتھ پیدا کرنے والا۔ اور تخلیق و ایجاد میں کامل قدرت والا۔ قرآن پاک میں یہ اسم گرامی دو مقامات پر آتا ہے۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴾ (الحجر : ۸٦)

''بے شک آپ کے رب تعالیٰ ہی پیدا کرنے والے جاننے والے ہیں۔''

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ بَلٰى وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴾ (یٰس : ۸۱)

''کیوں نہیں؛ضرور وہ پیدا کرنے والے جاننے والے ہیں۔''

اسمائے گرامی ''الخالق اور الخلاق'' کے ثمرات:

اول:...... ان اسمائے مبارکہ پر ایمان اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور عبادت میں اس کی انفرادیت کو مستلزم ہے۔ یہی وہ امر ہے جو اللہ تعالیٰ نے مشرکین پر بطور حجت کے بیان فرمایا ہے؛ کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کو اپنا خالق و رازق مانتے ہیں؛ مگر اس کے ساتھ ان غیروں کی عبادت کرتے ہیں جو کہ نہ ہی پیدا کرسکتے ہیں؛ نہ ہی رزق دے سکتے ہیں؛ اور نہ ہی کسی کو زندگی یا موت دے سکتے ہیں۔

دوم :...... اللہ تعالیٰ کے اسم خالق پر ایمان رکھنے سے دل میں اس کی کامل محبت پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ وہی تو وہ ہستی ہے جس نے انہیں عدم سے وجود بخشا؛ اور ان پر اپنی نعمتوں کے دریا بہا دیے۔ اور تمام مخلوقات کو ان کے لیے مسخر کردیا۔

سوم :...... اللہ تعالیٰ کے اسم خالق پر ایمان اس کی دوسری صفات پر بھی دلالت کرتا ہے ؛ جیسا کہ صفت علم ؛ قدرت ؛ ارادہ اور حکمت۔ اس لیے کہ جو قدرت نہ رکھتا ہو؛ وہ خالق نہیں ہوسکتا۔

چہارم :...... اسم خالق پر ایمان احکام شریعت کی قبولیت کو مستلزم ہے۔ کہ انسان اپنے تمام معاملات کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کی شریعت کے مطابق کرے۔ کیونکہ یہ شریعت ایسے خالق و مالک اور حکیم کی طرف سے نازل ہوئی ہے جو کہ اپنے بندوں کی مصلحتوں اور ان کی ضروریات سے پوری طرح سے واقف ہے۔ اور یہ شریعت مطہرہ سب سے زیادہ کامل ؛ بہترین اور مناسب شریعت ہے۔

پنجم :...... اسم خالق پر ایمان کا تقاضا ہے کہ اس کی تخلیق کی چھوٹی بڑی باریک اور عظیم ہر طرح کی جزئیات پر ایمان رکھا جائے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ﴾ (الملك : ١٤)

''بھلا جس نے پیدا کیا وہ بے خبر ہے؟ وہ تو لطیف و خبیر ہیں۔''

ششم :...... جب انسان کائنات کسی بھی بڑی یا عجیب مخلوق کو دیکھے تو اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال پیدا ہو۔ کیونکہ جس خالق نے اتنی بڑی بڑی عظیم مخلوقات کو پیدا کیا ہے؛ اس کی عظمت کا کیا عالم ہوگا ؟۔

ہفتم :...... اللہ تعالیٰ کے بلند و بالا اور مخلوق سے جدا ہونے پر ایمان۔ اللہ سبحانہ

وتعالیٰ اپنی سمع و قدرت اور رؤیت کے ساتھ بندے کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ مگر اپنی ذات کے لحاظ سے مخلوق سے جدا اور عرش عظیم پر جلوہ گر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نہ تو مخلوق کے اندر گھسے ہوئے ہیں ؛ جیسا کہ حلولیہ اور وحدت والوجود والوں کا عقیدہ ہے۔ اور نہ ہی ہر جگہ پر اپنی ذات کے ساتھ موجود ہے جیسا کہ بعض عوام الناس میں غلطی پائی جاتی ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر ہیں اور کائنات کا ذرہ ذرہ ان پر عیاں ہے۔

ہشتم :...... اس مقصد کو بھی سمجھنے کی کوشش کرے جس کی خاطر اس کی تخلیق عمل میں آئی ہے۔ اور یہ مقصد اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ (الذاریات : ٥٦)

''میں نے جنات اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔''

نہم :...... انسان کا یہ پختہ یقین اور ایمان ہونا چاہیے کہ اسے یونہی بیکار پیدا نہیں کیا گیا۔ بلکہ اس کی جوابدہی ہونا ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ○ فَتَعَلَى اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيمِ﴾

(المؤمنون ١١٥ ـ ١١٦)

''تو کیا تم سوچتے ہو کہ ہم نے تمھیں بے مقصد پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف نہیں لوٹائے جاؤ گے؟ پس بہت بلند ہیں اللہ تعالیٰ ، جو سچے بادشاہ ہیں، ان کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، عزت والے عرش کے رب۔''

دہم :...... مؤمن انسان کی خالق و مالک کی طرف سے تقدیر پر رضامندی۔ اس

لیے کہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک چیز کو اس کی مقرر شدہ تقدیر پر اپنے علم و حکمت کے مطابق تخلیق کیا ہے۔ اور جو کچھ اسے مل رہا ہے؛ یہ بھی اس کی طرف سے مقدر ہے؛ فرمان الٰہی ہے:

﴿الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا﴾ (الفرقان: ۲)

''وہی ذات کہ اسی کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور اس نے نہ کوئی اولاد بنائی اور نہ کبھی بادشاہی میں کوئی اس کا شریک رہا؛ اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا، پھر اس کا اندازہ مقرر کیا، پورا پورا اندازہ۔''

فائدہ:...... انسان کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق کے مقابلہ میں خالق بننے کی کوشش نہ کرے۔ اس اسم گرامی کے اثر کا تقاضا یہ کہ انسان ذی روح چیزوں کی تصاویر نہ بنائے۔ حدیث میں آتا ہے کہ: ''قیامت والے دن سب سے زیادہ عذاب مصورین کو ہوگا۔'' (البخاری)

اور ایک روایت میں ہے: ''ان سے کہا جائے گا جو تم نے پیدا کیا ہے اس میں روح پھونکو۔'' (البخاری)

اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے لیے یہ نہ کہا جائے کہ فلاں پروگرام کا خالق؛ یا فلاں چیز کا خالق ہے۔ بلکہ خالق حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہیں۔ مخلوق اس کی موجد اور اس کو ظاہری شکل دینے والی ہے۔

اَلْبَارِئُ

جان ڈالنے والا

معنی: ...... باری کے معنی بھی عدم سے وجود میں لانے کے ہیں۔ اور یہ اسم گرامی اللہ تعالیٰ کے ارادہ کے نفاذ اور ظہور پر دلالت کرتا ہے۔ اور اسم باری خلق حیوانات اور عدم سے وجود میں لانے کے لیے زیادہ مستعمل ہے۔

یہ اسم گرامی قرآن مجید میں دو بار آیا ہے؛ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى﴾ (الحشر: ۲۴)

''وہ اللہ ہی پیدا کرنے والے، ڈھالنے والے، صورت دینے والے ہیں، سب اچھے نام اسی کے ہیں۔''

سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا:

﴿يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ﴾ (البقرة: ٥٤)

''اے میری قوم تم نے بچھڑے کو معبود بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا، پس اپنے باری کی طرف توبہ کرو؛ پس اپنی جانوں کو قتل کرو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ تمہارے رب کے نزدیک، اس نے تمہاری توبہ قبول کی بے شک وہ

توبہ قبول کرنے والے مہربان ہیں۔"

بارئکم کہنے میں ان کے جرم کی شدت سے آگاہ کیا گیا ہے یعنی اس کی طرف توبہ کرو جس نے تم کو پیدا کیا اور تم اس خالق کے ساتھ پھر غیر کی عبادت کرتے ہو۔" (تفسیر ابن کثیر : ۱/ ۱۳۰)

خلق بمعنی تقدیر کے ؛ اور باری بمعنی اپنے ارادہ اور قدرت کو نافذ کرنے والے کے ہیں۔

فائدہ :...... اَلْبَرْءُ کا معنٰی نافذ کرنا ہے۔ اور جو اندازہ لگایا ہے اسے ترتیب دینا؛ نمایاں کرنا اور وجود میں ثابت کرنا۔ اور پھر اسے نافذ کرنا اور اپنی مرضی سے وجود میں لانا صرف اللہ کی قدرت میں ہے یہ اور کسی کے بس میں نہیں۔

بَرِیّہْ مخلوق کو کہتے ہیں۔ ان میں کافر بھی پیدا کیے گئے ہیں اور مومن بھی۔ کافر بدترین مخلوق ہیں اور مومن بہترین مخلوق۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ وَالْمُشْرِکِیْنَ فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا اُولٰٓئِكَ ھُمْ شَرُّ الْبَرِیَّةِ ○ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ ھُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ ﴾ (البینه : ۶، ۷)

"وہ لوگ جو کافر ہوئے اہل کتاب اور مشرکوں میں سے ؛ وہ دوزخ کی آگ میں ہونگے ، اس میں ہمیشہ رہیں گے وہ بدترین مخلوق ہیں ، بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے وہ بہترین مخلوق ہیں۔"

اسم گرامی "الباری" پر ایمان کے ثمرات:

اول :...... موجد اور مبدع اور اپنی تخلیق و تقدیر کے تقاضے کے مطابق عدم سے وجود

میں لانے والی ہستی صرف اللہ تعالیٰ کی ہے؛ ارشاد فرمایا:

﴿مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ﴾(الحدید : ۲۲)

''نہ کوئی مصیبت زمین پر پہنچتی ہے اور نہ تمھاری جانوں پر مگر وہ ہمارے پیدا کرنے سے قبل ایک کتاب میں ہے؛ یقیناً یہ اللہ پر آسان ہے۔''

دوم :...... اللہ سبحانہ وتعالیٰ باری ہیں؛ اور اپنی ذات وصفات اور افعال میں ہر قسم کے نقص اور عیب سے بری ہیں۔ نہ ہی اس کا کوئی ہمسر ہے؛ نہ ہی شریک اور نہ ہی اس کی بیوی ہے نہ ہی اولاد۔

سوم :...... اللہ تعالیٰ ہی زندہ مخلوقات کو اپنی حکمت و مصلحت کے مطابق زندگی عطا کرنے والے ہیں۔ اور پھر ان کی تمام تدبیر و تصرف بھی اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اور وہی کچھ ظاہر ہوتا ہے جو اس سے قبل تقدیر میں لکھا جا چکا ہے۔

فائدہ :...... انسان کو چاہیے کہ اپنے احوال کی اصلاح اور تدبیر و تصرف میں تبدیلی کے لیے صرف اللہ تعالیٰ سے دعا کرے۔ اور اس کے لیے بھرپور کوشش کرے۔ کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اصلاح احوال کب اور کس کے ہاتھ پر لکھی ہوئی ہے؛ اور کب اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہو کہ اس کو ظاہر فرمائیں اور غلبہ نصیب فرما دیں۔

اَلْمُصَوِّرُ

صورتیں بنانے والا

معنی :...... اپنے ارادہ کو ایجاد کرنے میں ایسے نافذ کرنے والا جیسے وہ چاہتا ہے۔ اور جس نے اپنی حکمت کے تقاضوں کے مطابق جیسے چاہا اپنی مخلوق کو ایجاد کیا ؛ اور انہیں ایسی شکل وصورت دی۔ یہ اسم گرامی قرآن حکیم میں صرف ایک بار آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى﴾
(الحشر:٢٤)

''وہ اللہ تعالیٰ ہی ہیں جو خاکہ بنانے والے، گھڑنے ڈھالنے والے، صورت بنانے والے ہیں، سب اچھے نام اسی کے ہیں۔''

ماں کے شکم میں بچہ بنانے والا، جیسی صورت اس نے چاہی؛ ویسی ہی بنادی؛ ارشادفرمایا:

﴿هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ (آل عمران : ٦)

''وہی ہے جو رحموں میں تمہاری تصویر کشی کرتا ہے جس طرح چاہتا ہے نہیں کوئی معبود مگر وہی غالب وحکمت والا ہے۔''

خالق ،باری اور مصور؛ یہ تینوں اسمائے گرامی سورۃ الحشر میں یکجا آئے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ وہ تمام مخلوقات کو تنہا پیدا کرتے اور انہیں اپنی حکمت سے وجود دیتے ہیں۔ پھر اسے تخلیق کا شاہکار بنانے میں خود ہی تصویر کشی کرتے اور انوکھے انداز میں پیدا کرتیاور مناسب وقت پر اسے وجود میں لاتے ہیں۔ اور اپنی محکم کاریگری سے اس کی صنعت گری کرتے ہیں اور اسے مصلحتوں کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اور ہر چیز کو وہ کچھ دیا جو اس کی پیدائش کے لائق تھا اور جس مقصد کے لیے جو چیز پیدا کی گئی ہے اسے اس کی راہ دکھائی ہے۔ فرمایا:

﴿ اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّ صَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّیِّبَاتِ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِیْنَ﴾ (غافر : ٦٤)

’’اللہ وہ ہیں جنہوں نے تمہارے لیے زمین کو قرار اور آسمان کو چھت بنایا اور تمہاری شکل بنائی؛ اور تمہاری صورتوں کو اچھا بنایا اور تمہیں پاکیزہ رزق دیا یہ تمہارے اللہ ہیں۔ جو تمہارے رب ہیں۔ پس بابرکت ہیں اللہ جو سب جہانوں کے رب ہیں۔‘‘

اس اسم مبارک کے ثمرات:

اول:......اللہ تعالیٰ نے ہم پر یہ احسان جتایا ہے کہ اس نے ہماری صورتیں خوب اچھی بنائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ (غافر ٦٤)

''اور تمھاری صورت بنائی تو بہت اچھی صورتیں بنائی اور تمھیں پاکیزہ رزق دیا یہ ہیں اللہ تعالیٰ تمھارے رب، بہت بابرکت ہیں اللہ رب العالمین۔''

اللہ تعالیٰ نے جو صورتیں بنائی ہیں؛ اس کا کام دو مرحلے میں ہوا۔ پہلے مرحلہ میں جب حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا گیا تو اس وقت اللہ تعالیٰنے ان کی شکل و صورت بنائی۔ ان میں روح پھونکی؛ اور فرشتوں سے ان کو سجدہ کروایا اور دوسری بار ماں کے رحم میں۔

دوم: ......اللہ تعالیٰ مصور ہیں؛ وہ جیسے چاہتے ہیں؛ اپنی مخلوق کی صورتیں بناتے ہیں۔ تمام مخلوقات کی صورتیں اسی کی تخلیق کردہ ہیں۔ اور اس کے لیے جب بھی اللہ تعالیٰ کوئی چیز بنانا چاہتے ہیں؛ تو فرماتے ہیں: کُنْ ؛ فَیَکُوْنُ (ہو جا؛ اور وہ ہو جاتی ہے)۔ اور ویسے ہی ہوتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے:

﴿الَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ ○ فِیْٓ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ﴾ (الانفطار ۷۔ ۸)

''وہ جس نے تجھے پیدا کیا، پھر تجھے درست کیا، پھر تجھے برابر کیا۔ جس صورت میں بھی اس نے چاہا تجھے جوڑ دیا۔''

سوم: ...... اللہ تعالیٰ کا صورتیں بنانا ان کی قدرت کا اعجاز ہے۔ اگر آپ اس کی مخلوقات میں سے کسی ایک کی طرف ہی دیکھیں؛ مثال کے طور پر بنی آدم کو ہی لے لیجیے؛ ان میں سے ہر ایک انسان اپنی شکل و صورت میں اخلاق و عادات میں دوسرے انسان سے جدا ہے؛ ان کے مابین مشابہت اول تو پائی نہیں

جاتی؛ اور اگر کہیں پر مل جائے تو بہت کم ہوتی ہے۔

چہارم :...... انسان کو کسی بھی مخلوق کی شکل وصورت پر طعن وتنقید نہیں کرنی چاہیے۔ کیونکہ ان سب کی صورت اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے۔

پنجم :...... انسان کو چاہیے کہ تصویر سازی سے اجتناب کرے۔ اور جس صفت میں اللہ تعالیٰ منفرد ہیں؛ اس میں ان کے ساتھ شریک بننے کی کوشش نہ کرے۔

حدیث شریف میں آتا ہے: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''بیشک جو لوگ تصویریں بناتے ہیں؛ انہیں بروز قیامت عذاب ہوگا؛ اور ان سے کہا جائے گا:

''جو چیز تم نے پیدا کی ہے؛ اسے زندہ کرو۔'' (البخاری ۵۹۵۲؛ مسلم ۲۱۱۱)

فائدہ :...... الخالق کا معنی ہے: ایجاد اور ظہور سے قبل تمام مخلوقات کو اپنے علم وحکمت کے مطابق ان کے اوصاف پر مقدر کرنے والا۔

الباری جو کچھ اس نے تقدیر میں فیصلہ کر دیا ہے اس کو نافذ کرنے والا۔ اس تخلیق کے مقتضی کے مطابق عدم سے وجود میں لانے والا۔

المصور موجودہ شکل وصورت میں منصۂ ظہور پر لانے والا۔

(مزید تفصیل کے لیے دیکھیں: أضواء البیان ۸/ ۱۲٤؛ لله الاسماء الحسنی ٤٤٥)

صورت بنانے کا کام چونکہ وہ مصور حقیقی ہی کر سکتا ہے، کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ سبحانہ نے اپنے بندوں پر ذی روح چیزوں کی تصاویر بنانا حرام قرار دیا ہے۔ کیونکہ اس میں خالق کے عمل کی مشابہت ہو جاتی ہے اور اس سے شرک وضلالت کا دروازہ کھلتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

((اِنَّ اَشَدَّ النَّاسَ عَذَابًا عِنْدَاللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَلْمُصَوِّرُوْنَ .))

(بخاری: ٥٦٠٦،مسلم: ٢١٠٩)

''لوگوں میں سے سب سے زیادہ عذاب روز قیامت مصوروں کو ہوگا۔''

اور رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ''روز قیامت سخت ترین عذاب میں وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کی پیدائش کی مشابہت کرتے ہیں۔'' [متفق علیہ]

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ''رب تعالیٰ فرماتے ہیں: وہ سب سے بڑا ظالم ہے جو میری مخلوق کی مانند مخلوق پیدا کرتا ہے:

((فَلْيَخْلُقُوْا ذَرَّةً اَوْ لِيَخْلُقُوْا حَبَّةً اَوْ لِيَخْلُقُوْا شَعِيْرَةً .))

(بخاری: ٥٦٠٩،مسلم: ٢١١١)

''پس انہیں چاہیے کہ یہ ایک ذرہ، دانہ یا ایک جو پیدا کریں۔''

تنبیہ :...... حضرت عبداللہ بن عمر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو تصاویر بناتے ہیں روز قیامت انہیں عذاب دیا جائے گا کہ جو تم نے پیدا کیا ہے اسے زندہ کرو۔'' (بخاری: ٥٦٠٧ ـ مسلم: ٢١٠٨)

یعنی مصور کو روز قیامت سزا ہوگی اس تصویر میں روح پھونکے وہ ایسا نہیں کر سکے گا اور مستقل عذاب میں رہے گا۔

اَلْفَاطِرُ

پیدا کرنے والا

معنی:...... وہ ذات جو عدم سے وجود میں لائے؛ اور زندگی بخشے ، پیدا کرے۔

یہ اسم گرامی قرآن مجید میں چھ بار وارد ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِیْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَآءُ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ (فاطر: ۱)

''سب تعریفیں آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، فرشتوں کو قاصد بنانے والے؛ جو دو دو اور تین تین اور چار چار پروں والے ہیں، وہ بناوٹ میں جو چاہیں اضافہ کر دیتے ہیں۔ بیشک اللہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہیں۔''

اللہ تعالیٰ فاطر ہیں، وہی خالق فطرت اور قانون نیچر کے بنانے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فاطر ہیں اور اس کی صناعت میں ذرا سا بھی فطور (کمی بیشی) نہیں دیکھا جا سکتا۔

اللہ تعالیٰ فاطر ہیں اسی نے آسمانوں اور زمین کو بنایا اور اسی کے حکم سے ان میں انفطار پیدا ہوگا؛ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ﴾ (الانفطار: ۱)

''جب آسمان میں شگاف پڑ جاویں گے۔''

اللہ تعالیٰ ہی پیدا کرنے والے، وہی مٹانے والے ہیں۔ مخلوق میں سے نہ تو کسی میں آسمان جیسی شے پیدا کرنے کی طاقت ہے اور نہ کسی میں اس کو مٹانے کی قوت؛ ارشاد فرمایا:

﴿لَهُ الْحَمْدُ فِي الْأُولٰى وَ الْاٰخِرَةِ﴾ (القصص: ۷۰)

''اسی کے لیے تعریف ہے پہلے اور بعد میں۔''

یہ تعریف وثناء اللہ تعالیٰ کے جمال وکمال اور جلال پر دلالت کرتی ہے۔

وہ فاطر ہیں؛ انہوں نے بشریت کو فطرت سلیمہ پر پیدا کیا ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ﴾ (فاطر: ۱)

''آسمانوں اور زمین کو کسی سابقہ نمونہ کے بغیر بنانے والا۔''

اسم گرامی "الفاطر" پر ایمان کے ثمرات:

اول:...... فاطر وہ ہستی ہے جس نے دین فطرت عطا کیا ہے۔ فطرت کا لفظ دین حق کے لیے بولا جاتا ہے؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا﴾ (الروم ۳۰)

''ایک طرف ہو کر اپنا چہرہ دین پر قائم رکھیں؛ اس دین فطرت پر جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔''

دوم:...... صبح وشام اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار۔ نبی کریم ﷺ جب صبح کرتے تو یہ

کلمات پڑھتے تھے:

((اَصْبَحْنَا عَلٰی فِطْرَةِ الْاِسْلَامِ وَعَلٰی کَلِمَةِ الْاِخْلَاصِ وَعَلٰی دِیْنِ نَبِیِّنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی مِلَّةِ اَبِیْنَا اِبْرَاهِیْمَ حَنِیْفًا مُّسْلِمًا وَّمَا کَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ)) (مسند احمد: ١٢٩٣۔ صحیح الجامع ٤٦٧٤)

''ہم نے صبح کی فطرت اسلام پر، کلمہ اخلاص پر اپنے نبی کریم ﷺ کی سنت پر اور اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت پر جو سب سے زیادہ یکسو تھے اور مشرکین میں سے نہ تھے۔''

اَلْبَدِیْعُ

بے مثال موجد

بَدُعَ بَدْعًا کسی شے کا بنانا۔ سابقہ نمونہ اور مثال کے بغیر پیدا کرنیوالا۔

یہ اسم گرامی قرآن مجید میں دو بار وارد ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اِذَا قَضٰٓی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ﴾ (البقرة ۱۱۷)

”آسمانوں اور زمین کے موجد؛ اور جب کسی کام کا فیصلہ کرتے ہیں تو اسے بس یہی کہتے ہیں: ہو جا؛ تو وہ ہو جاتا ہے۔“

بدعت کو شرعی معنیٰ میں اس لیے بدعت کہتے ہیں کہ اس نئے کام کی کوئی وجہ شریعت میں بروئے حکم الٰہی یا حکم رسول ﷺ موجود نہیں ہوتی۔ بدعت کی بابت نبی ﷺ نے یہ الفاظ فرمائے ہیں:

((مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ .))

”جو کوئی شخص ہمارے دین میں کوئی ایسی چیز نکالتا ہے جو ہمارے دین میں سے نہیں تو وہ مردود ہے۔“

نبی ﷺ خطبہ جمعہ میں نہایت کثرت کے ساتھ یہ فرمایا کرتے تھے:

((كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَّكُلَّ ضَلَالَةٍ فِی النَّارِ .))

”ہر ایک نئی بات جو کوئی شخص دین میں نکالے وہ گمراہی ہے اور ہر ایک گمراہی جہنم میں ہے۔“

اسم گرامی ”البدیع“ پر ایمان کے ثمرات:

اول:...... اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور ہستی میں بدیع ہیں کہ کوئی بھی چیز ان کے مماثل اور مشابہ نہیں ہے۔

دوم:...... اللہ تعالیٰ بدیع ہیں کہ انہوں نے تمام مخلوق کو بغیر کسی سابق مثال کے؛ اور بغیر کسی نمونہ کے؛ ایک دوسرے سے مختلف پیدا کیا ہے۔ کروڑوں اربوں انسان؛ حیوان؛ درخت وغیرہ؛ ان میں بہت ہی کم شاذ و نادر ایسا ہوتا ہے کہ ایک ہی جنس کی دو چیزیں مکمل طور پر شکل و صورت اور عادات میں ایک دوسرے سے مشابہت رکھتی ہوں۔

سوم:...... اللہ تعالیٰ بدیع اور مبدع ہیں؛ انہوں نے اپنا دین مکمل کردیا ہے؛ اب انسان کو چاہیے کہ اس میں بدعات داخل کرنے سے بچ کر رہے۔ کیونکہ بدعات گمراہی کی خشت اول ہیں جن کا انجام کار جہنم ہے۔

چہارم:...... بدیع اللہ تعالیٰ کی فعلی صفت ہے؛ جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کو پیدا کرنا چاہتے ہیں؛ تو وہ فوراً ان کے حکم سے وجود میں آجاتی ہے۔

اَلْمُهَیْمِنُ

نگہبان

یہ اسم هَيْمَنَ الطَّائِرُ عَلٰى فِرَاشِهٖ سے بنایا گیا ہے۔ جس کے معنی ہیں کہ پرندہ نے اپنے بچہ کو پروں کے نیچے چھپالیا۔ اسی لیے محاورہ ہوا: هَيْمَنَ عَلٰى كَذَا فلاں چیز کی نگہبانی کی۔

معنی: ......اپنی مخلوق کے اعمال؛ رزق؛ اور اجل پر نگہبان۔ جسے اپنی مخلوق کے تمام اعمال کا علم ہے۔ وہ ان پر قادر بھی ہے اور ان کا محافظ بھی۔ اور ان کا احاطہ بھی کئے ہوئے ہے۔ مطالعہ قرآن وسنت سے معلوم ہوتا ہے کہ مهيمن کے چار معانی ہیں:

۱۔ نگہبان

۲۔ وہ جو دوسرے کے خوف سے ہم کو مامون بنا دے۔

۳۔ وہ جو کسی کا حق ضائع نہ ہونے دے۔

۴۔ وہ جو ہر ایک خوف وخطر کو دُور کر دے۔

یہ اسم گرامی قرآن مجید میں صرف ایک بار وارد ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ

الْمُهَيْمِنُ .... ﴾ (الحشر ۲۳)

''وہ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، بادشاہ ہے، نہایت پاک، سلامتی والا، امن دینے والا، نگہبان......''

اللہ تعالیٰ کی یہ نگرانی و نگہبانی ایسی ہے کہ انہوں نے تمام مخلوقات کا ہر طرف سے احاطہ کیا ہوا ہے۔ کوئی بھی چیز ان سے اوجھل اور غائب نہیں؛ اور نہ ہی کسی چیز کی خبر و اطلاع سے عاجز ہیں۔ وہ چیز پر غالب اور مضبوط نگہبان ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد گرامی ہے:

﴿ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ڏ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴾

''تاکہ تم جان لو بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت والے ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ نے علم کے لحاظ سے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے۔''

اسم گرامی ''المھیمن'' پر ایمان کے ثمرات:

اول:...... اس اسم مبارک کا ثمرہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خفیہ امور پر اطلاع رکھنے والے اور سینے کی چھپی باتوں پر خبر رکھنے والے ہیں جنہوں نے اپنے علم سے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے۔ اور مخلوق کے اعمال کا شاہد ہیں۔ جو بھی قول و فعل ان سے سرزد ہو رہا ہے ان کا نگران مقرر ہے۔ ان کا کوئی عمل ان سے غائب نہیں؛ زمین اور آسمان کا ایک ذرہ بھی اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ﴾ (الجن: ۲۸)

''ان کے پاس جو ہے اس نے احاطہ کیا ہے اور ہر چیز کو گن رکھا ہے۔''

دوم:...... اللہ تعالیٰ مھیمن ہیں ؛ انہوں نے اپنی کتاب قرآن مجید کو باقی کتابوں پر مھیمن یعنی نگہبان بنا کر نازل فرمایا ہے؛ ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَ اَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الۡکِتٰبَ بِالۡحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡهِ مِنَ الۡکِتٰبِ وَ مُهَیۡمِنًا عَلَیۡهِ﴾ (المائدة ٤٨)

''اور ہم نے آپ پر یہ کتاب حق کے ساتھ نازل کی ہے، جو سابقہ کتب کی تصدیق کرنے والی ؛ اور ان کے مضامین پر محافظ ہے۔''

سوم:...... اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کے اعمال پر نگہبان اور محافظ ہیں؛ ان سے کسی بھی مخلوق کا کوئی بھی عمل مخفی نہیں۔

چہارم:...... جب انسان کا یہ ایمان پختہ ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ اس کے اعمال کے نگہبان و محافظ ہیں؛ تو اللہ تعالیٰ سے حیاء اور اپنے اعمال کی اصلاح اور حفاظت کے اقدامات؛ کیونکہ آج جو کچھ کیا جائے گا کل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کا حساب دینا ہوگا؛ اور اپنے اعمال کا بدلہ لینا ہوگا۔

اَلْحَافِظُ

نگہبان/حفاظت کرنے والا

معنی: ......وہ ذات جو زمین و آسمان اور ان کے مابین ہر ایک چیز کی نگہبانی اور حفاظت کرتی ہے۔ اور مخلوق کے تمام اعمال کی حفاظت بھی اسی کے ذمہ ہے۔ جملہ اشیاء عالم کا قیام اسی حفاظت الٰہی پر مبنی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ اسم گرامی "حافظ" قرآن مجید میں تین بار وارد ہوا ہے۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿ وَاللّٰهُ خَيْرٌ حَافِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ﴾ (یوسف : ٦٤)

"پس اللہ تعالیٰ بہترین نگہبان ہیں وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ ہی سب کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ زمین و آسمان کی ہر چیز ان کے حکم کے تابع ہے۔ ہر چیز اس وقت تک مأمون ومحفوظ ہے جب تک وہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہے۔

کلام اللہ یعنی قرآن مجید بھی اللہ تعالیٰ کی حفاظت سے ہی محفوظ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے:

﴿ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ (الحجر : ٩)

''ہم نے ہی اس کتاب کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔''

اور مخلوق کے تمام اعمال اس کے ہاں محفوظ ہیں۔ کوئی چھوٹا یا بڑا عمل ایسا نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں محفوظ نہ ہو۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَ وُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَ يَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّ لَا كَبِيْرَةً اِلَّاۤ اَحْصٰىهَا وَ وَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا وَ لَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا﴾

(الکہف ٤٩)

''اور اعمال نامہ کھول کر رکھا جائے گا تو آپ گنہگاروں کو دیکھو گے کہ جو کچھ اس میں لکھا ہوگا اس سے ڈر رہے ہوں گے اور کہیں گے ہائے شامت یہ کیسی کتاب ہے کہ نہ چھوٹی بات چھوڑی ہے نہ بڑی؛ مگر اسے لکھ رکھا ہے۔ اور جو عمل کیے ہوں گے سب کو حاضر پائیں گے۔ اور آپ کے رب تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کریں گے۔''

انسان کے اعمال کی حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ نے دو معزز فرشتے مقرر کر رکھے ہیں؛ جو اس کے اعمال کو احاطہ تحریر میں لاتے ہیں۔ اور کوئی بھی چیز ایسے نہیں چھوڑتے۔

اَلْحَفِيْظُ

سب کا محافظ

حَفِیْظ نگہبان؛ محافظ۔ اللہ تعالیٰ حفیظ ہیں یعنی اپنے بندوں کو شیطانی ہلاکتوں اور گناہ کے مواقع سے محفوظ رکھتے ہیں۔

یہ اسم گرامی بھی قرآن مجید میں تین بار آیا ہے۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ حَفِیْظٌ﴾ (ھود: ۵۷)

''بے شک میرے رب تعالیٰ ہر چیز پر حفیظ ہیں۔''

اللہ تعالیٰ حفیظ ہیں۔ موجودات کی حفاظت فرماتے ہیں۔ مصائب اور بلاؤں سے محفوظ رکھتے ہیں۔ اور ہمارے لیے حَفَظَہ (محافظ فرشتے) مقرر کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہی حفیظ ہیں، جو شیطان مَارِد کی شرارتوں کو ناکام بناتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہی حفیظ ہیں، کہ مومنہ عورتوں کی عصمت اس کے فضل و کرم اور حفاظت سے محفوظ ہے۔

بے ستون آسمان کو اسی نے ہوا پر معلق کر کے اپنی حفاظت میں لے رکھا ہے۔ بے بنیاد آسمان و زمین کو قائم کر کے اپنی نگہبانی میں رکھ چھوڑا ہے ﴿وَلَا یَـــؤُدُہٗ حِفْظُھُمَا﴾ اس نگہبانی و حفاظت سے سستی و درماندگی کا اس پر کوئی اثر نہیں۔ اس صیانت میں اسے کچھ دشواری نہیں۔

یہ دونوں عظیم الشان اسمائے گرامی دو معانی پر مشتمل ہیں:

۱۔ وہ حفاظت جو اس کے علم کیساتھ ہے؛ اللہ تعالیٰ سب معلومات رکھتے ہیں اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿قَالَ عِلْمُهَا عِندَ رَبِّي فِي كِتَابٍ لَّا يَضِلُّ رَبِّي وَلَا يَنسَى﴾(طٰہٰ:۵۲)

''کہا: اس کا علم میرے رب کے پاس کتاب میں ہے؛ میرا رب نہ تو بھٹکتا ہے نہ بھولتا ہے۔''

۲۔ اللہ تعالیٰ مخلوقات کے محافظ ہیں۔ کائنات کی ہر ایک چیز ان کی حفاظت سے قائم و دائم ہے۔ اور یہ سلسلہ اس وقت تک رہے گا جب تک اللہ تعالیٰ کا ان کی حفاظت اور بقاء و سلامتی کا ارادہ ہے۔

اسم حفیظ کے ورد سے اپنی حفاظت طلب کی جا سکتی ہے۔

اسم گرامی ''الحافظ اور الحفیظ'' پر ایمان کے ثمرات:

اول:...... اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات کی حفاظت کرنے میں بڑے مہربان ہیں۔ اسی لیے فرشتوں کو حفاظت پر مقرر کر رکھا ہے جو کہ ہلاکت خیزیوں اور تباہیوں سے؛ اور مکروہ اور ناپسندیدہ چیزوں سے ان کی حفاظت کرتے ہیں؛ یہ دنیاوی امور میں حفاظت ہے؛ مثلاً انسان کے بدن؛ جسم و جان؛ اہل و عیال اور مال اور اولاد کی حفاظت۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿لَهُ مُعَقِّبَاتٌ مِّن بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ يَحْفَظُونَهُ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ﴾

''اس کے آگے اور اس کے پیچھے یکے بعد دیگر آنے والے پہرے دار ہیں، جو اللہ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔''

دوم:...... اللہ تعالیٰ ہی انسان کے دین کی حفاظت فرماتے ہیں۔ اور اس سے گمراہ کن شبہات اور حرام شہوات کو دور کرتے ہیں اور ہر اس چیز سے بچاتے ہیں جو اس کے ایمان کے لیے نقصان دہ ہو۔ پس یہی وجہ ہے کہ حدود شریعت اور سزا و عقاب کا ایک مکمل اور کارگر نظام شریعت میں موجود ہے۔ اور پھر مرتے وقت انسان کو ایمان پر ثابت قدمی نصیب ہونا بھی اسی کے فضل سے ہے۔

سوم:...... اللہ تعالیٰ کی تعظیم و اجلال اور صرف اسی کی عبادت۔ کیونکہ وہی اکیلے انسان کو پیدا کرنے والے؛ روزی دینے اور حفاظت کرنے والے ہیں۔ اور زمین و آسمان انہی کے حکم سے قائم ہیں۔ پس صرف وہی ہر طرح کی عبادت اور دعاء و استغاثہ کے مستحق ہیں۔

چہارم:...... انسان کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی حقیقی اور مؤثر حفاظت میں آنے کے لیے اس کے اسباب بجالائے۔ ان میں سب سے بڑا سبب اللہ تعالیٰ کی توحید ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے:

((احفظ الله يحفظك ؛ احفظ الله تجده تجاهك .))

(صحيح الترمذي ٢٥١٦)

"تم اللہ تعالیٰ کو یاد رکھو؛ اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت کریں گے؛ تم اللہ تعالیٰ کو یاد رکھو؛ انہیں ہر جگہ اپنے سامنے (مددگار) پاؤ گے۔"

ان کے علاوہ جملہ امور شریعت کی حفاظت؛ اور ان امور سے بچ کر رہنا جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں؛ اور وہ امور ذوق وشوق سے بجالانا جن سے اللہ تعالیٰ راضی اور خوش ہوتے ہیں' انسان کی حفاظت کے جملہ اسباب میں سے ہیں۔

پنجم:...... کائنات کی کوئی چھوٹی یا بڑی چیز اللہ تعالیٰ سے اوجھل اور غائب نہیں۔ وہ ہر چیز سے آگاہ اور اپنے علم وقدرت سے ان کو گھیرے ہوئے ہیں۔ فرمایا:

﴿ اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ حَفِیْظٌ﴾ (ھود: ۵۷)

''بیشک میرے رب تعالیٰ ہر ایک چیز کے نگہبان ہیں۔''

ششم:...... انسان کی حفاظت کی نعمت پر اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء اور شکر گزاری۔

ہفتم:...... اللہ تبارک وتعالیٰ مخلوق کے اعمال کی نگرانی کرتے ہیں ان کے اقوال شمار کرتے ہیں ان کی نیتوں کو جانتے ہیں اور جو ان کے سینوں میں چھپا ہے وہ بھی جانتے ہیں ان پر کوئی چیز مخفی یا چھپی ہوئی نہیں۔ ہر چیز انہوں نے لوح محفوظ میں لکھوا رکھی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَکُلُّ شَیْءٍ فَعَلُوْهُ فِی الزُّبُرِ وَکُلُّ صَغِیْرٍ وَّکَبِیْرٍ مُّسْتَطَرٌ ﴾ (القمر:۵۲۔ ۵۳)

''ہر چیز جو وہ کرتے ہیں وہ کتب میں ہے اور ہر چھوٹی وبڑی چیز لکھی گئی ہے۔''

ہشتم:...... اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کراماً کاتبین فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو بندوں کے اعمال کی حفاظت کرتے ہیں۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿ وَاِنَّ عَلَیْکُمْ لَحٰفِظِیْنَ کِرَامًا کَاتِبِیْنَ یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ﴾

''اور بیشک تمہارے اوپر نگہبان ہیں جو کراماً کاتبین ہیں وہ جانتے ہیں جو تم کرتے ہو۔'' (الانفطار:۱۰۔ ۱۲)

اَلْمُحِيْطُ

احاطہ کرنے والا

حوطة حزم وہوشیاری۔ احـاطـه اس کا استعمال اجسام کے لیے بھی ہے۔ مثلاً: فلاں جگہ کو گھیر لیا۔ دیوار کو اسی لیے حائط بولتے ہیں۔

پھر اس کا استعمال حفاظت کے معنی میں بھی آتا ہے۔ تو "الـمـحيط" یعنی: وہ ہستی جس کے علم سے کوئی چیز غائب نہ ہو۔ اور اس نے اپنے علم سے ہر ایک چیز کا احاطہ کر رکھا ہو اور اسے گن رکھا ہو۔ یہ اسم گرامی قرآن مجید میں آٹھ بار آیا ہے۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَاءِ رَبِّهِمْ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ﴾

(فصلت ٥٤)

"سنو! یقیناً وہ لوگ اپنے رب سے ملنے کے بارے میں شک میں ہیں۔

سن لو! یقیناً وہ ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ تمام تر خفیہ امور حتی کہ سینے کی چھپی باتوں سے باخبر ہیں؛ اور اپنے علم سے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے۔ اور مخلوق کے تمام اعمال کے شاہد اور رقول وفعل کے نگران ہیں۔ کوئی عمل ان سے غائب نہیں۔ زمین اور آسمان کا ایک ذرہ بھی اس سے پوشیدہ نہیں۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿ إِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ﴾ (آل عمران : ۱۲۰)

''بیشک اللہ تعالیٰ جو یہ عمل کرتے ہیں گھیرنے والے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے ہر ایک چیز کی حفاظت جمیع جہات سے کر رکھی ہے؛ اس کا علم سب کو شامل ہے۔کوئی چیز اسے مخفی نہیں؛ فرمایا:

﴿ لِتَعْلَمُوٓا أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴾

''تاکہ تم جان لو بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ نے علم کے لحاظ سے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے۔''

احاطہ بالعلم کے معنی یہ ہیں کہ اس شے کے وجود جنس اور کیفیت و غرض اور مقصود ایجاد اور نتیجہ واثر کی کامل واقفیت ہو۔مخلوقات کے متعلق علم کی یہ وسعت، یہ فراوانی، صرف رب العالمین کو حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا اگر کوئی ایسا دعوی کرے تو وہ جھوٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ ﴾ (یونس : ۳۹)

''بلکہ ایسی چیز کی تکذیب کی جس کو اپنے احاطہ علمی میں نہیں لائے۔''

اللہ تعالیٰ محیط ہیں کیونکہ وہ اپنی تمام مخلوق کی حفاظت فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ محیط ہیں وہ تمام مخلوق پر اقتدار کلی رکھتے ہیں۔ احاطہ مکانی و احاطہ زمانی سب اسی کے بنائے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ محیط ہیں اور وہ ہر شے کی پیدائش، غرضِ پیدائش، انجامِ پیدائش، فوائد پیدائش سے آگاہ ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا﴾ (الجن: ۲۸)

''ان کے پاس جو ہے اس نے احاطہ کرلیا اور ہر چیز کو گن رکھا ہے۔''

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا مخلوقات کا احاطہ علمی ہے نہ تو زمین وآسمان کا ذرہ اس سے پوشیدہ ہے اور اس کے احاطۂ قدرت کو ارض وسماء کی کوئی چیز بے بس نہیں کرسکتی اس کا احاطہ قہر وغلبہ والا ہے یہ اس سے آگے نہیں گزر سکتے نہ ہی فرار ہو سکتے ہیں۔

اسم گرامی ''المحیط'' پر ایمان کے ثمرات:

اول:...... تم اللہ کے حکم سے بھاگنے کی طاقت نہیں رکھتے اور نہ ہی اس کی تقدیر سے باہر جاسکتے ہو کیونکہ اس نے اپنے علم وقدرت اور غلبہ سے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ﴾ (آل عمران: ۱۲۰)

''بیشک اللہ تعالیٰ جو یہ عمل کرتے ہیں اس کو گھیرنے والے ہیں۔''

دوم:...... خفیہ امور پر مطلع اور سینے کی چھپی باتوں سے باخبر ہیں۔ ان کے علم نے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے۔ اور مخلوق کے قولی اور فعلی اعمال اس کے سامنے ہیں۔ کسی کا کوئی عمل اس سے غائب نہیں ہوسکتا؛ زمین اور آسمان کا ایک ذرہ بھی اس سے پوشیدہ نہیں۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا﴾ (النساء: ۱۲۶)

''اللہ تعالیٰ ہر چیز کو گھیرے میں لیے ہوئے ہیں۔''

سوم:...... اللہ تعالیٰ کے مراقبہ؛ نگہبانی؛ اور اس کی پکڑ کا احساس وشعور؛ اور اس کے نتیجہ میں گناہ کرنے میں باری تعالیٰ سے حیاء۔

چہارم :......مخلوق رب العالمین پر ظلم واعتداء سے گریز۔ کہ آج اگر انسان کو کسی پر قدرت حاصل ہے تو یہ دھوکہ نہ کھائے کہ اس کا یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا؛ بلکہ اللہ تعالیٰ اسے ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہیں؛ ان کے سامنے کوئی چیز پھٹک نہیں سکتی۔ وہاں ہر ظلم کا جواب دینا ہوگا۔

پنجم :......اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل ایمان کو ملنے والی فتح ونصرت اور کفار کی شان وشوکت کی بے ثباتی پر یقین۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ﴾ (آل عمران ۱۲۰)

''اور اگر تم صبر کرو اور ڈرتے رہو تو ان کا مکر تمھیں کچھ نقصان نہ دے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ انکے اعمال کا احاطہ کرنے والے ہیں۔''

اَلْوَلِيُّ

مددگار اور حمایتی

وِلا سے ہے۔ وِلا کے معنی محبت، صداقت، قرب قرابت اور ملک ہیں۔ ولی کا معنی ہے: ناصر؛ متولی الامور؛ نگران ونگہبان۔ تمام مخلوقات کا مولی۔ ان کا آقا اور مالک۔ رازق اور معبود برحق۔

اہل ایمان کیلئے بطور خاص ولی اور محبّ؛ مددگار اور موفق (توفیق دینے والی ہستی)

یہ اسم گرامی قرآن مجید میں پندرہ بار آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿وَهُوَ الَّذِىْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ﴾

''وہی اللہ تعالیٰ ہیں جو ان کی ناامیدی کے بعد بارش برساتے اور اپنی رحمت پھیلاتے ہیں وہی ولی اور قابل تعریف ہیں۔''

بے شک اللہ تعالیٰ ہی ولی ہیں اور بندوں کے سب کاموں کی ولایت انہی کو حاصل ہے۔ یہ ولایت ایمان اور تقویٰ اور عبودیت سے حاصل ہوتی ہے۔ اور اس ولایت ومحبت کا نتیجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے گمراہوں کی ہدایت کے لیے قرآن نازل فرمایا ہے۔

بے شک اللہ تعالیٰ کی سچی محبت حاصل کرنے سے بندوں کو بھی اولیاء اللہ کا

خطاب مل جاتا ہے۔ یہ وہ برگزیدہ بندے ہوتے ہیں جو ایمان وتقویٰ اور اعمال صالحہ میں بلند مقام ومرتبہ رکھتے ہیں۔

بیشک اللہ تعالیٰ ہی ولی یعنی تدبیر وقدرت والے؛ تصرف اور ملکیت والے؛ زندگی اور موت دینے والے ہیں۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ (الشوریٰ: ۹)

''کیا انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوست بنائے ہیں؛ اللہ تعالیٰ ہی ولی ہیں وہ مُردوں کو زندہ کرتے ہیں اور وہ ہر چیز پر قادر ہیں۔''

وہ ولی ہیں کہ ہر ایک کو اپنی رحمتوں اور نعمتوں سے نوازتے اور ان کی مایوسیوں اور پریشانیوں کو ختم کرتے ہیں۔

فائدہ: ...... اپنے بندوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی ولایت (دوستی اور نصرت) کی دو اقسام ہیں:

ولایتِ عامہ: ...... اللہ سبحانہ وتعالیٰ ساری کائنات کی تدبیر کرتے ہیں اور جو چاہتے ہیں اپنے بندوں کی خیر وشر کی تقدیر بناتے ہیں اور نفع ونقصان کے وہی مالک ہیں۔ ساری بادشاہی صرف انہی کی ہے۔ تمام مخلوق ان کی تدبیر کے سامنے سرنگوں ہے ان کی مشیت کے نفاذ سے کوئی باہر نہیں جا سکتا۔ یہ سب ان کی قدرت میں ہیں۔ اس ولایت میں مؤمن اور کافر، نیک اور فاجر سب آتے ہیں۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ۭ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۣ وَهُوَ اَسْرَعُ

الْحَاسِبِيْنَ ﴾ (الانعام : ٦٢)

''پھر اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائے جائیں گے جو ان کے مولائے حق ہیں ،خبردار! اسی کے لیے حکم ہے وہ جلد حساب لینے والے ہیں۔''

کافروں سے ولایت کی نفی کا مطلب یہ ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی محبت، توفیق اور نصرت وتائید حاصل نہ ہوگی۔ یہ صرف مسلمانوں کے لیے ہے کافروں کو اس ولایت کا حصہ نہیں ملتا۔ وہ خسارہ میں رہیں گے، ان کے نصیب میں محرومی ہے۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾ (النحل : ٦٣)

''پس ان کے لیے شیطان نے ان کے اعمال مزین کیے ہیں وہ آج ان کا دوست ہے اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

ولایتِ خاصہ :...... یہ ایک عظیم الشان ولایت ہے، اللہ تعالیٰ اپنے ایماندار بندوں کو خاص شرف بخشا ہے اور اپنے مطیع گروہ اور متقی دوستوں کو اس ولایت کے لیے خاص کیا ہے۔ یہ دوستی تقاضا کرتی ہے کہ اللہ کی عنایت ،لطف اور اپنے ایماندار بندوں پر اس کی توجہ خاص ہو اور انہیں ایمان کی تربیت ملے ،ضلالت وخسارہ سے دور رہے۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـئُهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ اُولٰٓـئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾ (البقرہ : ٢٥٧)

''اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے دوست ہیں ؛ وہ انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف لاتے ہیں اور جنہوں نے کفر کیا ان کے دوست طاغوت ہیں جو انہیں نور سے اندھیروں کی طرف لے کر جاتے ہیں یہ لوگ آگ والے ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے۔''

اس دوستی اور ولایت کا تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو بخش دیتے ہیں اور ان پر رحمت کرتے ہیں۔ چنانچہ مؤمنین کی دعا ہے:

﴿ اَنۡتَ وَلِيُّنَا فَاغۡفِرۡ لَنَا وَارۡحَمۡنَا وَاَنۡتَ خَيۡرُ الۡغٰفِرِيۡنَ ﴾(الاعراف: ١٥٥)

''آپ ہمارے ولی ہیں ہمیں بخش دیں اور ہم پر رحم فرمائیں؛ اور آپ بہترین بخشنے والے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں وہ اسباب بھی بیان کئے ہیں جن کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی ولایت حاصل ہوتی ہے اور ان سے دوستی کی توفیق؛ اور راہِ حق کی طرف ہدایت اور اس کی مدد اور تائید ملتی ہے۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿ اَلَاۤ اِنَّ اَوۡلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ۝ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَكَانُوۡا يَتَّقُوۡنَ۝ لَهُمُ الۡبُشۡرٰى فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَفِى الۡاٰخِرَةِ‌ لَا تَبۡدِيۡلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ‌ ذٰلِكَ هُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ۝ ﴾

(یونس: ٦٢ ـ ٦٤)

''خبردار! بے شک اللہ تعالیٰ کے دوستوں کو نہ خوف ہے نہ غم کھائیں گے ، یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور پرہیزگار رہے ، ان کے لیے دنیا اور آخرت کی زندگی میں خوشخبری ہے ، اللہ تعالیٰ کے کلمات تبدیل نہیں ہوتے

یہ بڑی کامیابی ہے۔''

اللہ تعالیٰ کی یہ ولایت صرف ایمان صادق اور ظاہر و باطن میں تقویٰ سے ہی حاصل ہوتی ہے اور فرائض اسلام اور دینی رغبت والے کام سرانجام دینے سے میسر آتی ہے۔ ولی وہی ہوگا جو آپ ﷺ پر اور آپ کے لائے ہوئے پیغام پر ایمان لائے، ظاہر و باطن میں آپ ﷺ کی اتباع کرے۔ اور جو آپ ﷺ کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور ولایت کا مدعی ہے مگر آپ ﷺ کی اتباع نہیں کرتا تو یہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں میں سے نہیں، بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے دشمنان اور مخالفین اور شیطان کے دوستوں میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ قُلْ إِنْ كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ ﴾

(آل عمران:۳۱)

''کہہ دو! اگر تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کریں گے۔''

اور جس نے اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ کیا اور رسول اکرم ﷺ کی اتباع نہ کی؛ شریعت کی پابندی نہ کی وہ اللہ تعالیٰ کا دوست نہیں۔

اَلْوَالِیُ

متولی اور متصرف

ولایت بالفتح ہے؛ والی کے معنی تولیت ؛ ملک و امر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ﴾ (الرعد : ۱۱)

''اور نہیں ہے ان کے لیے سوائے اس کے کوئی ولی۔''

لفظ مولیٰ بھی اسی مادہ سے آتا ہے جس کے معنی ہے: آزاد کردہ غلام اور آزاد کرنے والا آقا۔ حلیف، چچا زاد اور ہمسایہ کے ہیں۔ ایک کام کو ایک کے بعد دوسرا سرانجام دینے والا بھی مولیٰ کہلاتا ہے۔ موالات بھی اسی مادہ سے ہے۔

اللہ تعالیٰ وَالِیْ ہیں۔ ان کو تمام امور پر ولایت تامہ حاصل ہے اور تمام مخلوقات پر اسی کا تصرف ہے۔ نصرت و استعانت، سلطنت و قدرت، تدبیر و تصرف اسی کو حاصل ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ ہی صحیح ترین معنی میں وَالی ہیں۔ ہر شے پر اسی کی قدرت فرمانروا ہے۔

اللہ تعالیٰ والی ہیں؛ تمام ملک ان کا ہے؛ اور اس میں حکم بھی صرف ان کا چلے گا؛ اور شریعت بھی ان کی ہوگی۔

اَلْمَوْلٰی

مالک و آقا

معنی:...... وَلَا سے ہے۔ وَلَا کے معنی وہ تعلق ہے جو دو چیزوں کے درمیان ہو۔ اس لفظ کا استعمال مکان یا نسب یا دین کے تعلق کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ اسم گرامی قرآن مجید میں بارہ مرتبہ آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ذیشان ہے:

﴿وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ هُوَ مَوْلٰكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ﴾

(الحج:۷۸)

''اللہ تعالیٰ کو مضبوط پکڑو وہ تمہارے مولیٰ ہیں پس وہ اچھے مولیٰ اور اچھے مددگار ہیں۔''

مولیٰ اس معنی میں زیادہ خاص ہے۔ یعنی مومن کو ولی کا خطاب تو ملا مگر مولیٰ کا نہیں۔ یعنی قرآن میں یہ نہیں آتا کہ مومن اللہ تعالیٰ کے مولیٰ ہیں بلکہ قرآن میں ﴿فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰهُ﴾ واقع ہوا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کے بھی مولیٰ اور مومنین کے بھی مولیٰ ہیں۔

یعنی اللہ تعالیٰ مولیٰ ہیں اور وہی ہمارے کارساز ہیں۔ کمال ایمان یہ ہے کہ انسان خود کو اللہ تعالیٰ کی ولایت کے سپرد کر دے۔ موالات و عدم موالات کا حصر مالک کی خوشنودی و رضامندی پر رکھ دے۔

کافروں کے مولیٰ اللہ تعالیٰ : اس کا مطلب ہے وہ ان کے مالک ہیں؛ جو چاہیں ان کے بارے میں تصرف کریں۔ اس میں اور اللہ تعالیٰ کے اس قول میں ٹکراؤ نہیں :

﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ﴾ (محمد : ۱۱)

''یہ اس وجہ سے ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے مولیٰ ہیں اور بے شک کافروں کے لیے کوئی مولیٰ نہیں۔''

کافروں سے محبت، توفیق اور نصرت وتائید والی ولایت کی نفی کی گئی۔ وہ خسارہ میں رہیں گے، ان کے نصیب میں محرومی ہے ان کا شیطان ولی ہے ان کا انجام آگ جیسا برا ٹھکانہ ہے۔ جب کہ اہل ایمان کو ولایتِ خاصہ حاصل ہے۔ یہ ایک عظیم الشان اور کریم ولایت ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے ایماندار بندوں کو خاص شرف بخشا ہے اور اپنے مطیع گروہ اور متقی دوستوں کو اپنی عنایات، لطف اور ایمان کی تربیت کے لیے خاص کیا ہے تاکہ ضلالت وخسارہ سے دور رہیں۔

اسمائے گرامی ''الولی؛ الوالی اور المولیٰ'' پر ایمان کے ثمرات:

اول:......مولیٰ کا معنی خالق و مالک اور تمام مخلوقات کا سردار ہونے کے اعتبار سے؛ اس معنی کے احاطہ میں مؤمن اور کافر بھی شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کے معبود برحق ہیں۔ ان اسمائے گرامی پر ایمان رکھنے سے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے؛ اور وہ اس کے تقاضے کے مطابق عمل کرتے ہوئے صرف ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت بجا لاتا ہے؛ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا۔

دوم:...... جہاں ولایت بمعنی محبت اور توفیق ہدایت اور نصرت و مدد کا تعلق ہے؛ تو اس معنی میں یہ صرف اہل ایمان اور اہل تقوی کے ساتھ خاص ہے۔ اپنے معنی کے اس اعتبار سے اہل ایمان کے دلوں میں اطمینان اور اعتماد و یقین پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو بھلائی کی توفیق بخشنے والے اور ان کے مولی و مددگار ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ پر توکل بڑھتا ہے۔ اور اس سے انسان کے اندر یہ بھی یقین اور امید کی شمع روشن ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ جب اہل ایمان کے مددگار ہیں؛ جو انہیں کفر و شرک اور ظلم کے اندھیروں سے نکال کر اسلام اور توحید اور عدل و انصاف کے نور میں لاتے ہیں؛ کیونکہ یہ امور اللہ تعالیٰ کیساتھ دوستی اور موالات کے ضمن میں آتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ﴾

(البقرة: ٢٥٧)

''اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے دوست ہیں جو ایمان لائے، وہ انھیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتے ہیں۔''

سوم:...... انسان مخلصانہ عبادت کے ساتھ نیک اعمال بجا لاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی ولایت اور قربت حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ کیونکہ اصل ولایت نیک اعمال اور توحید کی بدولت نصیب ہوتی ہے۔ اگر انسان کے اندر توحید نہیں؛ تو اس کے نیک اعمال قبول نہیں ہوتے۔ اور اگر نیک اعمال نہیں تو اللہ تعالیٰ کی قربت اور ولایت حاصل ہونی محال ہے۔

لوگوں نے اپنی طرف سے جو اولیاء مقرر کر رکھے ہیں؛ جن کے توشہ میں نہ ہی

توحید ہے اور نہ ہی نیک اعمال ؛ تو واضح رہے کہ یہ لوگ اولیاء ضرور ہونگے ؛ مگر اولیاء شیطان ہوں گے ؛ اور جسے یہ کرامت ولی کا نام دیتے ہیں ؛ وہ شیطانی شعبدہ بازی اور جادوگری ہے۔ کیونکہ کوئی انسان اس وقت تک اللہ تعالیٰ کا سچا ولی نہیں ہو سکتا جب تک اس کے نیک اعمال کی اساس توحید و سنت پر قائم نہ ہو۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے بجالانے والا اور منع کردہ امور سے رک جانے والا نہ ہو۔

چہارم:...... ان اسمائے گرامی پر ایمان رکھنے سے اللہ تعالیٰ کی محبت دل میں پیدا ہوتی ہے؛ اور انسان کی امیدیں بڑھ جاتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے حامی و مدد گار ہیں؛ آزمائش کے دن تھوڑے ہیں؛ اور آخر کار غلبہ و فتح اہل ایمان اولیاء اللہ کی ہی ہوگی۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَ مَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ﴾ (المائدة ٥٦)

”اور جو کوئی اللہ کو اور اس کے رسول کو اور اہل ایمان کو دوست بنائے؛ تو یقیناً اللہ تعالیٰ کا گروہ ہی وہ لوگ ہیں جو غالب ہیں۔“

پنجم:...... اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے مولیٰ ہیں اور انہوں نے کفار اور مومنین کے درمیان عدمِ موالات کا حکم دیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

(آل عمران: ٢٨)

”مومن ایمان والوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست نہ بنائیں۔“

ششم:...... مولی کے لفظ کا معنی موقع محل کے حساب سے کیا جاتا ہے۔ کیونکہ

اس کے کئی معانی ہیں۔مثلا: آزادشدہ غلاموں کے متعلق فرمایا گیا:

﴿فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ وَ مَوَالِيْكُمْ﴾ (الاحزاب: ۵)

''وہ تمہارے دینی بھائی اور مولیٰ (آزادکردہ) ہیں۔''

اوراہل نسب اور قرابت داروں کے متعلق ارشاد ربانی ہے:

﴿وَ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ﴾ (النسآء:۳۳)

''ماں باپ یا قرابت دار جو چھوڑ مریں اس کے وارث ہم نے ہر شخص کے نسب والے مقرر کردیے ہیں۔''

پس مذکورہ بالا تمام معانی کو ذہن میں رکھ کر مولی کا معنی حسب موقع و استعمال کیا جائے۔

اَلْوَدُوْدُ

بڑا محبت کرنے والا

ودود بہت زیادہ محبت کرنے والا۔ وداد کا درجہ محبت سے اعلیٰ ہے۔ وداد کا معنی ہے خالص اور صاف محبت۔ محبت کے لب اور خلاصہ کا نام وداد ہے۔ وداد محبت کا وہ درجہ ہے جو اخلاص سے حاصل ہوتا ہے اور غرض مندی؛ طمع و لالچ کے شائبہ کا دھوکا جاتا رہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ودود ہیں؛ وہ اپنے انبیائے کرام علیہم السلام اور ان کے پیروکاروں سے محبت کرتے ہیں۔ اور وہ بندے اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں ان کے دل اسکی محبت سے اتنے معمور ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سب سے زیادہ انہیں محبوب ہوتا ہے۔

یہ اسم گرامی قرآن پاک میں دو مرتبہ آیا ہے۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْا اِلَيْهِ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ﴾

(هود: ٩٠)

"اپنے رب سے استغفار کرو پھر اس کی طرف توبہ کرو بے شک میرے رب تعالیٰ رحیم اور محبت کرنے والے ہیں۔"

ودود کے معنی مَوْدُود بھی ہیں یعنی وہ ذات جس سے محبت کی جائے، جس کو نقد دل نذر میں پیش کر دیا جائے، وہ جس سے محبت شدید کا علاقہ پیدا کیا

جائے۔ محبت:

۱۔ دلِ سالم کی میلِ دائم کا نام محبت ہے۔

۲۔ محبوب پر تمام پیاری چیزوں کے نثار کا نام محبت ہے۔

۳۔ حاضر و غائب میں محبوب کی موافقت کا نام محبت ہے۔

۴۔ اپنی گمشدگی میں اصابتِ محبوب کا نام محبت ہے۔

۵۔ محبت جس میں ذلت عزت سے زیادہ محبوب ہوتی ہے۔

۶۔ مرادِ محبوب پر ایثار قلب کا نام محبت ہے۔

جب بندے کو یہ پہچان ہو جائے کہ اس کا رب ودود ہے؛ اہل ایمان و متقی دوستوں اور اطاعت شعاروں سے محبت رکھتا ہے؛ صابرین اور متوکلین سے؛ اہل توبہ وطہارت سے؛ سچے محسنین سے محبت رکھتا ہے؛ تو پھر اس پر واجب ہو جاتا ہے کہ اس کی اطاعت کرے اس کے پسندیدہ اعمال کرے اور درست بات کرے؛ اس کے منع کردہ کاموں سے اجتناب کرے اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرے؛ جو آپ ﷺ کی سنت سے محبت اور آپ ﷺ کی تابعداری میں جدوجہد کرتا ہے اسے بھی اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہوتی ہے۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ﴾ (آل عمران : ۳۱)

"فرما دیجیے: اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کریں گے اور تمہارے گناہ بخش دیں گے۔"

اسم مبارک ''الودود'' پر ایمان کے ثمرات:

اول:...... اللہ تعالیٰ کی حقیقی محبت؛ جس کے ثمرات دل میں اخلاص فی العبادت کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اور انسان اللہ تعالیٰ کی پسند کو باقی ہر محبوب چیز پر ترجیح دیتا ہے۔ اور جس چیز سے اللہ تعالیٰ محبت کرتے ہیں؛ اس سے انسان بھی محبت کرتا ہے؛ اور جس چیز کو اللہ تعالیٰ ناپسند کرتے ہیں؛ مؤمن بھی اس چیز کو ناپسند کرتا ہے۔ یہی ولاء اور براء کی اصل حقیقت ہے۔

دوم:...... ایسی قوت انسان کے اندر پیدا ہوتی ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ مضبوط اچھا گمان پیدا ہوتا ہے؛ اور انسان اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے فضل وکرم سے کبھی مایوس نہیں ہوتا۔

سوم:...... انسان کو اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کے ساتھ مناجات کرتے ہوئے ایمان لذت محسوس ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ ایسی ہستی سے مناجات کر رہا ہے جو اس سے بلا لالچ اور مخلصانہ محبت کرتی ہے۔

چہارم:...... رسول اللہ ﷺ کے اوامر ونواہی میں آپ کی مخلصانہ اور سچی اطاعت شعاری اور سنت مطہرہ کی پابندی۔ ایسا کرنا اس بات کی علامت ہے کہ بندہ اپنے رب تعالیٰ سے محبت کرتا ہے۔ اور یہ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے اس بندہ سے محبت ہے۔

فائدہ:...... انسان کو چاہیے کہ ہر دم اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ وہ مہربان ذات اسے عاجز وفقیر انسان کو اپنی محبت اور ان اعمال کی محبت عطا کر دیں جو اللہ تعالیٰ کی محبت اور قربت کا سبب بنتے ہیں۔ ایسا کرنا عین سنت ہے۔

نبی ﷺ سے منقول دعا میں آتا ہے:

((اللهم إني اَسْأَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ وَحُبَّ عَمَلٍ يُقَرِّبُنِیْ اِلٰی حُبِّكَ.))

(مسنداحمد:٥/ ٢٤٢، ترمذی:٣٢٣٥)

''میں آپ سے آپ کی محبت اور اس کی محبت جو آپ سے محبت کرتا ہے اور اس عمل کی محبت جو آپ کی محبت کے قریب کرے؛ کا سوال کرتا ہوں۔''

اَلْمُسْتَعَانُ

مدد طلب کیا جانے والا

معنی :...... عون سے ہے، جس کے معنی مدد وحمایت ہیں۔ استعانت مدد مانگنا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ﴾ (یوسف : ۱۸)

''اور تمہاری گھڑی ہوئی باتوں پر اللہ تعالیٰ ہی سے مدد کی طلب ہے۔''

نبی ﷺ نے بھی کفار عرب کے مقابلہ میں یہ دعا پڑھی تھی:

﴿وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ﴾(الانبیاء: ۱۱۲)

''اور ہمارا رب بڑا مہربان ہے؛ اسی سے مدد طلب کی جاتی ہے، ان باتوں پر جو تم بیان کرتے ہو۔''

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے حق بندہ پر دو ہیں۔ عبادت و استعانت۔ جو کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے ان حقوق کو کم کرے گا؛ یا یہ حقوق کسی دوسرے کو دے گا، دوسرے کو ایسے حق کا اصلی یا حقیقی یا عارضی یا مجازی مالک سمجھے گا وہ شرک کے گہرے گڑھے میں گر جائے گا۔

مصیبت، بے چارگی، غمزدگی اور دیگر ایسے اوقات و احوال میں استعانت من اللہ (اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنے کا) کا طریقہ یہ ہے کہ:

﴿وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ﴾ (البقرة: ٤٥)
''صبر اور نماز سے مدد حاصل کرو۔''

اسم گرامی ''المستعان'' پر ایمان کے ثمرات:

اول:...... مصیبت کے وقت انسان قلب کی حفاظت کرے اور ان نعمتوں کو یاد کرے جو اس مصیبت کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہیں اوراس بندہ کو حاصل ہیں۔ زبان کی حفاظت کرے اور کوئی ایسا کلمہ یا قول زبان سے نہ نکلنے دے۔ جو رب تعالیٰ کی ناپسندیدگی کا موجب ہو۔ اور مشکل ترین حالات میں نماز نافلہ کی نیت باندھ کر کھڑا ہو جائے اور پورے خضوع وخشوع سے قیام وقعود اور رکوع وسجود کو ادا کرے؛ اور اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرے۔ امید ہے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد اس کی حالت میں نمایاں تبدیلی ہو چکی ہوگی۔

دوم:...... اس بات کا پکا یقین اور اعتقاد کہ اللہ تعالیٰ ہی مستعان یعنی مددگار ہیں؛ وہ اپنے نیک بندوں کی مدد فرمائیں گے۔

سوم:...... اپنے تمام تر چھوٹے اور بڑے امور میں صرف اللہ تعالیٰ سے مافوق الاسباب مدد کی طلب: ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ إِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ استعانت اور معاونت میں فرق ہے۔ معاونت میں وہ امور داخل ہیں جن فریقیناً یک دوسرے کی اعانت کے محتاج ہوں۔ درزی کو موچی کی ضرورت ہے۔ موچی کو درزی کی۔ کاشتکار کو بزاز کی ضرورت ہے، بزاز کو کاشتکار کی۔ یعنی سلسلہ احتیاج بہر دو جانب موجود ہے۔

استعانت ان امور میں ہے جو انسان کی طاقت سے بالاتر ہیں اوران کا تعلق

صرف قدرتِ الٰہیہ سے ہوتا ہے۔ مصائب کو دور کرنا، نوائب کو ہٹانا، مرادوں کا پورا کرنا، آرزوؤں کا برلانا، گناہوں اور تقصیرات ماضیہ سے درگزر، مستقبل کی اصلاح و فلاح آخرت کی بہبودی، دنیا کی سلامتی، حیات و ممات، عطیہ مال و اولاد۔ کشائشِ رزق، افزائشِ عمر وغیرہ وغیرہ کی استعانت خاص رب العالمین ہی کا خاصہ ہے۔

چہارم:...... انسان کو چاہیے کہ ہر حال میں اس عہد کی پاسداری کرے جس کا وعدہ وہ ہر نماز کی ہر رکعت میں اللہ تعالیٰ سے کرتا ہے کہ: "اے اللہ! ہم صرف آپ کی ہی عبادت کرتے ہیں اور آپ سے ہی مدد چاہتے ہیں۔"

اَلْوَكِیْلُ

بڑا کارساز

معنی:...... وَکْل سے ہے۔ وَکْلَة الدّابة جانور تھک کر چلنے سے رہ گیا۔

وَکْـــل وہ انسان جو اپنا کام خود سر انجام دینے سے عاجز ہو۔ وکالت اپنا کام دوسرے کے سپرد کرنا۔

وَکِیْل بروزن فَعِیْل ہے۔ اس وزن کے الفاظ بمعنی مفعول بھی آتے ہیں اور بمعنی فاعل بھی۔

جب انسان کسی دوسرے پر اعتماد وثوق کرتا ہے۔ تب اسے وکیل کہتے ہیں۔ یعنی مَوْکُوْل اللہ .

معنی :...... وکیل: کارساز؛ تمام مخلوقات کے کام بنانے والا؛ ان کی روزی پوری کرنے والا؛ اس کی بارگاہ میں پناہ پکڑنے والے کے لیے کفایت کرنے والا۔ اپنے اولیاء وصالحین کے امور میں کفایت کرنے اور آسانیاں پیدا کرنے والا۔

یہ اسم مبارک قرآن مجید میں چودہ مرتبہ آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِیْلُ﴾ (آل عمران ۱۷۳)

''جن سے لوگوں نے کہا کہ بے شک لوگ تمھارخلاف جمع ہو گئے ہیں، سو ان سے ڈرو، تو اس نے انھیں ایمان میں زیادہ کر دیا اور انھوں نے کہا ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہیں اور وہ اچھے کارساز ہیں۔''

ساری مخلوقات کے کام بنانے والے؛ رزق کے کفیل؛ ان کے خوراک رساں؛ اورکائنات کے معاملات کی تدبیر کرنے والے اوران کے امور کا تصرف رکھنے والے صرف اللہ تعالیٰ ہیں۔ یہ خاص قسم کی وکالت ہے۔ارشادگرامی ہے:

﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا﴾ (النساء: ٨١)

''اوراللہ تعالیٰ پرتوکل کیجیے؛ اللہ تعالیٰ کافی کارساز ہیں۔''

﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾ میں یہی معنی ملحوظ ہیں۔

اللہ تعالیٰ وکیل ہیں، کہ جملہ امور میں درستی واصلاح اسی سے ملتی ہے۔ کیونکہ نظام عالم کا اعتماد اسی کی ذات مقدس پر ہے۔

اللہ تعالیٰ وکیل ہیں، کہ عاجز نوازی، بندہ پروری اسی کی شان ہے۔ اوران پر توکل کیا جاتا ہے۔توکل میں دو اصل ہیں:

۱۔ دل اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرے۔

۲۔ اسباب بروئے کار لائے ،ناجائز اسباب تک تجاوز نہ کرے ،نہ ہی غیر شرعی طریقہ اپنائے۔

اسم گرامی''الوکیل'' پرایمان کے ثمرات:

اول:......نعمت کے حصول اور زحمت سے دفاع کے لیے صرف اللہ وحدہ لا شریک پر توکل کرنا اورتمام اموراس کے سپرد کرنا؛ ارشادگرامی ہے:

﴿اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا﴾ (الاسراء: ۲)

"یہ کہ میرے سوا وکیل نہ بناؤ۔"

دوم:...... اللہ پر توکل کرنے والوں کے ساتھ عظیم ثواب کا وعدہ کیا گیا ہے اور حسن انجام دینے کی نوید سنائی ہے۔ ارشاد الٰہی ہے:

﴿وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ﴾ (الشوری: ۳۶)

"اور جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے وہ بہتر اور باقی رہنے والا ہے ان کے لیے جو ایمان لائے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔"

سوم:...... اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے وکیل (کارساز) ہیں؛ ان کے لیے آسانیاں پیدا فرماتے اور مشکلات سے نجات دیتے ہیں۔ سچے توکل اور انابت کی بدولت ایمان بڑھتا ہے؛ اور اللہ تعالیٰ اس کے لیے دنیا اور آخرت کے امور میں کفایت کر جاتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ﴾

(الأنفال: ۲)

"مومن تو وہی ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیات پڑھی جائیں تو انھیں ایمان میں بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے رب ہی پر بھروسا رکھتے ہیں۔"

چہارم:...... توکل کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ انسان کسی کام کے لیے اسباب بروئے

کار نہ لائے۔ بلکہ اسباب کو بروئے کار لانا عین سنت ہے۔ بس انہیں سبب کی حد تک ہی رکھا جائے؛ اور اصل معاملہ مسبب الاسباب پر چھوڑ دیا جائے؛ یہ توکل ہے۔

پنجم :...... قرآن و اسلام اور رسول اللہ ﷺ نے متعدد مقامات پر توکل اور اہل توکل کی مدح فرمائی۔ توکل کی ترغیب دی ہے۔ مثلاً فرمایا:

﴿فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ﴾ (یونس : ٨٤)

''تب اسی پر اعتماد کرو اگر تم مسلم ہو۔''

(دیکھو توکل کو اسلام کے ساتھ مشروط فرمایا ہے)

اَلْكَفِيْلُ

کفالت کرنے والا

معنی :...... کفیل شہید کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اور حافظ اور ضامن کے معنی میں بھی آتا ہے۔ یہ اسم گرامی قرآن مجید میں ایک بار وارد ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عَاهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا﴾ (النحل: ٩١)

”اور اللہ تعالیٰ سے کیا عہد پورا کرو جب تم عہد کرو اور قسمیں مت توڑو ان کو پختہ کرنے کے بعد تم نے اللہ کو اپنے اوپر کفیل بنایا ہے۔“

کفیل وہ ہے جو دوسرے کی ضروریات کو پورا کرنے کی ذمہ داری اپنے اوپر لیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی کفیل ہیں۔ وہی ہماری حاجات کو پورا کرتے، اور مرادیں برلاتے ہیں؛ ضروریات مہیا فرماتے ہیں۔ ہمارے مقاصد و مطالب کو مکمل فرماتے ہیں۔ ان پر ہمارا وثوق و اعتماد ہے۔ وہی ہمارے ملجا و ماویٰ ہیں۔ ہمارا رزق، ہماری عمریں اسی کی کفالت میں ہیں۔ ہماری جان و ایمان کا وہی کفیل ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ضمانت سے بڑھ کر اور کس کی ضمانت ہو سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی کفالت سے بڑھ کر اور کس کی کفالت نہیں ہو سکتی۔

مبارک ہیں وہ لوگ جو دنیاوی زیب و زینت اور مال و دولت کی کفالت کو ہیچ سمجھتے ہیں۔ اور ہر کام میں اور ہر موقع پر اللہ تعالیٰ ہی کے کارساز و کارفرما اور کفیل ہونے پر کامل ایمان اور یقین رکھتے ہیں۔

اسم گرامی ''الکفیل'' پر ایمان کے ثمرات:

اول:...... اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو دوہرا اجر دینے کی ضمانت (کفالت) لی ہوئی ہے جو پہلے کسی شریعت پر ایمان رکھتے ہوں؛ اور اب محمد رسول اللہ ﷺ پر بھی ایمان لے آئیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَءَامِنُوا۟ بِرَسُولِهِۦ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِن رَّحْمَتِهِۦ وَيَجْعَل لَّكُمْ نُورًا﴾ (الحدید: ۲۸)

''اے مؤمنو! اللہ سے ڈرو؛ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ۔ وہ تمہیں اپنی دوہری رحمت سے نوازیں گے تمہارے لیے نور بنا دیں گے۔''

دوم:...... ''کفیل'' کا مطلب عام طور پر ہے امورِ خلقت کا نگران اور ان کے رزق کی ذمہ داری پوری کرنے والا۔ لیکن بعض آیاتِ مبارکہ میں کفیل سے مراد گواہ، حافظ اور ضامن ہے۔ جو بندہ بھی اللہ کے کفیل ہونے پر راضی ہو اور سچائی اپنائے؛ تو اللہ تعالیٰ اس کے وفا کرنے میں اعانت فرمائیں گے اور اس کے معاملہ میں وہاں سے سہولت پیدا کریں گے جہاں سے اس کا وہم و گمان بھی نہیں ہوگا۔

سوم:...... جب انسان کا یہ عقیدہ بن جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اس کے کفیل ہیں؛ جو

اس کی روزی روٹی؛ روزگار؛ اور عزت کے ضامن ہیں؛ تو وہ صدق دل سے اللہ تعالیٰ کے سامنے عجز و نیاز مندی کے ساتھ ان چیزوں کا طلب گار ہوتا ہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی ان کے مالک ہیں۔

چہارم:......اللہ تعالیٰ کی کفایت و کفالت پر اعتماد اور اس سے امیدوں کی مضبوط وابستگی؛ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن۔ اورانسان کو مایوسی اور نا امیدی سے چھٹکارا ملتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کی نیاز مندی اور امید بڑھ جاتی ہے۔ توحید میں پختگی آتی ہے۔ اور انسان ایسی حرکتیں کرنے سے باز آجاتا ہے جو مقام انسانیت سے گری ہوئی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی توحید کے منافی ہیں۔

فائدہ:......اللہ تعالیٰ اہل ایمان کی مدد و نصرت کے کفیل و ضامن ہیں؛ اور وہ اپنی حکمت و مصلحت کے مطابق ان کی نصرت فرمائیں گے؛ پس کفر کے وقتی غلبہ یا انسان کی وقتی پریشانیوں اور مجبوریوں پر اسے دل برداشتہ نہیں ہو جانا چاہیے۔

فائدہ:......حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''جب بندہ گھر سے نکلنے والی دعا پڑھتا ہے تو شیطان کہتا ہے: یہ ہدایت دیا گیا ہے، کفایت کیا گیا اور بچایا گیا کیونکہ اس میں بسم اللہ توکلت کا لفظ آتا ہے کہ میں نے اللہ پر توکل کیا ہے۔''

(ابوداود:٥٠٩٠، ترمذی:٣٤٢٦ وحسنه، صحیح، ترغیب وترھیب:١٦٠٥)

الله وحده لا شريك پر توکل کرنا اور اپنے امور اسی ذات کو کفیل و کارساز سمجھنا، نعمت و رحمت کے حصول اور زحمت سے دفاع اور بلا سے دور رہنے کے لیے اسی پر اعتماد کرنا؛ یہ دین کا جلیل القدر مقام اور عظیم فریضہ ہے۔ بندوں پر واجب

ہے کہ اس وحدہ لاشریک کے لیے اخلاص پیدا کریں۔ یہ عبادت کا جامع ترین اور اہم ترین ذریعہ ہے۔ اسی سے نیک اعمال اور اطاعت شعاری کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ جب دل دینی اور دنیاوی امور میں اللہ تعالیٰ پر اعتماد کی آماجگاہ بن جاتے ہیں کہ وہی کفیل ووکیل ہیں انکا کوئی شریک نہیں، تو اخلاص صحیح ہو جاتا ہے اور بندے کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق مضبوط ہو جاتا ہے۔ اسلام میں حسن اور نکھار پیدا ہوتا ہے، یقین میں اضافہ ہوتا ہے اور اسکے تمام احوال درست ہو جاتے ہیں، توکل دین کے تمام مقامات کی اصل ہے۔ پس ہر حال میں اللہ تعالیٰ پر اپنا توکل مضبوط کیجیے۔

اَلْكَافِي

کافی ہونے والا

کفائت کے معنی ہے: کسی کا پورا کر دینا حسب مراد کام بن جانا۔ اللہ تعالیٰ کی کفایت اس کے تمام بندوں کے لیے ان کے تمام امور میں ہے ؛ جیسے ان کو رزق دینا؛ ان کے امور کی تدبیر اور امور کی اصلاح ؛ اور اپنے اولیاء کی رعایت و تائید۔

یہ اسم گرامی قرآن مجید میں صرف ایک بار وارد ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ﴾ (الزمر: ٣٦)

''کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کے لیے کافی نہیں ہیں۔''

اہل توحید اللہ تعالیٰ کی ولایت کو باقی سب کی محبت و ولایت سے زیادہ اور کافی سمجھا کرتے ہیں۔

اہل توکل اللہ تعالیٰ ہی کو اپنا وکیل بنانا جملہ تدابیر سے کفایت کنندہ سمجھتے ہیں۔

اہل ایمان اللہ تعالیٰ کے علم و بصر اور اطلاع و خبر کو اعمال صالحہ کی بجا آوری کے لیے یا افعال قبیحہ سے پہلو تہی کے لیے کافی وافی سمجھ کر دنیا کی جھوٹی راز داری یا ریا کاری سے بچے رہتے ہیں۔

کافی وہ ہے جو مخلوق کو ان کے تمام تر امور میں کفایت کر جائے ،اس کی کفایت دو طرح ہے:

۱۔ **کفایت عامہ** :...... اللہ تعالیٰ ساری مخلوقات کو کفایت کرتے ہیں؛ اس کی ایجاد و امداد کرتے ہیں؛ اور جس مقصد کے لیے وہ پیدا کی گئی ہے اس کے لیے اسے تیار کرتے اور اسباب مہیا کرتے ہیں؛ جو انہیں غنی کر دیتے ہیں انہیں کھلاتے اور پلاتے ہیں۔

۲۔ **کفایتِ خاصہ** : یہ کفایت توکل کرنے والوں کے لیے ہے اپنے متقی بندوں کے احوال کی اصلاح کرتے ہیں؛ ان کے دینی اور دنیاوی امور میں کفایت کرتے ہیں؛۔ بندہ جب اپنے رب پر اس طرح توکل کرتا ہے تو وہ اپنی مصلحت حاصل کرنے میں اور مضرت دور کرنے میں کامل قوت پالیتا ہے اس کا اعتماد مضبوط ہوتا ہے اس کے تمام احوال درست ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

﴿فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ (البقرة: ۱۳۷)

''اللہ تعالیٰ عنقریب ان سے آپ کی کفایت کریں گے اور وہ خوب سننے اور جاننے والے ہیں۔''

اسم گرامی ''الکافی'' پر ایمان کے ثمرات:

اول:...... اس اسم گرامی پر ایمان سے بندہ خود پسندی اور تکبر اور غم دنیا کی مرض سے سلامت رہتا ہے؛ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ جَعَلَ الْهُمُوْمَ هَمًّا وَّاحِدًا هَمَّ الْمَعَادِ كَفَاهُ اللّٰهُ هَمَّ دُنْيَاهُ.)) (ابن حبان: ٤١٠٦، وحسنه الالبانی: ٢٠٧)

''جس نے ایک ہی غم رکھا جو کہ آخرت کا ہے تو اللہ اسے دنیا کے غم سے

کفایت کر جاتے ہیں۔"

اور جو تفکراتِ دنیا کے احوال میں بکھر گیا اللہ اس کی پرواہ نہیں کرتے وہ کسی بھی وادی میں ہلاک ہو جائے۔"

دوم:...... اللہ تعالیٰ کی سچی محبت ؛ اور اس کی شریعت کے سامنے سر تسلیم خم کرنا۔

کیونکہ جو ہستی انسان کی دنیا اور آخرت کے امور میں اسے کفایت کرتی ہے؛ وہ اس بات کی مستحق ہے کہ اس کے احکام کی تعمیل کی جائے ؛ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔

سوم:...... اللہ تعالیٰ کی کفایت و نصرت اور کفالت پر یقین کی وجہ سے دل کو اطمینان ملتا ہے۔ خوف و غم اور پریشانی کا خاتمہ ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ بات پتہ چل جاتی ہے کہ انسان کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے علم و حکمت سے ہو رہا ہے؛ اور اس کا خاتمہ بھی اسی پر ہے۔

چہارم:...... کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تضرع اور گریہ و زاری؛ اور اس کو راضی کرنے کی ہر کوشش بجا لانا۔ اور اللہ تعالیٰ سے ان کے اسماء حسنیٰ اور صفات عالیہ کے وسیلہ سے دعائیں کرنا۔

فائدہ:...... حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ام المؤمنین سیدہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں لکھا: کہ مجھے ایسا خط لکھیں؛ جس میں مجھے ایسی وصیت فرمائیں جو نہ زیادہ ہو اور نہ ہی مختصر ہو، محترمہ سیدہ رضی اللہ عنہا نے تحریر فرمایا:

السلام علیکم! کے بعد! میں نے سن رہی تھی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے:

((مَنِ الْتَمَسَ رِضَاءَ اللّٰهِ بِسَخَطِ النَّاسِ كَفَاهُ اللّٰهُ مُؤْنَةَ النَّاسِ

وَمَنِ الْتَمَسَ رَضَاءَ النَّاسِ بِسَخَطِ اللّٰهِ وَكَّلَهُ اللّٰهُ اِلَى النَّاسِ .)) (ترمذی:٢٤١٤، عن عقبة موقوفا باسناد صحيح وله شواهد صححه الالبانی)

''جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا لوگوں کی ناراضی کے باوجود تلاش کی اللہ تعالیٰ لوگوں کی پریشانیوں میں اسے کفایت کر جائیں گے اور جس نے لوگوں کی رضا اللہ تعالیٰ کی ناراضی سے تلاش کی تو اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کے سپرد کر دیتے ہیں۔'' والسلام

فائدہ: ......حضرت ابوعون محمد بن عبید اللہ بن سعید ثقفی کوفی جو کہ ثقہ تابعی ہیں یہ بیان کرتے ہیں: ''اہل خیر جب باہم ملتے تھے تو ایک دوسرے کو وصیت کرتے تھے اور اگر ایک دوسرے سے دور ہوتے تو یہ تین چیزیں تحریر کرتے تھے:

(۱) جو آخرت کے لیے عمل کرتا ہے اللہ اس کی دنیا سے کفایت کرتے ہیں۔

(۲) جو اپنے اور اللہ کے درمیان اصلاح کے لیے عمل کرتا ہے تو اللہ اسے لوگوں سے کفایت کرتا ہے۔

(۳) اور جو اپنے اندرون دل کی اصلاح کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے علانیہ حالات درست کر دیتے ہیں۔'' (ابن ابی شیبہ : ۷/۲۱۷)

اَلنَّصِیْرُ

مددگار

معنی:...... وہ جو اپنے بندوں کی مدد کرنے والا۔

اسم گرامی نصیر چار مقامات پر آیا ہے۔ ان میں سے دو مقامات یہ ہیں؛ ارشاد گرامی ہے:

﴿فَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلَاكُمْ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ﴾

(الانفال:٤٠)

''پس جان لو! بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے مولیٰ ہیں اچھے مولیٰ اور اچھے مددگار ہیں۔'' اور ارشاد گرامی ہے:

﴿وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ هُوَ مَوْلَاكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ﴾ (الحج : ٧٨)

''اللہ تعالیٰ کو مضبوط پکڑو؛ پس وہ تمہارے مولیٰ ہیں اچھے مولیٰ اور اچھے مددگار ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نصیر ہیں اور انکی نصرت کا ظہور ہدایت کی شکل میں ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا﴾ (الفرقان : ٣١)

''اور آپ کے رب ہی ہدایت کرنے والے اور مدد کرنے کو کافی ہیں۔''

اللہ تعالیٰ ہی نصیر ہیں اور اس کی نصرت کا ظہور بشکل ولایت دستگیری عباد ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہی نصیر ہیں، ظالم ومشرک، نافرمان وسرکش ان کی نصرت سے محروم رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿ فَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَأُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ ﴾ (آل عمران : ٥٦)

''لیکن وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا انہیں میں سخت عذاب دوں گا دنیا میں اور آخرت میں؛ اور ان کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔''

اللہ تعالیٰ ہی نصیر ہیں ان کی نصرت سینہ کھول دیتی ہے۔ قلب میں وسعت پیدا ہو جاتی ہے۔

بعض علماء کرام رحمہم اللہ نے اس کے ساتھ خیرُ الناصرین ''بہترین مدد کرنے والا'' کو بھی ایک الگ اسم شمار کیا ہے۔ اس کا معنی ہے: وہ جو اپنے بندوں میں سے جن کی چاہے مدد کرے۔ اور جس کی وہ مدد کرتے ہیں اس پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔

اسم گرامی ''النصیر اور خیر الناصرین'' پر ایمان کے ثمرات:

اول:...... اہل ایمان کے اللہ تعالیٰ کی مدد ونصرت پر پختہ اعتماد ویقین۔ اور کفار کی قوت وسطوت سے مرعوب نہ ہونا۔ بلکہ مناسب اور مشروع اسباب اختیار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا؛ اور توکل کا انجام اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دینا۔

دوم:...... حقیقی منصور وہ ہے اللہ تعالیٰ جس کی نصرت فرما دیں۔ اور ذلیل و رسوا وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ ذلیل و رسوا کر دیں۔

سوم:...... کسی بھی کامیابی و کامرانی پر گھمنڈ اور بے جا اترانے اور فخر و مباہات کا خاتمہ؛ کیونکہ یہ کامیابی اس کا اپنا کمال نہیں؛ اللہ کا فضل ہے۔

چہارم:...... ان اسمائے گرامی کا ایمانی اثر یہ ہوتا ہے کہ مؤمن انسان دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت کے حصول کے لیے مشروع اور جائز اسباب و وسائل کو بروئے کار لاتا ہے۔ اور خود دین الٰہی کی نصرت کرتے ہوئے احکام شریعت کے سامنے سرنگوں ہو جاتا ہے؛ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی شریعت اور اس کے احکام میں کمی کوتاہی کرنا دنیا و آخرت میں ذلت اور رسوائی کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿إِنْ تَنصُرُوا اللّٰهَ يَنصُرْكُمْ﴾ (محمد: ۷)

''تم اللہ کی نصرت کرو گے تو اللہ تمہاری نصرت کرے گا۔''

پنجم:...... انسان کے اندر یہ شعور بیدار ہوتا ہے کہ وہ ساری زندگی؛ اور زندگی کے ہر ایک لمحہ میں اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت کا محتاج ہے؛ اور اس سے ہرگز مستغنی نہیں ہو سکتا۔ حتی کہ اپنی خواہش نفس پر غلبہ پانا بھی اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت کے بغیر ممکن نہیں۔ اور کفار کے مقابلہ میں بھی فتح و نصرت کے لیے بارگاہ الٰہی کا محتاج ہے۔ اور پھر انسان اللہ تعالیٰ کی جناب میں اس مدد و نصرت کا طلبگار ہوتا ہے؛ گریہ و زاری کرتا ہے؛ اللہ تعالیٰ کو راضی کرتا ہے؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مدد ہی حقیقی مدد ہے۔ جس کے بغیر کوئی فتح و کامرانی نہیں مل سکتی۔

فائدہ:...... یاد رکھنا چاہیے کہ بندہ کی جانب سے اللہ تعالیٰ کی نصرت کے معنی یہ ہیں کہ اللہ والے بندوں میں باہمی نصرت و امداد قائم ہو جائے۔ ایک دوسرے کا کام بنانے میں باہمی امداد کریں۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کی حفاظت، حدود الٰہی کی رعایت۔ پابندی احکام اور نواہی (ممنوعات) سے نفرت یہ سب نصرت کے معنی میں داخل ہیں۔ اور ہم سے مطالبہ یہی ہے کہ:

﴿كُونُوا اَنصَارَ اللّٰهِ﴾ (الصف: ١٤)

''اے لوگو! اللہ کے انصار بن جاؤ۔''

اَلصَّمَدُ

بے نیاز

یعنی: ...... ایسا سردار جس کی قیادت وسیادت کامل ہو؛ وہ جس کی طرف تمام مخلوق رجوع کرتی ہو اور اس کے سامنے اپنی عاجزی اور ضروریات کا اظہار کرتی ہو۔ صمد وہ ہے، دل جس کی طرف رغبت کریں اور اس سے مرعوب ہو، اس میں خیر کی خصلتیں بہت زیادہ ہوتی ہیں اور اوصاف حمیدہ کی اس میں کثرت ہوتی ہے۔

اس اسم پاک قرآن مجید میں صرف ایک بار آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿اَللّٰهُ الصَّمَدُ﴾

''اللہ تعالیٰ بے نیاز ہیں۔''

صمد وہ ہستی ہے جس میں جوف (خلاء) نہ ہو۔ اور جس میں سے کوئی شے خارج نہ ہو۔ جس کی احتیاج سب کو ہو۔ صمد وہ حی القیوم ہستی ہے جسے زوال نہیں۔ صمد وہ سید ہستی ہے جسے کامل سیادت حاصل ہو۔ جو شرف میں کامل ہو، وہ عظیم جو عظمت میں کامل ہو۔

وہ حکیم ہستی ہے جو حکمت میں کامل ہو۔ صمد وہ ہستی ہے جس کی طرف ضروریات کے وقت اس کی طرف قصد کیا جاتا ہے اور سرداری کی بھی اس تک انتہاء ہے۔ صمد ایسا معبود جو سید ہو اس کے علاوہ کوئی معبود تلاش نہیں کیا جا

سکتا۔ اللہ الصمد کا مطلب بھی یہ ہے کہ وہ سید جو اپنی سیادت میں کامل ہے۔

اسم گرامی ''الصمد'' پر ایمان کے ثمرات:

اول:...... اللہ تعالیٰ کی محبت جن کے سامنے تمام مخلوقات اپنی جبین نیاز خم کرتی ہیں۔ اور اپنی ضروریات و حاجات کی بار آوری کے لیے اس کی بارگاہ میں گزارشات پیش کرتی ہیں۔ کیونکہ وہی اکیلی ہستی ان تمام امور پر قادر مطلق ہے؛ کوئی اور نہیں۔

دوم:...... دکھ و تکلیف اور غم و پریشانی کے خاتمہ کے لیے بارگاہ الٰہی میں گریہ وزاری اور التجاء و تضرع۔ کیونکہ وہ ذات مہربان ہونے کے ساتھ ساتھ بے نیاز اور کریم بھی ہے۔ اور اپنے بندوں سے محبت بھی کرتی ہے۔ اور ہر قسم کے دکھ و غم کو ختم کرنے پر کامل قدرت رکھتی ہے۔

سوم:...... صرف اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کی عبادت؛ شرک اور اہل شرک سے اظہار برأت۔

چہارم:...... تمام مقاصد کی تکمیل اور خواہشات کی تحصیل کے لیے صرف اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجاء و طلب اور دعا۔ کیونکہ وہی بے نیاز اور غنی ہستی تمام تر مخلوقات کی حاجات کو پورا کرسکتی ہے۔

پنجم:...... اللہ تعالیٰ کی کمال محبت اور اجلال کے ساتھ تعظیم اور حمد و ثناء۔ اور اس کی رضامندی کمانے کے اسباب کی بجا آوری۔

ششم:...... اللہ تعالیٰ کی شان صمدیت ہے کہ زمین و آسمان کی ہر ایک چیز میں اس کا حکم نافذ ہوتا ہے؛ اس کے حکم کے بغیر کائنات کا ایک ذرہ بھی اپنی جگہ سے

حرکت نہیں کرسکتا۔ اور اس کا ان چیزوں کو حرکت دینا یا کام لینے لاتا اس کی ضرورت کی وجہ سے نہیں۔

ہفتم:...... اسم صمد اللہ تعالیٰ کی صفات ثبوتیہ اور صفات منفیہ پر دلالت کرتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ نقائص اور عیوب سے منزہ اور بری ہیں۔ نہ ہی وہ کھاتے پیتے ہیں؛ اور نہ ہی نیند یا اونگھ آتی ہے۔ اور نہ ہی کوئی دوسری حاجت پیش آتی ہے۔

ہشتم:...... اللہ تعالیٰ کی جملہ صفات ثبوتیہ ایسے ہی ہیں جیسے اس کی شان صمدیت کے لائق ہیں۔ ان میں نہ ہی کسی سے مشابہت پائی جاتی ہے؛ اور نہ ہی ان کی کوئی مثال بیان کی جاسکتی ہے۔ اور نہ ہی اس کی کیفیت کا بیان ممکن ہے۔

نہم:...... بارگاہ ربانی میں اس اسم مبارک کے وسیلہ سے دعا کرنا؛ کیونکہ یہ اسم مبارک جمال و کمال اور جلال کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔

فائدہ:...... صمد میں معنی جامعیت پائے جاتے ہیں۔ مثلاً اونچی اور مضبوط جگہ کو اہل لغت مصمود کہتے ہیں۔ یعنی قوت و باہمی پکڑ و اجتماع اجزاء کی اوصاف کی وجہ سے۔ پس صمد وہ ہے جو اپنی ہستی میں مجتمع قوی ثابت ہو اور باقی لوگ اس کے احتیاج مند دست نگر ہوں۔ وہی مرجع حاجات اور منتہی کمالات ہو۔ اور مشکل اوقات میں اسی کے سامنے جبین نیاز کی زمین پر ٹیکا جاتا ہو۔

فائدہ:...... ''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:: صمد وہ سردار ہے جو اپنی سرداری میں کامل ہو، وہ شریف ہے جو اپنے شرف میں کامل ہے، وہ عظیم ہے

جو اپنی عظمت میں کامل ہے، وہ حلیم ہے جو اپنے حلم میں کامل ہے، وہ غنی ہے جو اپنے غنا میں کامل ہو، وہ حکیم جو اپنی حکمت میں کامل ہو، وہی ہے جو شرف کی تمام انواع کمال رکھتا ہو، وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی ہیں یہ صفت صمد صرف انہی کے لائق ہے۔''

(تفسیر ۲٤: ۷۲٤، در المنثور ۱۵: ۷۸۰، الاسماء والصفات، للبیهقی)

فائدہ:...... اسم گرامی ''الصمد'' سورۃ اخلاص میں وارد ہوا ہے؛ اس کے بارے میں: آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے کہا تھا: ''ایک رات میں قرآن پاک کا تہائی حصہ پڑھنے سے عاجز مت ہونا، ان پر یہ گراں گزرا، انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! ہم میں سے کون اس کی طاقت رکھتا ہے؟۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ واحد وصمد یعنی سورۃ اخلاص قرآن کے تہائی حصہ کے برابر ہے۔'' (بخاری: ٤۷۲۷، عن ابی سعید الخدری)

السَّیِّدُ

آقا

معنی: ...... مخلوق کا مالک؛ تمام خلق اس کی غلام ہے۔ تمام مخلوق اس کی طرف رجوع کرتی ہے؛ اور اس کے حکم کے مطابق عمل کرتی ہے۔ اور جو کچھ اللہ تعالیٰ احکام صادر کرتے ہیں؛ مخلوق ان کے سامنے سر تسلیم خم ہے۔

یہ اسم گرامی قرآن مجید میں وارد نہیں ہوا؛ بلکہ رسول اکرم ﷺ سے حدیث میں منقول ہے۔

عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں بنو عامر کا ایک وفد رسول اکرم ﷺ کے پاس گیا؛ میں بھی اس میں شامل تھا۔

ہم نے عرض کیا: اَنْتَ سَیِّدُنَا ''آپ ہمارے سید ہیں۔''

آپ ﷺ نے فرمایا:

((اَلسَّیِّدُ اللّٰہُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی))

''سید تو اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذاتِ گرامی ہے۔''

ہم نے کہا: آپ ﷺ ہم سے زیادہ افضل ہیں اور طاقتور ہیں۔''

تو آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی اور بات کرو، شیطان تم پر قبضہ نہ کر جائے۔''

(ابو داود: ٤٨٠٦، الادب المفرد: ٢١١)

ایک روایت میں ہے: رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: لوگو! اس بات سے رک جاؤ! شیطان تمہیں بہکا نہ دے، مجھے میرے مقام پر رکھو میں محمد بن عبداللہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔"

(سندہ جید) مسند احمد: ۳/ ۲۴۹، سنن کبری: ۱۰۰۷۸)

یہ مقام فکر ہے کہ: غلام کو آقا کے مدمقابل لانا؛ اور جو اپنی جان پر قادر نہیں؛ اسے قادرِ مطلق کے مقابل لانا موت وحیات جس کے ہاتھ میں ہے؛ یہ کتنی بڑی گمراہی ہے۔ جب لوگ فوت شدگان (یا کسی زندہ خود ساختہ ولی) کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں: "یہ سید ہیں تو ان سے التجائیں کرتے ہیں۔ خضوع اختیار کرتے اور ذلیل ہوتے ہیں؛ تو توحید کا بندھن توڑ دیتے ہیں۔ اس حدیث کے جملہ پر بار بار غور فرمائیں! "لوگوں نے کہا: آپ سید ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: "سید اللہ تعالیٰ ہیں۔"

جناب رسول اللہ ﷺ نے کتنی زیادہ اہمیت کے ساتھ توحید کی حفاظت فرمائی اور شرک کی راہ ہی بند کردی۔ حالانکہ انہوں نے درست کہا تھا۔ آپ ﷺ سید تھے۔ مگر آپ ﷺ نے شرک کے دروازے بند کرنے کے لیے اسے شیطان کی چالبازی قرار دیا۔

ایک حدیث میں ہے: نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"جب تم مداحوں کو دیکھو تو ان کے چہروں پر مٹی پھینکو۔" (مسلم: ۳۰۰۲)

ممدوح اگرچہ مدح کے قابل ہو پھر بھی اس کے روبرو تعریف کرنا مناسب نہیں کیونکہ اس سے ممدوح کے دل میں اپنی بڑائی کی چاہت پیدا ہوسکتی ہے؛ اس میں

حقیقتِ بندگی کی خلاف ورزی اور اس کی حدود سے تجاوز ہے۔

ہاں حقیقی ''سید'' اللہ تعالیٰ ہیں؛ اور سیادت صرف ان کے لیے ہے۔ ساری مخلوق ان کی غلام اور ان کے سامنے مغلوب اور ان کی تدبیر و تصرف کے تابع ہے۔ وہی پست اور بلند کرتے ؛ عزت اور ذلت اور ہدایت اور گمراہی دیتے ہیں، وہی غنی اور فقیر بناتے ہیں۔ ملک ان کا ہے۔ ملکیت میں پیدائش میں، تدبیر میں، انہی کی سیادت کارفرما ہے اور ذلت و خضوع اور انکساری اسی کی سیادت کے سامنے پیش ہے۔

کل کائنات میں ان کے تصرف و تدبیر میں کوئی ان کا مدمقابل نہیں۔ لہٰذا معبود بھی وہی سید ہیں ان میں ان کا کوئی شریک نہیں۔

اسم گرامی ''السیِّد'' پر ایمان کے ثمرات:

اول:...... اللہ تعالیٰ علی الاطلاق سید ہیں؛ اور انہیں پورے جلال و کمال کے ساتھ اعلیٰ ترین معانی میں سیادت و قیادت حاصل ہے۔ وہی تمام مخلوق کے خالق و مالک اور مدبر و متصرف ہیں۔ اس عقیدہ کا ثمرہ یہ ملتا ہے کہ انسان کے دل میں جلال و جمال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی انتہائی درجہ کی محبت اور تعظیم پیدا ہوتی ہے؛ اور انسان ہر قسم کی عبادت اللہ تعالیٰ کے لیے خاص کر دیتا ہے۔

دوم:...... مخلوق کو یہ یقین ہو جاتا ہے کہ تمام اللہ تعالیٰ کے حکم اور تصرف کے تحت اس کی مشیئت کے مطابق چل رہے ہیں۔ اور انسان کو اگر ایک لمحہ کے لیے بھی اس کی ذات کے سپرد کر دیا جائے تو وہ ہلاک ہو جائے۔

سوم:...... اللہ تعالیٰ کو اپنی تمام مخلوق میں مکمل تصرف حاصل ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ

انہیں پیدا نہ کرتے تو ان کا وجود نہ ہوتا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ باقی نہ رکھتے تو کسی کو بقاء حاصل نہ ہوتی۔ پس بندوں پر حق یہ ہے کہ وہ تمام مخلوق کو چھوڑ کر اپنا آقا اور سید اللہ تعالیٰ کو ہی مانیں۔

چہارم:...... نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان کہ "سید اللہ ہے" کا مطلب یہ ہے کہ حقیقی سیادت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔ وہی مالک و مولیٰ ہیں وہی رب ہیں۔ ساری مخلوق ان کی غلام اور ان کے سامنے مغلوب ہے یہ اس سے ایک لحظہ پر بے نیاز نہیں ہو سکتی۔

پنجم:...... حالانکہ نبی ﷺ اولاد آدم کے سید تھے۔ اللہ کے تمام بندوں سے افضل تھے؛ اور متقیوں کے امام تھے اس کے باوجود آپ ﷺ نے سید کہنے پر کراہت کا اظہار کیا ہے تاکہ غلو اور افراط پیدا نہ ہو جائے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"میری اتنی مبالغہ آمیز تعریف نہ کرنا جو عیسائیوں نے ابن مریم رضی اللہ عنہما کی کی ہے میں اللہ کا بندہ ہوں تم بھی اللہ کے بندہ اور رسول کہنا۔"

(بخاری: ٣٤٤٥، من حدیث عمر)

اَلْقَرِیْبُ

بہت قریب

معنی :...... اپنے علم سے ہر ایک کے قریب؛ اور اس کا احاطہ کئے ہوئے۔ اپنی عبادت کرنے والوں کے قریب تر۔ اپنے ساتھ محبت کرنے والوں کی دعاؤں کو سننے اور قبول کرنے میں؛ ان کی مدد و نصرت کرنے میں قریب تر۔

یہ اسم گرامی قرآن مجید میں تین مقامات پر وارد ہوا ہے۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَیْهِ اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ﴾

(ھود:٦١)

''اس سے استغفار کرو پھر اس کی طرف توبہ کرو بیشک میرے رب تعالیٰ قریب اور قبول کرنے والے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کا اسم گرامی ''مجیب'' دلالت کرتا ہے کہ وہ دعا کرنے والوں کی دعا قبول فرماتے ہیں۔ سائلین کی مانگ پوری کرتے ہیں۔ جب مومن اسے پکارتے ہیں تو وہ انہیں ناکام نہیں لوٹاتے۔ جیسا کہ ارشاد گرامی ہے:

﴿وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَلْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ﴾

''جب آپ سے میرے بندے میرے متعلق سوال کریں تو فرما دیجیے!

بے شک میں قریب ہوں۔ پکارنے والے کی پکار کو سنتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے پس چاہیے کہ وہ میری بات کو قبول کریں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ یہ راہ ہدایت پالیں۔"

احادیث سے بھی اللہ تعالیٰ کے قرب کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے ایمان والوں اور دوستوں اور پرہیزگاروں کی دعائیں سنتے اور ان کی پکار قبول کرتے ہیں۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "ایک سفر میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے لوگ بلند آواز سے اللہ اکبر کہنا شروع ہوئے؛ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خود پر ضبط رکھو تم بہرے اور غائب کو نہیں پکار رہے؛ (اور فرمایا:)

((اِنَّکُمْ تَدْعُوْنَ سَمِیْعًا قَرِیْبًا وَّھُوَ مَعَکُمْ .))

(بخاري:٧٣٨٦، مسلم:٢٧٠٤)

"بے شک تم سننے والے اور قریب کو پکار رہے ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔"

یہاں قرب سے اللہ تعالیٰ کا خاص قرب مراد ہے۔ جو اس سے محبت رکھنے والے عبادت گزاروں اور دعائیں کرنے والوں کو حاصل ہوتا ہے۔ اس قرب کی کیفیت تک تو رسائی ناممکن ہے اس کے آثار کا پتہ چل جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ان کے ساتھ لطف و کرم ہو جاتا ہے اور توفیق و عنایت شامل حال ہو جاتی ہے دعا قبول ہو جاتی ہے اور ثواب مل جاتا ہے۔

انسان غور کرے کہ قرب کے خواص کیا ہیں۔ جب کسی شے یا انسان کے احوال پر ہمارا علم، ہماری شنوائی، ہماری بینائی بیک وقت بیک لحظہ کارفرما ہوں تو

ثابت ہوگا کہ وہ شے ہم سے قریب ہے یا ہم اس سے قریب ہیں۔

اسم گرامی ''القریب'' پر ایمان کے ثمرات:

اول :...... اللہ تعالیٰ سے انس و محبت اور اس سے تقرب کی کوشش ؛ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی قربت رحمت ؛ اجابت دعا؛ بندوں کے ساتھ لطف و کرم ؛ فضل و مہربانی کو مستلزم ہے۔ جس سے انسان کے دل میں اطمینان و سکون پیدا ہوتا ہے؛ اور وہ اس کی بارگاہ کا فقیر بن کر رہتا ہے۔

دوم :...... اللہ تعالیٰ پر امیدوں کی پختگی ؛ اور نا امیدی کا خاتمہ؛ اس کی بارگاہ میں اپنے مقاصد کی بار آوری کے لیے آہ و بکا اور گریہ و زاری۔ پس جو کوئی بھی اللہ تعالیٰ سے سرگوشی کرنا چاہے؛ تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس کے بہت ہی قریب اور دعاؤں کو قبول کرنے والے ہیں۔

سوم :...... جب انسان اللہ تعالیٰ کی قربت کی حقیقت کو سمجھ لے؛ تو پھر اس کا تعلق دور والوں سے ختم ہو کر قریب والے سے قائم ہو جاتا ہے؛ اور انسان کے دل سے غیر اللہ سے تعلق اور شرک و شبہات کے وسوسے اور شوائب ختم ہو جاتے ہیں۔

چہارم :...... اس بات پر ایمان رکھا جائے کہ اپنے علم و نگہبانی ؛ احاطہ و قربت اور سمع و بصر کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کائنات کی ہر مخلوق کے قریب ہیں۔ (اور اپنی ذات کے ساتھ عرش پر مستوی ہیں)۔ اس کا فائدہ یہ ہوتا ہے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف پیدا ہوتا ہے؛ اور ہیبت قائم ہوتی ہے۔ اس کی نگہبانی کے احساس سے انسان میں شرم و حیاء پیدا ہوتی ہے کہ وہ کیسے اپنے خالق و مالک

اور رازق کی نافرمانی کرتا ہے جب کہ وہ اسے دیکھ رہا ہے؛ اور ایک پل کے لیے بھی اس کی نظر سے اوجھل نہیں ہوسکتا۔ پس اس بنا پر انسان نافرمانیوں سے دوری اختیار کرتا ہے؛ اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور اس کی قربت کے اعمال بجالاتا ہے۔

پنجم:...... جب انسان کا یہ ایمان ہو کہ اللہ تعالیٰ قریب ہیں؛ تو وہ خفیہ اورسری دعا کرتا ہے۔ جیسا کہ صحیحین میں حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خیبر کو تشریف لے جارہے تھے۔ لوگوں نے ایک وادی میں چڑھتے ہوئے اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی تکبیر زور سے لگائی؛ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَیُّهَا النَّاسُ اَرْبِعُوْا اَنْفُسَكُمْ فَاِنَّكُمْ لَا تَدْعُوْنَ صُمًّا وَلَا غَائِبًا اِنَّكُمْ تَدْعُوْنَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا قَرِيْبًا .))

''اے لوگو! اپنی جانوں پر نرمی کرو تم کسی بہرہ کو یا غائب کو نہیں پکار رہے ہو، تم سمیع و بصیر و قریب کو پکار رہے ہو۔''

ششم :...... اللہ عزوجل جس کا علم ہر ذرہ ذرہ پر حاوی ہے۔ اس کی بصر شب تاریک میں سمندر کی سب سے زیادہ گہرائی میں پڑی ہوئی ادنیٰ شے کو بھی دیکھ رہی ہے۔ اللہ کی سمع تحت الثریٰ کے نیچے پہاڑ کی غار کے اندر والے کیڑے کی آواز کو بھی سننے والی ہے؛ جو ہنوز پتھر کے اندر مخفی ہے۔ بے شک وہ ہم سے قریب ہے۔ گو وہی قرب ہم کو اس سے حاصل نہ ہو۔

فائدہ :...... ہدایت و گمراہی صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے؛ انہی سے

اَلْمُجِيْبُ

دعائیں سننے اور قبول کرنے والا

معنی :...... جو دعاء اور سوال کے بدلہ میں اجابت اور نوازشات سے مالا مال کرتا ہے۔ دعائیں قبول کرتا اور سائلوں کی مانگ پوری کرتا ہے۔ جو کوئی اسے پکارے اسے ناکام نہیں لوٹاتا۔

یہ اسم گرامی قرآن مجید میں صرف ایک بار وارد ہوا ہے۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ﴾ (هود:٦١)

"اس سے استغفار کرو پھر اس کی طرف توبہ کرو بیشک میرا رب قریب اور قبول کرنے والے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ یہ بات پسند کرتے ہیں کہ اس کے بندے اپنی دینی اور دنیاوی مصلحتیں صرف اس سے ہی طلب کریں۔ ہدایت ومغفرت اور توفیق واصلاح اور اطاعت کی اعانت اسی سے طلب کریں اور اس کا وعدہ ہے کہ خواہ کتنا بڑا سوال ہوگا میں قبول کروں گا اور کتنی زیادہ ترغیبات اور مطالب ہوں وہ سب پورے کروں گا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

بے شک اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف ہر رات اپنی شان کے مطابق

اَلْمُجِیْبُ

دعائیں سننے اور قبول کرنے والا

معنی :...... جو دعاء اور سؤال کے بدلہ میں اجابت اور نوازشات سے مالا مال کرتا ہے۔ دعائیں قبول کرتا اور سائلوں کی مانگ پوری کرتا ہے۔ جو کوئی اسے پکارے اسے ناکام نہیں لوٹاتا۔

یہ اسم گرامی قرآن مجید میں صرف ایک بار وارد ہوا ہے۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ﴾

(ھود:٦١)

"اس سے استغفار کرو پھر اس کی طرف توبہ کرو بیشک میرا رب قریب اور قبول کرنے والے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ یہ بات پسند کرتے ہیں کہ اس کے بندے اپنی دینی اور دنیاوی مصلحتیں صرف اس سے ہی طلب کریں۔ ہدایت و مغفرت اور توفیق و اصلاح اور اطاعت کی اعانت اسی سے طلب کریں اور اس کا وعدہ ہے کہ خواہ کتنا بڑا سوال ہوگا میں قبول کروں گا اور کتنی زیادہ ترغیبات اور مطالب ہوں وہ سب پورے کروں گا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

بے شک اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف ہر رات اپنی شان کے مطابق

اترتے ہیں اور جب رات کا تیسرا حصہ باقی رہ جاتا ہے تو فرماتے ہیں:

((مَنْ يَّدْعُوْنِي فَاَسْتَجِيْبُ لَهُ مَنْ يَّسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهُ مَنْ يَّسْتَغْفِرُنِي فَاَغْفِرَلَهُ .)) (متفق عليه)

''کون ہے جو مجھ سے دعا کرے میں اس کو قبول کروں، کون ہے جو مجھ سے مانگے میں اسے عطا کروں، کون ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے میں اسے بخش دوں۔''

- اللہ تعالیٰ مجیب ہیں کہ وہ ہر ایک دعا مانگنے والے کی دعا کو شرفِ اجابت بخشتے ہیں۔
- اللہ تعالیٰ مجیب ہیں کہ وہ ہر ایک سوال کو سمجھتے ہیں اور ان کی ضروریاتِ طبعی و اتفاقی کو پورا کر دیتے ہیں۔
- اللہ تعالیٰ مجیب ہیں کہ سب کی زبان قال کو سمجھتے ہیں اور صدقِ مقال کو شرفِ قرب عطا کرتے ہیں۔
- اللہ تعالیٰ مجیب ہیں کہ جو کوئی اضطراب و اضطرار میں رب العالمین سے دعا کرتا ہے؛ وہ اسے شرف قبولیت عطا کرتے ہیں۔

اسم گرامی ''اَلْمُجِيْبُ'' پر ایمان کے ثمرات:

اول:...... اللہ کا اسم گرامی ''مجیب'' دلالت کرتا ہے کہ وہ دعا کرنے والوں کی دعائیں قبول کرتے ہیں۔ سائلوں کی مانگ پوری کرتے ہیں۔

دوم:...... عبادت گزاروں اور صلحاء کی ایک جماعت نہایت ہی تضرع سے دعا کرتی ہے؛ لیکن قبول نہیں ہوتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قبولیت کی کچھ اقسام ہیں۔ کبھی

تو مطلوب کے مطابق فوراً دعا قبول ہو جاتی ہے کبھی قبولیت میں تاخیر حکمت کا تقاضا ہوتا ہے۔ کبھی قبول ہوتی ہے مگر مطلوب کے مطابق نہیں ہوتی کیونکہ اسے بعینہٖ مطلوب کے مطابق قبول کرنے میں فوری مصلحت نہیں ہوتی؛ تو اسے اس سے بہتر صلہ دیا جاتا ہے کہ اس دعا کو اس کے اجر وثواب کا ذریعہ بنا دیا جاتا ہے کہ روزِ قیامت ملے گا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''جو مسلمان بھی وہ دعا کرتا ہے جس میں گناہ اور قطع رحمی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ تین چیزوں میں سے ایک ضرور عطا کرتے ہیں:

۱۔ اِمَّا اَنْ تَعَجَّلَ لَهٗ دَعْوَتُهٗ۔

۲۔ وَاِمَّا اَنْ یَدَّخِرَهَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ .

۳۔ وَاِمَّا اَنْ یَصْرِفَ عَنْهُ مِنَ السُّوْءِ مِثْلَهَا .

(مسند احمد: ۳/ ۱۸ الادب المفرد: ۷۱۰، المستدرک: ۱/ ۴۹۳، وصححه الحاکم)

ا۔ یا تو اس کی دعا جلدی قبول ہو جاتی ہے۔

۲۔ یا اس کے لیے آخرت کا ذخیرہ بن جاتی ہے۔

۳۔ یا اس سے اس کی مثل برائی دور ہو جاتی ہے۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: ''پھر تو ہم زیادہ حاصل کر لیں گے۔''

فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس سے بہت زیادہ کرنے پر قدرت رکھتے ہیں۔''

سوم:...... اللہ تعالیٰ کے اسم گرامی مجیب کے ساتھ ایمان رکھنے کے یہ اثرات ہیں کہ بندے کا یقین اللہ تعالیٰ پر مضبوط ہونا چاہیے اور امید زیادہ رکھے؛ اس کی طرف توجہ ہو اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے اس کی طمع اور امید رکھنا نا امیدی

کی بیماری سے نجات کا سبب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے اس کے خزانے حاصل کرنے کا بہترین طریقہ اس کی بارگاہ میں دعا والتجاء اور گریہ وزاری ہے۔

فائدہ:...... آسمانوں اور زمینوں کے ہر گوشہ میں؛ سمندروں میں اور فضا میں اور کائنات کے ہر ذرّہ واجزاء میں اللہ تعالیٰ کا حکم جاری ہے۔ وہ جو چاہیں ان میں تبدیلی لائے اور تصرف کریں؛ پیدا کریں۔ دنیا وآخرت میں حمد ثنا انہی کے لیے ہے۔ نعمت وفضل کے وہی مالک ہیں۔

﴿ يَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِىْ شَاْنٍ ﴾
(الرحمن:۲۹)

''زمین وآسمان کی ہر چیز کی مانگت ہے وہ کائنات کا رب ہر روز ایک نئے معاملہ میں ہے۔''

پس ہر انسان کو چاہیے کہ وہ تمام مخلوقات کو چھوڑ کر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ سے اپنی ضروریات کا سوال کریں۔

اَلرَّزَّاقُ

بہت روزی دینے والا

معنی :......تمام مخلوقات کو روزی پوری کرنے کا ضامن۔ اور اس کا خاص رزق اس کے مؤمن بندوں کے ساتھ خاص ہے؛ وہ ہے ایمانی رزق۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ پر ایمان۔ یہ مبالغہ کا صیغہ اللہ تعالیٰ کے کثرت کیساتھ رزق رساں ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

اسم رزّاق قرآن مجید میں صرف ایک بار وارد ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ﴾ (الذاريات : ٥٨)

''سب کے روزی رساں، توانائی والے اور زور آور ہیں۔''

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''رسول اللہ تعالیٰ ﷺ کے عہد مبارک میں منڈی کا بھاؤ چڑھ گیا ،لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ! بھاؤ مقرر فرمادیں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا:

((إن الله هو المسعّر؛ القابض؛ الباسط الرازق .))

(أحمد و أبو داؤد؛ صححه الألباني)

''بیشک اللہ تعالیٰ ہی بھاؤ بڑھانے والے؛ کمی کرنے والے، کشادگی کرنے والے؛ رزق دینے والے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ سبحانہ کے رزاق ہونے کا مطلب ہے کہ وہ لوگوں کے رزق کا کفیل اور ذمہ دار ہے اور ہر جان کو درست رکھنے کے لیے اس کی خوراک کا اس نے بندوبست کر رکھا ہے۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿ وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا ﴾ (هود: ٦)

''نہیں کوئی جانور زمین میں مگر اس کا رزق اللہ تعالیٰ پر ہے۔''

اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو دیکھو، کوئی روٹی کا بھوکا ہے، کوئی گوشت کا، کوئی گھاس کا، کوئی ذوق وشوق کا۔ کوئی محبت کا، کوئی ذکر کا، ہر ایک کو اس کی ضرورت اور چاہت کے مطابق رزق پہنچانا اسی رزاقِ مطلق کا کام ہے۔

ایک غذا کے اندر معدہ، اعصاب، شریانیں، جگر، تلی، قلب و دماغ کی پرورش کرنے والے الگ الگ اجزاء ہیں اور ہر ایک عضو اپنی اپنی غذا کو چوس لیتا ہے اور دوسرے عضو کا حصہ اس کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔ ایک ہی جسم کے اندر رزق کی ایسی تقسیم رزاقِ مطلق کے سوا اور کون کر سکتا ہے؟ اس اسم پر ایمان کا تقاضا ہے کہ انسان بھوکوں کو روٹی کھلایا کرے اور فقراء و مساکین اور اہل حاجت پر خرچ کیا کرے۔

ایسا ہرگز نہیں کہ جسے اللہ تعالیٰ دنیا کی نعمت دیں وہ ان کے نزدیک کریم اور عزت والا ہی ہو اور نہ ہی جس کو وہ رزق میں کمی کرتے ہیں وہ اس کے نزدیک ذلیل اور کم تر ہوتا ہے، غنا اور فقر، کشادگی اور تنگی یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابتلاء وامتحان ہے تاکہ پتہ چل سکے شاکر کون ہے اور کافر کون ہے، صابر کون ہے اور بے صبر کون ہے؟

اس اسم گرامی کا جلال و کمال تمام عالم کو رزق رسانی میں تجلی پذیر ہوتا ہے۔ زمین و آسمان کی ہر چیز اسی کے ہاں سے روزی پاتی ہے۔ جو کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت و مصلحت اور اس کے محیط علم کی بنا پر ان کے لیے پہلے سے ہی مقدر میں لکھی جا چکی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَكَأَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَإِيَّاكُمْ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ (العنکبوت ٦٠)

''اور کتنے ہی جاندار ہیں جو اپنا رزق نہیں اٹھاتے، اللہ تعالیٰ انھیں رزق دیتے ہیں اور تمھیں بھی اور وہی سننے، جاننے والے ہیں۔''

بلوں کے اندر چیونٹیوں کو؛ پانی میں مچھلی کو؛ اور فضا میں پرندوں کو؛ اور ماں کے پیٹ کے اندر جنین کو روزی دینے والی ہستی صرف ایک اللہ تعالیٰ کی ہے۔ پس اسی سے اپنا رزق طلب کرنا چاہیے۔

اَلرَّازِقُ

روزی دینے والا

اسم رزاق قرآن کریم میں پانچ مقامات پر وارد ہوا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ﴾ (الحج : ۵۸)

''اور بے شک اللہ تعالیٰ ہی بہترین رزق دینے والے ہیں۔''

معنوی لحاظ سے اشیائے خورد و نوش؛ مال و متاع وغیرہ؛ وہ سب چیزیں جن سے انسان لذت پاتا ہے؛ حسی اور ذہنی طور پر فائدہ حاصل کرتا ہے، وہ سب رزق میں شامل ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں منڈی کا بھاؤ چڑھ گیا،لوگوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! بھاؤ مقرر فرما دیں،آپ نے فرمایا:

''بے شک اللہ تعالیٰ ہی خالق ہے وہی کمی کرنے والے،کشادگی کرنے والے،رزق دینے والے،بھاؤ بڑھانے والے ہیں۔''(ابو داؤد)

اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کے رزق کا ذمہ دار ہے اور ہر چیز کے لیے اس کے رزق کا اس نے بندوبست کر رکھا ہے۔

توضیح: ......رزق کی خاص قسم :دلوں کا رزق اور علم وایمان کی غذا ہے جس سے دین کی اصلاح ہوتی ہے یہ ایمانداروں کے ساتھ مخصوص ہے۔یہ رزق ان

مراتب کے مطابق دیا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی حکمت ورحمت کا تقاضا ہوتا ہے؛ اورانہیں دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت مستحق ہوتے ہیں اور روز قیامت انہیں نعمتوں سے معمور جنتوں میں داخل کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَمَنۡ يُّؤۡمِنۡ بِاللّٰهِ وَيَعۡمَلۡ صَالِحًا يُّدۡخِلۡهُ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَاۤ اَبَدًا قَدۡ اَحۡسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزۡقًا ﴾

(الطلاق: ١١)

''اور جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے وہ اسے ایسی جنتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ان میں ہمیشہ رہیں گے، تحقیق اللہ تعالیٰ نے اس کا بہت رزق اچھا کیا ہے۔''

اسمائے گرامی ''الرازق اور الرزّاق'' پر ایمان کے ثمرات:

اول:...... ہرقسم کے شرک سے اجتناب کرتے ہوئے صرف اور صرف اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت بجا لائی جائے۔ کیونکہ اکیلے اللہ تعالیٰ ہی خالق و مالک اور رازق ہیں۔ ان کے علاوہ کوئی دیگر عبادت کا مستحق ہرگز نہیں ہوسکتا۔

دوم:...... بندہ مؤمن کو چاہیے کہ رزق حلال کمانے کے لیے مشروع اسباب کو بروئے کار لائے۔ ان میں سب سے بڑے اسباب تقوی اور توکل ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

''اگر تم لوگ اللہ تعالیٰ پر ایسے توکل کرو جیسے توکل کرنے کا حق ہے؛ تو وہ تمہیں بھی ایسے روزی دے جیسے پرندوں کو روزی دیتا ہے۔ وہ خالی پیٹ نکلتے ہیں؛ اور پیٹ بھر کر واپس لوٹتے ہیں۔'' (صحیح الترمذی ٢٣٤٤)

سوم:...... اس بات پر پختہ اور غیر متزلزل ایمان ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہی تمام جہانوں کے رزق کے کفیل ہیں۔ اس سے انسان کے دل میں اطمینان اور سکون پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ روزی کی تلاش میں کسی کے مال یا حق پر تجاوز نہیں کرتا۔

چہارم:...... اللہ تعالیٰ رزاق اور رازق ہونے کے ساتھ ساتھ علیم و حکیم بھی ہیں۔ وہ اپنے محیط علم اور حکمت کی بنا پر کسی کو غنی بناتے ہیں؛ اور کسی کو محتاج بناتے ہیں۔ کسی کو متوسط درجہ کی روزی ملتی ہے تو کوئی بہت زیادہ مالدار ہوتا ہے۔ یہ حکمت ربانی کے تحت ہے۔ ارشاد فرمایا:

﴿وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَاءُ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌ بَصِيْرٌ﴾ (الشوریٰ) •

''اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے رزق میں فراخی کر دیں تو وہ زمین میں فساد کرنے لگیں۔ لیکن وہ جو چاہتے ہیں اندازے کے ساتھ نازل کرتے ہیں۔ بیشک وہ اپنے بندوں کو جانتے اور دیکھتے ہیں۔''

پنجم:...... علم نافع اور عمل صالح بھی اللہ تعالیٰ کا رزق ہیں جن کا انعام وہ اپنے نیک بندوں پر کرتے ہیں اور انہیں ہدایت سے نوازتے ہیں۔

ششم:...... رزق حلال پانے کے بڑے اور اہم ترین اسباب میں ایک تقوی اختیار کرنا اور توکل کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ

قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا ﴾ (الطلاق ۲ ۔ ۳)

''اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا؛ اس کے لیے راہ بنا دیں گے۔ اور اسے رزق دیں گے جہاں سے وہ گمان بھی نہیں کرتا اور جو کوئی اللہ پر بھروسہ کرے تو وہ اسے کافی ہیں بے شک اللہ تعالیٰ اپنے کام کو پورا کرنے والے ہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لیے ایک اندازہ مقرر کیا ہے۔''

ہفتم:...... جب انسان کا یہ ایمان پختہ ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی رازق ہیں؛ تو اس کے دل سے حسد اور بخل دور ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ اسے پتہ ہے کہ جو کچھ اس کے نصیب میں لکھا ہے؛ وہ مل کر رہنا ہے۔ اور جو کچھ اسے مل گیا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل اور عنایت ہے۔

اَلْمُقِيْتُ

سب کو روزی اور توانائی دینے والا

معنی:......صاحب قدرت؛ روزی دینے والا؛ اپنے علم سے تمام مخلوقات کی ضروریات پوری کرنے پر قادر۔ مُقِیْتُ کے معنی ہیں: نگہبان؛ عطائے قوت میں توانائی رکھنے والا؛ قوت پہنچانے والا۔

اسم گرامی مقیت ایک ہی مقام پر وارد ہوا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا﴾ (النساء: ۸۵)

''اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگہبان ہیں۔''

مقیت وہ ہستی جو موجودات تک ان کی خوراک پہنچاتی اور ان کا رزق دیتی ہے۔ اپنی حکمت و علم کے ساتھ جو چاہے تصرف کرتی ہے۔ چھوٹے اور بڑے ہر ایک تک اس کا رزق پہنچاتی ہے۔ غنی اور فقیر، قوی اور کمزور سب کی روزی رساں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ (هود: ٦)

''زمین میں چلنے والے ہر جانور کا رزق اللہ تعالیٰ پر ہے وہ ان کی جائے قرار اور امانت کی جگہ کو وہ جانتا ہے ہر ایک لوح محفوظ میں ہے۔''

یہ رزق اور خوراک کا اندازہ اللہ تعالیٰ نے زمین کی پیدائش کے وقت ہی لگا دیا تھا؛ اور ہر چیز کی روزی مقرر کر دی تھی۔ ارشاد فرمایا:

﴿وَجَعَلَ فِيهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبَارَكَ فِيهَا وَقَدَّرَ فِيهَا أَقْوَاتَهَا فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِينَ﴾ (فصلت : ۱۰)

''اس میں اوپر سے پہاڑ لگائے اور اس میں برکت دی اور اس میں چار دن میں اس کی خوراک کا اندازہ لگایا؛ برابر ہے پوچھنے والوں کے لیے۔
''

زمین کے باسی جس رزق کے محتاج تھے جن زمینوں کی کاشت اور درخت لگانے کے ضرورت مند تھے اور معیشت کے لیے جس تجارت کی ضرورت تھی درختوں اور منافع کی ضرورت تھی؛ وہ بنائے۔ خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ ہی تمام مخلوقات کے روزی رساں ہیں۔ ان کے محافظ اور ان کے احوال سے خبردار ہیں۔ مگر وہ اپنی اس رزق رسانی پر کسی پر احسان نہیں جتاتے؛ جو کہ مزید احسان ہے۔

مُقِيْتُ وہ ہستی ہے، جو جملہ قوائے بدن کو توانائی دیتی ہے۔ اور جو قوائے روحانی کو غذا بخشتی ہے۔

مُقِيْتُ وہ ہستی ہے جو دماغ و قلب اور روح کو غذا مہیا کرتی ہے اور اسی کی غذا سے ان کی تربیت و تقویت و تنویر ہوتی ہے۔

اسم گرامی ''المقیت'' پر ایمان کے ثمرات:

اول:...... دلوں میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی حقیقی محبت پیدا ہوتی ہے؛ جو کہ توحید اور اخلاص فی العبادت میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔ اس لیے کہ جب اللہ تعالیٰ ہی

خالق و مالک؛ مدبر و متصرف اور حافظ و رازق ہیں تو پھر وہی خالص عبادت کے بھی مستحق ہیں۔ کسی کے لیے یہ کیسے زیبا ہو سکتا ہے کہ وہ روزی تو اللہ تعالیٰ کی کھائے؛ مگر اپنا مددگار و پالنہار کسی اور کو بتائے اور اس کی عبادت بجالائے۔

دوم:...... روزی طلب کرنے؛ احوال کی اصلاح کرنے؛ بگڑی بنانے کے لیے صرف ایک اللہ تعالیٰ کی ہستی پر توکل اور یقین اور صرف اسی سے دعا و استغاثہ اور اس کی بارگاہ میں الحاء اور گریہ و زاری اور التجاء۔ کیونکہ یہ تمام امور تو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں جن کا وہ طلب گار ہے۔ مگر اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ انسان مشروع اسباب کو ترک کر دے۔ بلکہ اسباب بجالائیں اور انجام اس کے سپرد کر دیں۔

سوم:...... یہ ایمان ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے مطابق تمام مخلوقات کی حاجات مقدر کر دی ہیں؛ اور پھر وہ اپنی مشیئت و حکمت کے مطابق مخلوق کو ان چیزوں سے نوازتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کی مشیئت کے بارے میں نہ مایوس ہونا چاہیے نہ جلدی کرنا چاہیے۔

چہارم:...... انسان کو ہر حال میں رزق حلال پر اکتفاء کرنا چاہیے۔ اور یہ ایمان رکھنا چاہیے کہ جو رزق اس کے لیے لکھا جا چکا ہے؛ اس کو مکمل کیے بغیر اس کی موت نہیں آئے گی۔ نصیب میں لکھی چیز مل کر رہے گی بھلے پہاڑ کے نیچے ہو؛ اور نہ لکھی چیز نصیب نہ ہو گی بھلے وہ دو ہونٹوں کے درمیان تک پہنچ چکی ہو۔

پنجم:...... اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ خصوصی کرم و نعمت سے نوازتے ہیں؛ اور انہیں روحانی روزی اور غذا فراہم کرتے ہیں؛ انہیں ایمان اور ہدایت کی توفیق؛

کتاب و سنت کی سمجھ اور ان پر عمل کی توفیق اور راہ حق پر استقامت نصیب فرماتے ہیں۔

فائدہ:...... انسانی نظام زندگی میں اصل روزی رساں تو اللہ تعالیٰ ہیں مگر انہوں نے دنیاوی نظام چلانے کے لیے بعض کا رزق بعض دوسروں کے ہاتھوں میں رکھا ہوتا ہے۔ مثلاً: صاحبِ عمل کے ذریعہ سے عامل اور اجیر کو روزی ملتی ہے؛ اور اجیر کے عمل سے صاحب عمل کا کام بن رہا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے لوگوں میں مقام و مرتبہ کے فرق کے ساتھ روزی کی تقسیم کو بھی منسلک رکھا ہے۔ پس جس کسی کے حکم کے نیچے غریب لوگ کام کر رہے ہوں؛ اسے چاہیے کہ ان روزی پر اپنے آپ کو امین سمجھ کر ادا کرے؛ فرعون بن کر اسے نہ روکے۔

اَلْغَنِیُّ

بے نیاز

معنی:......غنی وہ ذات جو اپنی ہستی میں بے نیاز ہو؛ اور اسے کسی بھی چیز کے لیے کسی دوسرے کی حاجت نہ ہو۔ اور دوسرا ہر کوئی اس کی بارگاہ کا محتاج اور فقیر ہو۔

یہ اسم گرامی قرآن پاک میں ۱۸، مرتبہ وارد ہوا ہے۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَی اللّٰهِ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ﴾ (فاطر ۱۵)

''اے لوگو! تم سب اللہ تعالیٰ کے فقیر ہو اور اللہ تعالیٰ غنی اور تعریف کیے گئے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ اپنی ذات گرامی میں تمام وجوہ اور اعتبارات سے غنی ہیں، وہ مکمل اور مطلق طور پر صاحبِ غنا ہیں؛ ان میں ایسا کمال ہے، جس میں نقص نہیں آسکتا۔ آسمان و زمین میں جو بھی ہے یہ سب اس کے غلام؛ اس کی ملکیت اور تصرف میں ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ﴾ (لقمان:۲٦)

''جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے بیشک اللہ تعالیٰ غنی اور لائق تعریف ہیں۔''

یہ اس کے کمال غنا کی دلیل ہے اس کو فرمانبرداروں کی اطاعت نفع نہیں دیتی نہ ہی نافرمانوں کی نافرمانی نقصان دیتی ہے۔ اگر ساری روئے زمین کے لوگ ایمان لے آئیں تو اس کے ملک میں اضافہ نہ ہوگا اور اگر ساری روئے زمین کے لوگ کافر ہو جائیں تو اس کی بادشاہی میں کچھ نقص نہ ہوگا۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿وَمَنْ شَكَرَ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ رَبِّي غَنِيٌّ كَرِيمٌ﴾ (النمل: ٤٠)

''اور جو شکر کرتا ہے وہ اپنے لیے شکر کرتا ہے اور جس نے کفر کیا بے شک میرا رب بے پرواہ کریم ہے۔''

اللہ تعالیٰ ایسے غنی ہیں کہ غنا (بے نیازی) ان کا لازمہ ہے جس طرح وہ خالق و رازق اور رحیم و محسن اور ساری مخلوق سے غنی ہیں۔ وہ کسی طور پر بھی مخلوق کے محتاج نہیں، مخلوق ہر حال اور ہر صورت اللہ تعالیٰ کی محتاج ہے۔ مخلوق اس کے احسان وکرم، اور تدبیر؛ عام اور خاص تربیت کی ہر لحہ محتاج ہے۔ ایک لحظہ بھی بے پروا نہیں ہو سکتے۔ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ بالکل غنی؛ بے پرواہ اور بے نیاز ہیں۔ آسمان و زمین میں جو بھی ہے یہ سب اس کے غلام ہیں اس کے قہر و غلبہ سے مغلوب ہیں اس کی مشیت کے مطابق چلتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ ان سب کو ہلاک کر دے تو اس کی عزت، سلطنت، ملک اور ربوبیت اور الوہیت میں ذرہ برابر فرق نہ آئے گا۔ یہ اس کا کمال غنا ہے کہ منافقوں کا اس کی رضاجوئی کے لیے خرچ کرنا؛ اسے کچھ فائدہ

نہیں پہنچاتا اور کنجوسوں کی کنجوسی اسے نقصان نہیں دیتی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ ﴾ (محمد: ۳۸)

''تم میں ایسے بھی ہیں جو بخل کرتے ہیں؛ جو بخل کرتا ہے وہ اپنی جان سے بخل کرتا ہے اللہ تعالیٰ تو غنی ہیں؛اور تم فقراء ہو؛ اگر تم پھر جاؤ تو وہ تمہارے جگہ دوسری قوم تبدیل کردے گا جو تم جیسی نہ ہوگی۔''

حدیثِ قدسی میں ہے: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

'' اے میرے بندو! اگر تمہارے اول اور تمہارے آخر تمہارے انسان تمہارے جن تم میں سے سب سے زیادہ متقی آدمی کے دل پر ہو جاؤ تو میری بادشاہی میں کچھ اضافہ نہ ہوگا۔

اور اگر اول اور آخر انسان اور جن تم میں سے ایک بدترین آدمی کے دل پر ہو جائیں تو میری سلطنت میں ذرہ برابر کمی نہ ہوگی۔

اے میرے بندو! تم ہرگز مجھے نفع نہیں پہنچا سکتے اور نہ ہی ہرگز مجھے نقصان پہنچا سکتے ہو۔'' (مسلم: ۲۵۷۷)

اسم گرامی ''الغنی'' پر ایمان کے ثمرات:

اول:......محبت اور نیازی مندی کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کی مخلصانہ عبادت۔ کیونکہ وہی مطلق غنی ہیں۔ اور غنی ہونا ان کا ذاتی وصف ہے۔ باقی تمام مخلوقات ان کی بارگاہ کی فقیر و محتاج ہیں۔ پس انہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی

اور معبود نہیں بنانا چاہیے۔

دوم:...... جیسے اللہ تعالیٰ مطلق طور پر غنی اور بے نیاز ہیں۔ ایسے ہی بندے ہر وقت اور ہر گھڑی ان کی بارگاہ عنایت کے محتاج ہیں۔ پس ہر قسم کی طاقت اور قوت کا سرچشمہ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور انسان اللہ تعالیٰ سے ایک پلک جھپکنے کے برابر بھی بے نیاز نہیں ہوسکتا۔

سوم:...... اس اسم مبارک کا ثمرہ یہ ہے کہ انسان مخلوق سے بے نیاز ہو کر صرف اس غنی بادشاہ کی بارگاہ کا فقیر و محتاج بن کر رہتا ہے۔

چہارم:...... یہ اس کے کمال غنا کی دلیل ہے اس کو فرمانبرداروں کی اطاعت نفع نہیں دیتی نہ ہی نافرمانوں کی نافرمانی اسے نقصان دیتی ہے بلکہ جو جو کوئی بھی نافرمانی کرے گا اس کا نقصان اسے ہی اٹھانا پڑے گا۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿ إِنْ تَكْفُرُوا أَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا فَإِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ حَمِيدٌ﴾ (ابراهيم : ٨)

''اگر تم کفر کرو اور جو بھی زمین میں ہیں سب کفر کریں بیشک اللہ تعالیٰ بے پرواہ اور قابل تعریف ہیں۔''

پنجم:...... یہ بھی غنیٰ کا کمال ہے کہ وہ نقائص و عیوب سے پاک ہے؛ پس نقص کی کوئی صفت اس ہستی کی طرف منسوب نہیں ہوسکتی؛ فرمایا:

﴿ قَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا سُبْحَانَهُ هُوَ الْغَنِيُّ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ﴾ (يونس : ٦٨)

''انہوں نے کہا: اللہ کی اولاد ہے وہ پاک اور غنی ہے۔ آسمانوں اور زمین

کی ہر چیز اس کے لیے ہے۔"

یہ بھی اس کا کمال غنا ہے کہ وہ شریکوں سے منزہ ہے یہ مٹی کے رب اس کائنات کے رب کے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ فقر و ناتواں ذات اور عاجز و حاجتمند اور مٹنے والی ذات اس غنی، قادر کے برابر کیسے ہو سکتی ہے....؟

فائدہ:...... یہ بھی کمال غنا ہے کہ آسمانوں اور زمین کے خزانے اس کے ہاتھ میں ہیں اور اس کا جود و سخا شب و روز کے لمحات میں جاری و ساری ہے اور اس کے دستِ سخاوت ہر وقت داد و دہش کے لیے کشادہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ بڑے وسیع فضل والے ہیں اور ان کے عطیات بڑی شان والے ہیں وہ ہر سوال کرنے والے کو عطا کرتے ہے اور بندے جو بھی یہ ارادہ رکھتے ہیں اور تمنا کرتے ہیں؛ اللہ تعالیٰ اسے پوری کرتے ہیں۔

انسان کو بھی چاہیے کہ صرف اس غنی بے نیاز و بے پرواہ ذات کی بارگاہ میں دست سوال دراز کرے جو اسے خالی نہ لوٹائے۔ اور جو خود محتاج و فقیر ہیں؛ ان سے نہ مانگے۔ یہ توحید کا اہم نکتہ ہے۔

اَلْفَتَّاحُ

بہت بڑا مشکل کشا

معنی:......فتح کے معنی لغت میں کشائش و کشادگی کے ہیں۔

فَتَّـــاح :اپنے بندوں کے مابین حاکم؛ جوان کے لیے رزق اور رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے۔اوران کے سامنے مشکلات اوراسباب کے بند دروازوں کو وا کرتا ہے۔

یہ اسم گرامی قرآن مجید میں صرف ایک بار وارد ہوا ہے۔ارشادگرامی ہے:

﴿ قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ﴾ (سباء : ٢٦)

''فرما دیجیے:! ہمارے رب تعالیٰ ہمیں جمع کرینگے پھر وہ ہمارے درمیان فیصلہ کریں گے وہی فیصلہ کرنے جاننے والے ہیں۔''

ایک دوسرے مقام پر خیر الفاتحین کہا گیا ہے۔ارشادگرامی ہے:

﴿وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ﴾ (الاعراف : ٨٩)

''ہمارے رب تعالیٰ ہر چیز پر علم کے لحاظ سے وسیع ہیں؛ اللہ تعالیٰ پر ہمارا توکل ہے،اے ہمارے رب ! ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کے

ساتھ فیصلہ فرمائیے؛ آپ بہترین فیصلہ کرنے والے ہیں۔''

فَتَّاح وہی ہیں، جو مشکلاتِ مہمات کو کھول دیتے ہیں۔

فَتَّاح وہی ہیں، جو دل کو حق کے لیے کھول دیتے ہیں۔

فَتَّاح وہی ہیں، جو زبان پر علوم اور حق کو جاری فرما دیتے ہیں۔

فَتَّاح وہی ہیں، جو انکشافِ علوم کے ساتھ آنکھوں کے پردے دُور کر دیتے ہیں۔ اور حق بات کو عیاں اور واضح کرتے ہیں۔

فَتَّاح وہی ہیں، جو اہلِ حق و باطل کے درمیان فیصلہ فرماتے ہیں۔

فَتَّاح وہی ہیں، جو صادقین سے صدق کو ظاہر کرتے ہیں، کاذبین کی اصلیت کو سب پر کھول دیتے ہیں۔

اہل ایمان کو اسی ذاتِ مقدس سے کشائشِ ظاہری و باطنی کی امید رکھنی چاہیے۔ اس اسم کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرنا چاہیے:

((اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ فَوَاتِحَ الْخَيْرِ وَ خَوَاتِمَهٗ وَ جَوَامِعَهٗ وَ كَوَامِلَهٗ وَ اَوَّلَهٗ وَ اٰخِرَهٗ وَ ظَاهِرَهٗ وَ بَاطِنَهٗ وَ الدَّرَجَاتِ الْعُلٰى مِنَ الْجَنَّةِ)) (آمین)

''یا اللہ! میں آپ سے نیکی و بہبود کی تمام اقسام، شروع کی اور خاتمہ کی ہر طرح سے جامع، اور کامل، پہلی اور پچھلی، بیرونی اور اندرونی کا سوال کرتا ہوں۔ میں جنت کے درجات بلند کا بھی تجھ سے سوالی ہوں''۔

(اے اللہ! یہ سب ہمیں عطا فرما)۔''

اسم مبارک ''الفتّاح'' پر ایمان کے ثمرات:

اول :...... اللہ تعالیٰ سے محبت اور مضبوط تعلق ؛ کہ ہر ایک خیر و بھلائی کی کنجیاں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہی ہیں۔ علم و ہدایت ؛ خیر و رحمت ؛ رزق اور فضل و برکت ؛ اور تمام مشکل امور کی کنجیاں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ وہی روزی رساں ؛ رحیم و کریم اور مخلوق پر مشکلات کو آسان کرنے والے ہیں۔ پس وہ ہستی اس بات کی مستحق ہے کہ اس کے ساتھ سچی محبت کی جائے۔ اور اسی پر سچا توکل کیا جائے ؛ اس کے علاوہ کسی کو اپنی مشکل کشائی اور حاجت روائی کے لیے نہ پکارا جائے۔ اور نہ ہی کسی دوسرے سے امیدیں وابستہ کی جائیں۔

دوم :...... اللہ تعالیٰ کے سامنے حساب و کتاب اور جواب دہی کے لیے پیش ہونے کا خوف رکھا جائے ؛ کیونکہ اس دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے مابین حق اور عدل و انصاف کے ساتھ فیصلے فرمائیں گے۔ اس خوف کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان کئی ایک قسم کے ظلم و ستم کرنے سے باز آ جاتا ہے۔ اور بندوں کے حقوق تلف نہیں کرتا ؛ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اسے اپنے ہر ایک عمل کا جواب دینا ہے۔

سوم :...... اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی فتح و نصرت پر ایمان۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے دشمنان کے خلاف اپنے اہل ایمان بندوں کی مدد و نصرت فرماتے ہیں ؛ اور انہیں فتح و کامیابی سے نوازتے ہیں۔ مؤمن کے لیے کسی طرح بھی یہ جائز نہیں کہ مشکل ترین لمحات میں اللہ تعالیٰ سے مایوس اور پریشان ہو جائے۔ بلکہ ہر دم اپنی امیدوں کو مضبوطی کے ساتھ قائم رکھے۔ فتح اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ملتی ہے۔

چہارم:...... اس اسم گرامی کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان جو چاہیں فیصلہ کریں اور جس طرح چاہیں ارادہ نافذ کریں اور جس پر چاہیں احسان کریں؛ ان کے حکم کو کوئی رد نہیں کرسکتا؛ اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے:

﴿مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾

"اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے جو رحمت کھول دیں اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جو وہ روک لیں اسے اللہ کے علاوہ کوئی چھوڑنے والا نہیں وہ غالب حکمت والے ہیں۔"

مُبِیْنٌ

واضح کرنے والا

معنی:......جس کی وحدانیت اور وجود میں اس کا معاملہ صاف واضح ہو۔ کیونکہ اس کے دلائل صاف ظاہر ہیں۔ وہ ہستی جو کہ مخلوق کے لیے حق بات ظاہر اور واضح کرتی ہے۔

یہ اسم گرامی قرآن مجید میں ایک بار وارد ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے:

﴿يَوْمَئِذٍ يُوَفِّيهِمُ اللَّهُ دِينَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِينُ﴾ (النور: ۲۵)

''اس دن اللہ انہیں ان کا حق بدلہ دیں گے اور یہ جان لیں گے بے شک اللہ تعالیٰ ہی حق مبین ہیں۔''

مبین کا مطلب ہے کہ وہ اپنے بندوں کے لیے راہِ ہدایت بیان کرتے اور ان کے لیے نیک اعمال واضح کرتے ہیں جن کے ذریعے بندے ثواب حاصل کرتے ہیں اور برے اعمال بھی واضح کرتے ہیں تا کہ ان کی سزا سے بچ جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہدایت کے بعد گمراہ کرتے ہیں۔ وہ پہلے ہدایت نمایاں کرتے ہیں۔ جب بندے اسے نہیں مانتے تب گمراہ کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مُبِیْنٌ ہیں اور انہوں نے اس وسیع کائنات میں اپنی ربوبیت و

الوہیت میں اپنی وحدانیت کے اظہار پر فطرت سلیمہ سے مطابقت رکھتے ہوئے کھلے ہوئے اور واضح دلائل قائم کیے ہیں جن میں کوئی شک یا ابہام نہیں؛ اور وہ بھی معرفت الٰہی کا ایک ذریعہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ مُبِیْنٌ ہیں اور انہوں نے مخلوق کے سامنے اپنے آپ کو واضح کرنے کے لیے اپنا تعارف کروایا ہے۔ اور اس کے لیے دلائل سے مزین کتابیں نازل فرمائی ہیں۔ اور ان کی تعلیم کے لیے انبیاء و مرسلین علیہم السلام کو مبعوث فرمایا ہے جو کہ اس کی بہت بڑی عنایت ہے۔

اللہ تعالیٰ مُبِیْنٌ ہیں اور ان سے وابستگی و تقرب کی راہیں کھلی اور واضح ہیں۔

اللہ تعالیٰ مُبِیْنٌ ہیں اور مصنوعات کی ہر چیز اور ہر چیز کے اجزاء، اس کی قدرت و خالقیت کے مظہر ہیں۔

اللہ تعالیٰ مُبِیْنٌ ہیں اور جملہ بینات کا ظہور انہی کے بیان اور وضاحت سے ہے۔

اللہ تعالیٰ مُبِیْنٌ ہیں اور آیات بینات کو ظہور میں لانے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مُبِیْنٌ ہیں اور کتاب مبین کو انہوں نے نازل فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ مُبِیْنٌ ہیں انہوں نے انسان کو بیان سکھلایا ہے۔

اسم گرامی ''المبین'' پر ایمان کے ثمرات:

اول:...... اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری؛ کہ اس نے اپنے بندوں کو آفاق میں اور ان کی اپنی ذات کے اندر اپنی نشانیاں دکھا کر حق واضح کر دیا ہے۔ ان میں سے ہر ایک نشانی اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت کا تقاضا کرتی ہے۔

دوم:...... اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور محبت کہ اس نے بندوں کی ہدایت کے لیے نہ صرف کتابیں نازل فرمائیں بلکہ ان کی تعلیم و تربیت کے لیے انبیاء و مرسلین کو مبعوث فرمایا؛ جو لوگوں کو اللہ کے دین کی دعوت دیتے اور ان کے سامنے حق سبحانہ وتعالیٰ کی وحدانیت اور جمال و جلال اور کمال کا پرچار کرتے اور انہیں اللہ تعالیٰ کا دین سکھاتے ؛ ہر قسم کے ابہام کی وضاحت کر کے شکوک وشبہات دور کرتے۔

سوم :...... مخلوق پر حجت کا قیام۔ اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی چیز نہیں چھوڑی جس کی مخلوق کو ان کی دنیا یا آخرت میں کوئی ضرورت ہو؛ مگر اسے بیان کر دیا ہے۔ اور فطرت سلیم سے موافق دین بھیج کر لوگوں پر حجت پوری کر دی ہے۔

چہارم:...... کتاب اللہ قرآن مجید کا بیان ایک علمی معجزہ ہے جو کہ چودہ سو سال سے اس کا چیلنج توڑا نہیں جا سکا۔ آج تک اس کی سورت کے مقابلہ میں کوئی ایک سورت کوئی نہیں پیش کر سکا۔

اَلْهَادِیُ

سیدھا راستہ دکھانے والا

معنی :...... وہ ہستی جو اپنی مخلوقات کو اپنے رب کی معرفت اور ربوبیت الہام کرتی ہے۔ اور انہیں ان کی مصلحتوں اور کسب معیشت کی طرف رہنمائی دیتی ہے۔ وہ ہستی جس نے اپنی مخلوقات کو خیر وشر کی راہیں بجھادی ہیں۔ اور پھر ان میں سے جن کو چاہا؛ صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائی۔

یہ اسم گرامی قرآن پاک میں دو مقام پر بیان کیا گیا ہے؛ ارشاد گرامی ہے:

﴿وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا﴾ (الفرقان : ٣١)

''اور آپ کے رب کافی ہیں ہادی اور مددگار۔''

اور ارشاد فرمایا:

﴿وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾(الحج : ٥٤)

''اور بے شک اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی سیدھی راہ کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی رہنمائی کرتے ہیں انہیں رشد وہدایت پر لگاتے ہیں۔ دنیا وآخرت کی سعادت اس کی دی ہوئی ہدایت کی وجہ سے ہے۔ اس کی ولایت والے ہدایت پاتے ہیں، اس کی اطاعت اور رضا کے کام کرتے ہیں اور اسی کی

ہدایت سے حیوان اپنی مصلحت پاتے ہیں؛ فرمان الٰہی ہے:

﴿الَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی ۝ وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی﴾ (اعلیٰ: ۲، ۳)

''وہی ہے جس نے پیدا کیا اور برابر کیا، اور جس نے تقدیر بنائی اور رہنمائی کی۔''

اللہ تعالیٰ ہادی ہیں اور وہی کشف والہام سے مخلصین کو اور عقل وحکمت سے اربابِ دانش کو ہدایت عطا فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہادی ہیں اور وہی توفیق خیر سے اہل طاعت کے قلوب کو معرفت کی ہدایت عطا فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہادی ہیں اور وہی استعداد فطرت کی عطا ونوازش سے ہر مخلوق کی نوازتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہادی ہیں؛ مشکلات ومصائب میں جبکہ عقل وہوش ماری جاتی ہے؛ وہ اپنی طرف رجوع کرنے والوں کی ہدایت فرماتے ہیں۔

اسم گرامی ''الهادی'' پر ایمان کے ثمرات:

اول:...... اللہ تعالیٰ کی محبت اور تعظیم کہ انہوں نے ہر چیز کو پیدا کیا اور پھر ہدایت دی۔ اور انہیں اپنی ضروریات کا پورا کرنا سکھایا۔ اور بندوں کی ہدایت کے لیے انبیاء ومرسلین مبعوث فرمائے؛ اور ان پر کتابیں نازل فرمائیں۔ تاکہ راہ حق بالکل واضح ہوجائے۔

دوم:...... اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حکم دیا ہے کہ صراطِ مستقیم کی ہدایت روز وشب میں پانچوں نمازوں میں اس سے طلب کریں۔ کیونکہ بشر میں سے

ہدایت اس کو ملتی ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کا طلبگار ہو۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿يَهْدِي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَيَهْدِيهِمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾

(المائدہ:١٦)

''اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت دیتے ہیں جو ان کی رضا مندی کی پیروی کرتا ہے؛ اسے سلامتی کی راہیں دکھاتے ہیں اور انہیں تاریکیوں سے نور کی طرف لاتے ہیں اور انہیں صراط مستقیم کی رہنمائی کرتے ہیں۔''

حقیقی ہدایت وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کسی کو نصیب کردیں۔ حق قبول کرنے اور اس پر اپنی رضامندی کے لیے اس کا سینہ کھول دیں؛ فرمایا:

﴿مَن يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ﴾ (الکھف : ١٧)

''جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دیں وہی ہدایت پانے والا ہے۔''

اس سے بندوں کے اندر اپنے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فقیر اور نیاز مند ہونے کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ اور وہ ہدایت طلب کرتے ہیں۔

سوم:...... ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑی نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام تر نعمتوں میں سے صرف اس کا احسان جتایا ہے؛ ارشاد فرمایا:

﴿قُل لَّا تَمُنُّوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُم ۖ بَلِ اللَّهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَاكُمْ لِلْإِيمَانِ﴾ (الحجرات : ١٧)

''فرمادیجیے: اپنے اسلام کا مجھ پر احسان نہ رکھو۔ بلکہ اللہ تعالیٰ تم پر احسان رکھتے ہیں کہ انہوں نے تمہیں ایمان کا رستہ دکھایا۔''

چہارم:...... اہل ایمان کو چاہیے کہ وہ خود بھی اللہ تعالیٰ کی طرف راہ ہدایت پر گامزن اور اس کے طالب رہیں اور لوگوں کے لیے بھی ہادی اور رہنما بنیں تا کہ اللہ کی مخلوق کو کفر و شرک کے اندھیروں سے نکال کر توحید اور اسلام کے نور میں لا سکیں۔ اس مقصد کے لیے لوگوں میں دعوت حق کا کام حسب استطاعت جاری رکھیں؛ اور ساتھ ہی اللہ کی بارگاہ میں دعا بھی کریں۔ دعا بہترین ہتھیار ہے۔

پنجم:...... مکلفین کی رہنمائی و بیان کی ھدایت؛ یہ مخلوق پر اللہ تعالیٰ کی حجت ہے؛ اللہ تعالیٰ اس وقت تک کسی کو عذاب نہیں دیتے جب تک اس پر حجت قائم نہیں کر لیتے۔ ارشاد باری ہے:

﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ إِذْ هَدٰهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ﴾ (التوبہ: ۱۱۵)

''اللہ تعالیٰ کسی قوم کو ہدایت دینے کے بعد گمراہ نہیں کرتے جب تک ان کے لیے تقویٰ کی راہ بیان نہیں کر دیتے۔''

مراد توفیق اور الہام کی ہدایت ہے۔ یہ ہدایت کسی انسان کے بس میں نہیں؛ بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے ارشاد باری ہے:

﴿لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ﴾

''آپ پر ان کی ہدایت لازم نہیں لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں۔''

جو اس دنیا میں ہدایت پا گئے؛ وہ روزِ قیامت جنت کی طرف رہنمائی ہدایت پالیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ (جنتی لوگ کہیں گے):

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ﴾ (الاعراف: ٤٣)

”تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے ہمیں اس طرف رہنمائی کی اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نہ دیتے تو ہم اس کی راہ نہ پاتے۔“

اَلْبَرُّ

بڑا اچھا سلوک کرنے والا

البرُّ۔ ظاہری اور باطنی نعمتوں کا احسان کرنے والا؛ مخلوق اس کے احسان اور اچھے سلوک سے پلک جھپکنے کی دیر کے لیے بھی مستغنی نہیں ہوسکتی۔ یہ ان کا احسان ہے کہ وہ مسلمانوں کی نیکیوں کو زیادہ کرتے ہیں؛ اور ان خطاؤں اور گناہوں کو معاف کرتے ہیں؛ اورانہیں توبہ کرنے کا موقعہ اور ترغیب دیتا ہے۔ اوران کے ساتھ اپنے وعدے سچ کرتے ہیں۔

یہ اسم گرامی قرآن کریم میں ایک مرتبہ ہی وارد ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ﴾ (الطور: ۲۸)

''بیشک ہم اس سے پہلے اسی کو پکارتے تھے بیشک وہ اچھائی کرنے والے مہربان ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کے '' الْبـــرّ '' ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہی ساری کائنات پر اپنی نیکی اور احسان کے ساتھ چھائے ہوئے ہیں۔ وہ نعمتوں کے والی ہیں۔ عطا میں وسعت والے ہیں ہمیشہ احسان اور نیکی کے لقب سے متصف ہیں۔ ان کے عطیات اور نوع بنوع احسانات؛ پے در پے جاری ہیں۔ ان کے جود و کرم اور نیکی کی حد بندی نہیں وہ وسیع کرم والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ دو قسم کی

نیکیاں کرتے ہیں ایک عام نیکی ہے ایک خاص نیکی ہے۔

۱: **عام نیکی**: یہ ساری خلقت پر چھائی ہے ہر ایک پر اللہ تعالیٰ کا احسان غالب اور اس کے احسان کا فیضان عام ہے۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ آدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلاً﴾

(الاسراء:۷۰)

''اور تحقیق ہم نے بنی آدم کو عزت دی اور ہم نے ان کو خشکی اور سمندر میں سوار کیا اور انہیں پاکیزہ رزق دیا اور اپنی بہت ساری مخلوق پر برتری دی''۔

۲: **خاص نیکی**: اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں اس دین قویم کی طرف ہدایت دیتے ہیں۔ اور اپنی اطاعت کی توفیق مرحمت فرماتے ہیں اور دنیا و آخرت کی سعادت سے ہمکنار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ﴾ (الانفطار: ۱۳)

''بیشک نیکوکار نعمتوں میں ہوں گے''۔

یعنی وہ تینوں ادوار میں دنیا میں، برزخ میں اور قیامت کے دن نعمتوں میں سرفراز ہوں گے؛ یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس کا حصر ممکن نہیں۔

یہ بھی اس کی نیکی ہے کہ اس نے توبہ وانابت کے دروازے کھول رکھے ہیں خواہ گناہ کتنے ہی زیادہ تعداد میں ہوں۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا﴾ (الزمر: ۵۳)

''فرمادیجیے! اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر اسراف کیا ہے اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا۔ بے شک اللہ تعالیٰ سارے گناہوں کو بخش دیتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ برّ ہیں کیونکہ وہ اپنے بندوں پر گوناگوں احسان فرماتے ہیں۔ دنیاوی اوراخروی نعمتیں ایثار کرتے ہیں۔

البَرُّ وہی ہے جس نے نیکی و احسان کو بیان فرمایا اور ورع وتقویٰ کی پابندی کا حکم دیا ہے؛ لہٰذا نیکی کنندہ، نیکی دہندہ وہی ہے۔

اللہ بندے کو معصیت کا ارتکاب کرتے ہوئے دیکھتے ہیں پھر بھی اس کی پردہ پوشی کرتے ہیں اگر وہ چاہتے تو اسے مخلوق کے سامنے رسوا کر دیتے، لیکن ایسا کرتے نہیں؛ اس وجہ سے انہیں ''البَرُّ'' نیکی کرنے والا کہتے ہیں۔

اسم گرامی ''البَرّ'' پر ایمان کے ثمرات:

اول:...... اللہ تعالیٰ برّ ہیں کیونکہ وہ اپنے بندوں پر گوناگوں احسان فرماتے ہیں۔ دنیاوی نعمتیں عطا فرماتے اور آخرت کی نعمتیں ایثار کرتے ہیں۔

دوم:...... اللہ تعالیٰ ہی البَرُّ الرحیم ہیں جنہوں نے عاجز بندوں کو ابرار کا خطاب عطا کیا۔ ان کو نعمتوں کا عطیہ دیا۔ ان کو رفعتوں کے تخت پر بٹھلایا اور معرفت ربانی سے ممتاز فرمایا۔

سوم:...... اللہ تعالیٰ البَرُّ الرحیم ہیں جنہوں نے سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم پر کلام پاک کو کِرَامٍ بَرَرَة (عزت والے، نیکوکار ملائکہ) سفیروں کے ساتھ نازل فرمایا۔

چہارم:...... اللہ تعالیٰ البَرُّ الرحیم ہیں؛ اور انسان نیکی کے مقام کو اس وقت تک

نہیں پہنچ سکتا جب تک ان کی مطلوبہ چیز کو ان کی راہ میں خرچ نہ کر دے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ﴾ (آل عمران ۹۲)

''تم نیکی ہرگز نہ پا سکو گے، حتی کہ اپنی محبوب اشیاء میں سے خرچ کرو؛ اور تم جو چیز خرچ کرو گے تو بیشک اللہ اسے جانتے ہیں۔''

اَلْكَرِيْمُ

بہت کرم کرنے والا

معنی :...... کریم وہ ہستی جس کی خیر بہت زیادہ؛ اور نفع عام ہو؛ جو بغیر بدلہ اور استحقاق کے لوگوں پر احسان کرے۔ جو وعدہ کرے تو پورا کر دے۔ قدرت پا کر قصور معاف کر دے، عیب دیکھے اور پردہ پوشی کرے، قصور معلوم کرے اور درگزر فرمائے۔

اسم گرمی کریم قرآن مجید میں تین بار وارد ہوا ہے۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿يٰاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ﴾ (الانفطار : ٦)

''اے انسان! تجھے کس چیز نے تیرے کریم رب کے متعلق دھوکہ دیا۔''

اللہ تعالیٰ بلند و بالا اور سچے بادشاہ ہیں۔ خود کریم ہیں؛ اور کریم عرش کے مالک ہیں۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ﴾ (المومنون : ١١٦)

''نہیں کوئی معبود برحق مگر وہی؛ عرش کریم کے رب۔''

بے شک اللہ تعالیٰ جملہ معانی کے اعتبار سے کریم ہیں۔ وہی کرامتِ حقیقی کا مالک ہیں اور وہی صاحب جود و کرم ہیں۔

اللہ تعالیٰ کریم ہیں؛ اور وہ رسول کریم ﷺ کے بھیجنے والے ہیں:

﴿وَجَآءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ﴾ (الدخان : ١٧)

''اور ان کے پاس عزت والا (کریم) رسول آ گیا۔''

اللہ تعالیٰ کریم ہیں کہ مُدْخَلُ كَرِيْمٌ میں داخلہ اسی کے حکم میں ہے۔

اللہ تعالیٰ کریم ہیں کہ رِزْقٌ كَرِيْمٌ کے عطا فرمانے والے وہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کریم ہیں اور تمام مخلوق ان کی نوال و کرم سے بہرہ ور ہے۔

اللہ تعالیٰ کریم ہیں کیونکہ جواد مطلق اور غنی برحق وہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے:

﴿فَإِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ﴾ (النمل : ٤٠)

''بیشک میرے رب تعالیٰ بے نیاز اور کریم ہیں۔''

اَلْاَکْرَمُ

بڑے کرم والا

معنی :...... اَکْرَمُ کے معنی رب العالمین کی ذات میں وہ علو اور عظمت ہے جو اسی کی شان کے شایاں ہے۔

اکرم اسم گرامی ایک مقام پر ہی آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے:

﴿ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ﴾ (العلق : ۳)

''پڑھیں آپ کے رب تعالیٰ عزت والے ہیں۔''

کریم کا مطلب ہے زیادہ خیر والا، عظیم نفع والا ہے اور ہر چیز سے اچھا اور افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا وصف بھی کرم سے بیان کیا ہے اور اپنے کلام کا وصف بھی کرم بیان کیا ہے۔ نامِ کریم، محاسن اور محامد کا مرقع ہے اس کا مطلب صرف عطا کرنا ہی نہیں بلکہ اس کا معنی ہے کثرت سے خیر وعطا کرنے والا۔ عظیم قدر اور کبیر شان والا نقائص اور آفات سے پاک مکرم ومنعم اور فضل کرنے والا، عوض کے بغیر دینے والا، بغیر سبب کے عطا کرنیوالا، جومحتاج اور غیر محتاج کو دیتا ہے، جو وعدہ کرے وہ وفا کرے، وہ چھوٹی اور بڑی ہر حاجت جس کے سامنے پیش کی جائے جواس سے پناہ لے اسے ضائع نہ کرے، جوگناہوں اور برائیوں سے تجاوز کرے یہ تمام معانی اس کریم اسم گرامی کے بیان کیے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اکرم ہیں تمام عالم اسی کے جود وکرم کا بذلہ خوار ہے اور ہر ایک چیز کو شرف ونجات اسی کی بارگاہ سے عطا ہوئی ہے۔

اللہ تعالیٰ اکرم ہیں اور انہوں نے رسول کریم ﷺ کو شرف جاہ وکرم نفس سے ممتاز فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ اکرم ہیں اور انہی کے جود ونوال سے انسان کو صورتِ زیبا، سیرتِ اعلیٰ وارفع حاصل ہوئی ہے۔

اللہ تعالیٰ اکرم ہیں اور اسی کا غنا وکرم سب کو ناز ونعم عطا فرماتے ہیں۔

یہ اس کا کرم ہے کہ نبی کریم ﷺ کو تمام دنیا میں مکرم ومعظم ہونے کا منصب عطا فرمایا۔ اور ہمارے کے لیے کتاب کریم نازل فرمائی۔

اسمائے مبارکہ ''الکریم اور الاکرم'' کے ثمرات:

اول:...... اللہ تعالیٰ کے بے شمار ولامتناہی انعامات وانوازشات اور اکرام پر دل وزبان اور اعضاء سے اس کی شکرگزاری اور دل سے اس کی محبت۔ اور توحید باری تعالیٰ کی بجا آوری۔

دوم:...... اللہ تعالیٰ سے حیاء اور ان کے ساتھ ادب کا معاملہ کرنا۔ اور اچھی امیدیں وابستہ رکھنا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے گناہوں کی کثرت کے باوجود اپنے جود وکرم اور سخاوت وعنایت کی وجہ سے ان سے کوئی چیز منع نہیں کرتے۔ نہ ہی انہیں محروم رکھتے ہیں۔ یہ عظیم کرم گستری انسان کے دل میں حیاء اور انکساری؛ اور خوف اور امید پیدا کرتی ہے۔ جس کی بنا پر انسان ان چیزوں اور کاموں سے؛ ان اخلاقیات وعادات سے دور رہتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی

ناراضگی کا سبب بنتی ہوں۔

سوم:...... اپنی حاجات اور ضروریات کے طلب کرنے میں اللہ تعالیٰ سے مضبوط تعلق اور ان پر پختہ توکل۔ اس لیے کہ صرف وہی ہستی ایسی ہے جس کے جود وکرم کی کوئی انتہاء نہیں۔ اور وہ قادر مطلق ہیں جن کو زمین و آسمان کی کوئی چیز عاجز نہیں کرسکتی۔

چہارم:...... کرم گستری اور جود وسخا کی صفات کو اپنانا۔ اور بندوں کے ساتھ سخاوت اور کرم و مہربانی کا معاملہ کرنا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کریم ہیں اور اپنے بندوں میں سے اہل کرم لوگوں سے محبت کرتے ہیں۔

پنجم:...... حقیقت میں کریم اور مکرم وہی ہے جسے اللہ تعالیٰ ایمان و ہدایت کی وجہ سے اس اعزاز سے نواز دیں۔ وگرنہ نہیں۔

ششم:...... اللہ تعالیٰ کریم ہیں؛ انہوں نے اپنے بندوں کے لیے دارکرامت میں رزق کریم تیار کر رکھا ہے؛ ارشاد الٰہی ہے:

﴿لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِندَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ﴾ (الانفال: ٤)

"ان کے لیے ان کے رب کے نزدیک درجات ہیں اور مغفرت ہے اور اچھا رزق ہے۔"

ہفتم:...... جو کوئی اللہ تعالیٰ سے حیاء کرتے ہوئے تقویٰ اختیار کرے؛ اور گناہ کے کام چھوڑ دے؛ تو اللہ تعالیٰ اسے مدخل کریم (عزت کے ٹھکانہ) میں جگہ دیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے:

﴿إِن تَجْتَنِبُوا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنكُمْ سَيِّـَٔاتِكُمْ

وَنُدۡخِلۡكُم مُّدۡخَلٗا كَرِيمٗا﴾ (النساء: ۳۱)

''اگر تم منع کردہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرو گے تو ہم تمہاری برائیاں مٹا دیں گے اور تمہیں عزت کی جگہ پر داخل کریں گے۔''

ہشتم :...... اسم گرامی'' کریم اوراکرم''تمام تر محاسن اور محامد کا مرقع ہیں۔ ان کا مطلب صرف عطا کرنا ہی نہیں؛ بلکہ ان کا معنی ہے کثرت سے خیر وعطا کرنے والی ہستی۔ ہمیشہ خیر دینے والی، عظیم قدر اورکبیر شان والی؛ نقائص اور آفات سے پاک؛ مکرم ومنعم اور فضل کرنے والی ہستی ؛بغیر عوض اور سبب عطا کرنیوالی ہستی؛ جومحتاج اور غیر محتاج کو دیتی ہے۔ جس کے سامنے چھوٹی اور بڑی ہر حاجت پیش کی جائے ؛ جوگناہوں اور برائیوں سے تجاوز کرے یہ تمام معانی ان اسمائے گرامی'' کریم اوراکرم'' کے بیان کیے گئے ہیں۔

اَلْمُعْطِیْ

عطا کرنے والا

معنی:...... ایسی ہستی جس کی عنایات اور نوازشات کبھی ختم نہ ہوتی ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا یہ اسم گرامی معطی حدیث سے ثابت ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ یُّرِدُ اللّٰهُ بِهٖ خَیْرًا یُّفَقِّهْهُ فِي الدِّیْنِ ؛ وَاللّٰهُ الْمُعْطِي وَ أَنَا الْقَاسِمُ. وَلَنْ تَزَالَ هٰذِهِ الأُمَّةُ قَائِمَةً عَلَی أَمْرِ اللّٰهِ ، لَا یَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ ، حَتّٰی یَأْتِيَ أَمْرُ اللّٰهِ .))

(بخاری:٣١١٦)

''جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اسے دین کی سمجھ عطا فرماتے ہیں'' اللہ تعالیٰ دینے والے ہیں'' میں تقسیم کرنے والا ہوں۔ یہ امت اپنے مخالفوں پر غالب رہے گی حتی کہ قیامت آجائے۔''

معطی کا مطلب ہے حقیقی عطا کنندہ۔ جو وہ دینا چاہے اسے کوئی روک نہیں سکتا، اور جس سے وہ کوئی چیز روک لے؛ اسے کوئی عطا نہیں کرسکتا ہے۔ عطا اور منع صرف اس کے حکم سے ہوتا ہے۔ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتے ہیں تو کہتے ہیں ہوجا؛ تو وہ ہوجاتا ہے۔

بندوں کے پاس جو بھی نعمت ہے وہ اسی کا احسان اور نوازش ہے۔ اس دنیا میں اس کی عنایات تمام بندوں پر عام ہیں؛ کیا مومن کیا کافر؛ کیا نیک اور کیا فاجر۔ مگر روزِ قیامت اس کے یہ انعامات اپنے ایماندار دوستوں پر خاص ہوں گے۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿كُلًّا نُّمِدُّ هَٰؤُلَآءِ وَهَٰؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُورًا ۝ انْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ وَلَلْآخِرَةُ أَكْبَرُ دَرَجَٰتٍ وَأَكْبَرُ تَفْضِيلًا﴾ (الاسرا: ۲۰۔ ۲۱)

''ہم نے ہر ایک کی مدد کی؛ ان کی بھی اور ان کی بھی مدد کرتے ہیں آپ کے رب کی عطا بند نہیں ہوتی، دیکھیں! ہم نے ایک کو دوسرے پر کیسے برتری دی البتہ آخرت کے درجات اور فضیلت بہت بڑی چیز ہے۔''

انسان جب اللہ تعالیٰ کے فضل وجود اور عطا ونوازش کو پہچان لے تو اب لازم ہو جاتا ہے کہ اس کی ناراضی کا نشانہ نہ بنے۔ اور اس کی منع کردہ باتوں کا ارتکاب نہ کرے۔ جو ایسا کرے گا، وہ خود اسے غضبناک اور ناراض کر کے اس کے انتقام کا نشانہ بنا۔

اس کی رضا کی جگہ ناراضی اختیار کی اور اس کے کرم کی جگہ سزا اپنا کر نیکی اور عطا کی جگہ محرومی خریدی۔ اس نے اپنی معصیت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ اوصاف اور اعمال کی جگہ اس کے ناپسندیدہ عمل کو اپنایا۔

اس اسم مبارک کے ثمرات:

اول:...... اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی سچی اور خالص محبت؛ حمد وثناء اور دین و دنیا میں ان کی

مختلف اور لامتناہی اور لامحدود نعمتوں پر شکر گزاری۔ اور اس شکر گزاری کا تقاضا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت گزاری کے کام کریں اور ان کی حرام کردہ چیز سے بچ کر اور دور رہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی (احکام) کی تعظیم بجالائیں۔

دوم:...... دین اور دنیا کی منفعتوں کے حصول اور نقصان سے بچنے کے لیے صرف ایک اللہ تعالیٰ سے ہی سوال کریں۔ اس لیے کہ تمام کی تمام مخلوق کمزور اور ضعیف ہے؛ کسی چیز کی کچھ بھی مالک نہیں۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ چاہیں تو کسی کو اپنے عطیہ سے نوازنے میں سبب بنا دیں۔ اور انسان کو چاہیے کہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے اس بڑی نعمت کا سوال کرے جو نہ ختم ہونے والی ہے اور نہ ہی مٹنے والی یعنی جنت۔

سوم:...... جو کچھ آپ کے ہاتھ میں ہے؛ اس میں سخاوت سے کام لیں؛ اور اسے ضرورت مندوں اور فقراء پر خرچ کریں۔ اس لیے کہ مال تو درحقیقت اللہ تعالیٰ کا مال ہے؛ اور حقیقی نوازنے والے بھی اللہ تعالیٰ ہیں۔ پس بطور شکر مساکین میں یہ مال خرچ کریں۔

چہارم:...... جب مال حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تو کسی مسکین کو کچھ دینے کے بعد اس پر احسان نہ جتلائیں۔

اَلْجَوَّادُ

سخی

معنی :...... ہر ایک کو نوازنے والا؛ بلا روک ٹوک دینے والا سخی؛ جس کی عطائیں تمام مخلوقات کے لیے عام ہوں۔ اور اس کی مختلف نعمتوں اور نوازشات سے سارا عالم بھرا ہوا ہو۔ اللہ تعالیٰ کی ایک سخاوت اس کی تمام مخلوقات کے لیے عام ہے؛ اور ایک سخاوت اس کے مؤمن بندوں کے ساتھ دنیا اور آخرت میں خاص ہے۔ یہ سخاوت ایمان اور ہدایت اور توفیق کی سخاوت ہے جس سے دنیا اور آخرت میں کامیابی ملتی ہے۔ یہ اہل ایمان کے لیے ان کے مدارج و مراتب کے حساب سے خاص ہے۔

اسم گرامی جواد حدیث شریف سے ثابت ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ اللّٰہَ جَوَّادٌ یُحِبُّ الْجُوْدَ. وَیُحِبُّ مَعَالِي الْأَخْلَاقِ وَ یکْرَہُ سَفَاسِفَھَا.)) (سلسلة الصحيحة ١٦٢٧)

''بیشک اللہ تعالیٰ جواد ہیں اور جود وسخا کو پسند کرتے ہیں اور اعلی اخلاق کو پسند کرتے ہیں۔ اور پست اخلاق کو ناپسند کرتے ہیں۔''

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''بے شک اللہ تعالیٰ جواد کریم اور سخی ہیں۔ مسلمان بندہ جب ان کے

سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے تو انہیں شرم آتی ہے کہ اس کا ہاتھ خالی لوٹائیں۔"

جواد:...... کثرت سے نوازنے والا، جس کی نوازشات کائنات پر چھائی ہوں؛ اور کائنات اس کے فضل و کرم اور نعمتوں سے معمور ہو۔ مخلوق اس کے احسان سے لحظہ بھر خالی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں کہ اپنے بندوں پر جود و کرم کے بادل برسائیں، فضل میں توسیع دیں، احسانات سے ڈھانپ لیں اور انعامات تمام کریں۔ احسان میں اضافہ کریں۔ وہی حقیقی بادشاہ، جواد ہے جو کچھ بھی اس سے مانگا جائے اس سے بھی زیادہ سخی ہے۔ اور عطاء و بخشش میں وسیع ہے۔ جواد سبحانہ و تعالیٰ اس چیز کو سب سے زیادہ پسند کرتے ہیں جس کی اس سے آرزو کی جائے، اس سے امیدیں وابستہ کی جائیں اور مانگا جائے، صحیح حدیث میں ہے:

"جو اللہ تعالیٰ سے نہیں مانگتا وہ اس سے ناراض ہو جاتے ہیں"۔

اسم گرامی "الجواد" پر ایمان کے ثمرات:

اول:...... جب اللہ تعالیٰ جواد (سخی اور نوازنے والے) ہیں تو انہیں یہ بات پسند ہے کہ ان کے بندے ان سے اپنی آسیں اور امیدیں بڑھائیں؛ ان کی رحمت اور فضل و کرم کے طلب گار بن کر رہیں۔ کیونکہ وہی سخی بادشاہ ایسی ہستی ہے جو اس بات کی مستحق ہے کہ اپنی دنیا اور آخرت کی ہر چھوٹی اور بڑی حاجت کا سوال اس سے کیا جائے۔

دوم:...... انسان کو چاہیے کہ اپنے اندر سخاوت اور جود و کرم کی صفات پیدا کرے۔ اور لوگوں تک خیر اور بھلائی پہنچائے۔ ان کی ضروریات میں کام آئے؛ اور جو مال اللہ تعالیٰ نے اسے دیا ہے؛ اس میں سے لوگوں پر بھی خرچ کرے۔ اس

لیے کہ اللہ تعالیٰ خود سخی اور کریم ہیں تو وہ اہل کرم اور سخی لوگوں سے محبت بھی کرتے ہیں؛ اور انہیں یہ بات پسند ہے کہ لوگوں میں بھی یہ صفات پیدا ہوں۔

سوم :...... رب تعالیٰ جواد و کریم اور محسن ہیں؛ ہر چیز کی بادشاہت ان کے قبضہ میں ہے وہ جس وقت جو چاہیں وہی ہوتا ہے اور جس طور چاہیں اسی طور ہوتا ہے۔ آسمان و زمین کے ہر گوشہ میں ان کا حکم نافذ ہے؛ اور کائنات کی ہر چیز ان کی دست نگر اور محتاج ہے۔ ارشاد فرمایا:

﴿ يَسْئَلُهُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ﴾

(الرحمن:۲۹)

''زمین و آسمان والے سبھی اس سے مانگتے ہیں وہ ہر روز نئی شان میں ہوتا ہے۔''

چہارم :...... زمین و آسمان کی ہر مخلوق کو روز ازل سے آج تک اس کی خواہشات کے مطابق نوازنے کے باوجود اللہ تعالیٰ کے خزانے میں کوئی کمی نہیں آئی۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی سخاوت کائنات کی ہر ایک چیز کے لیے عام ہے۔ کوئی بھی چیز اس کی سخاوت سے محروم نہیں۔

پنجم :...... اہل ایمان پر اللہ تعالیٰ کا خاص جود و کرم یہ ہے کہ اس نے انہیں ایمان و ہدایت کی توفیق دی اور اپنے جود و کرم سے انہیں جادۂ حق پر لگایا۔ زندگی میں انہیں دین اسلام پر قائم رکھا؛ اور مرتے وقت اسلام اور ہدایت پر موت دی۔

ششم :...... جس کو اللہ تعالیٰ کے اسم ''جواد'' کی معرفت حاصل ہو جائے؛ اسے چاہیے اس کے مقتضی کے مطابق عبادت الٰہی بجالائے؛ یعنی جود و کرم کی

صفات اپنائے اور مخلوق رب العالمین کا خیر خواہ اور انہیں بھلائی پہنچانے والا بنے۔

فائدہ ۱:...... رسول اللہ ﷺ سب لوگوں سے بڑھ کر خوبصورت اور سب سے بڑھ کر سخی تھے؛ اور جود و کرم اور سخاوت کو پسند کرتے تھے۔

فائدہ ۲:...... رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: بیشک اللہ عزوجل جواد کریم ''سخی اور کریم ہیں۔ مسلمان بندہ جب ان کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے تو انہیں شرم آتی ہے اس کے سوال کو اس کی مٹھی میں دیئے بغیر لوٹائیں۔'' (الأمالي : ١٥٤)

فائدہ ۳:......اس جواد و کریم ہستی سے امید لگائیں اور دعا کریں کہ وہ ہم سب پر احسان کر کے ہمارے لیے وہ اسباب پیدا کریں جو اس کے جود و کرم تک رسائی دیں۔ اور ان اسباب سے اپنی پناہ میں رکھے جو اس کی ناراضی اور سزا وانتقام پیدا تک پہنچائیں، جود و سخا وہی ہے جو اللہ تعالیٰ سے ہے اور احسان کا منبع بھی اسی کی ذات گرامی ہے پہلے اور بعد میں سارا معاملہ اس کے ہاتھ میں ہے وہ لاشریک ہے۔

اَلْحَلِیْمُ

بڑا بردبار

معنی :..... حلم کے معنی بردباری؛ آہستگی اور عقل؛ دور اندیشی؛ اور تحمل مزاجی کے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو گناہوں پر فوراً نہیں پکڑتے؛ بلکہ انہیں مہلت دیتے ہیں تاکہ وہ توبہ کر کے اسے راضی کرلیں اور منالیں۔''

یہ اسم گرامی قرآن مجید میں گیارہ مرتبہ آیا ہے؛ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي قُلُوبِكُمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيمًا حَلِيمًا﴾

(الاحزاب:٥١)

''اللہ تعالیٰ جانتے ہیں جو تمہارے دلوں میں ہے اور اللہ علیم و حکیم ہیں۔''

اللہ تعالیٰ حلیم ہیں، یعنی انتقام کے لیے جلدی نہیں کرتے اور گناہ کی سزا میں رزق بند نہیں کرتے۔ وہ دیکھتے ہیں اس کے بندے کفر اور معصیت کرتے ہیں وہ حلم و بردباری سے کام لے کر ان کا عذاب مؤخر کر دیتے ہیں، ڈھیل دیتے ہیں؛ اور ان پر انعامات جاری کا سلسلہ جاری رکھتے ہیں ؛توبہ کی مہلت دیتے ہیں۔ انہوں نے نافرمانوں اور ظالموں کے متعلق اپنے علم و حلم کا بیان کیا ہے کہ اگر ان کو ان کے گناہوں کی وجہ سے گرفت میں لینا چاہیں تو روئے زمین پر ایک جانور بھی نہ

چھوڑیں؛ اور انہیں عذاب میں گرفتار کر لیں۔ لیکن وہ انہیں وقت مقررہ تک ڈھیل دیتے ہیں جب وقت مقرر آئے گا تو آگے پیچھے نہ کرے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَرَبُّكَ الْغَفُورُ ذُو الرَّحْمَةِ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ بَلْ لَهُمْ مَوْعِدٌ لَنْ يَجِدُوا مِنْ دُونِهِ مَوْئِلًا﴾

(الکہف)

''آپ کے رب تعالیٰ غفور اور رحمت والے ہیں؛ اگر وہ ان کی کمائی کی وجہ سے انکا مؤاخذہ کرتے تو ان کو جلدی عذاب کر دیتے؛ بلکہ ان کا وعدہ طے شدہ ہے؛ اس کے سوا ہرگز جائے پناہ نہ پائیں گے۔''

اللہ تعالیٰ لوگوں کے سب وشتم اور تکذیب کرنے کے باوجود وہ انہیں رزق دیتے اور عافیت سے نوازتے ہیں؛ ان کی حفاظت کرتے ہیں اور انہیں اپنی جنت کی طرف دعوت دیتے ہیں؛ ان کی توبہ قبول کرتے ہیں اور توبہ کی قبولیت کے ساتھ ان کے گناہ بھی نیکیوں میں بدل دیتے ہیں؛ اور تمام احوال میں مہربانی کرتے ہیں۔ اپنے پیغمبر بھیج کر ان میں اہلیت پیدا کرتے ہیں اور پیغمبروں کو حکم دیتے ہیں ان سے نرمی کریں۔''

رب العالمین کو ایذا دینے والے، شرک اور کفر کرنے والے، اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں بالکل حقیر و ذلیل ہیں؛ مگر اس کے باوجود علم کے ساتھ حلم کا ہونا بردباری کی انتہا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے انتقام لینے میں جلدی نہیں کرتے۔

اسم گرامی ''الحلیم'' پر ایمان کے ثمرات:

اول:......انسان کو اس بات پر کامل یقین ہو جاتا ہے کہ گناہ پر گرفت نہ ہونا اللہ

تعالیٰ کے حلیم ہونے کی وجہ سے ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ﴾

''اور جان لو! بیشک اللہ تعالیٰ جانتے ہیں جو تمہارے جی میں ہے اس سے ڈرو اور جان لو بیشک اللہ تعالیٰ بخشنے والے بردبار ہیں۔''

دوم:......اس اسم مبارک کے اثر سے مخلوق سکون و قرار پاتی ہے؛ اور اللہ تعالیٰ کی قوت وقدرت اور جلال و تعظیم اور محبت و تکریم سے ان کے دل معمور ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حلم و مغفرت کا انتہائی کمال یہ ہے کہ اس نے گنہگاروں کو مہلت دے رکھی ہے اور نافرمانوں کے عذاب میں جلدی نہیں کرتے حالانکہ اگر وہ آسمان کو حکم دیں تو وہ ان پر پتھر برسا دے اور اگر زمین کو حکم دیں تو انہیں نگل جائے۔ مگر اس کی وسیع مغفرت اور حلم و کرم کی وجہ سے مہلت مل رہی ہے:

﴿اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا﴾ (فاطر: ٤١)

''بیشک اللہ تعالیٰ بہت بردبار اور مغفرت کرنے والے ہیں۔''

پس انسان کو شرم و حیاء کرتے ہوئے گناہوں سے باز آجانا چاہیے۔

سوم:...... اللہ تعالیٰ کی رحمت پر امیدوں کی بحالی؛ اور نا امیدی اور مایوسی کا خاتمہ۔ توبہ کی طرف جلدی۔ انسان کے جتنے بھی بڑے گناہ ہوں؛ اسے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کبھی مایوس نہ ہو؛ بلکہ اس سے عفو و درگزر کا طلبگار بن کر توبہ کرنے میں جلدی کرے۔

چہارم:...... انسان کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے غضب سے بچ کر رہے۔ کیونکہ حلیم و

بردبار جب غصہ میں آتا ہے تو کوئی بھی چیز اس کے غصہ کے سامنے قدم نہیں جما سکتی۔ اللہ تعالیٰ تمام مخلوق پر قوت کاملہ اور قدرت مطلقہ رکھنے کے باوجود حلیم ہیں۔ اور اپنے حلیم ہونے کے باوجود صرف اس پر غصہ ہوتے ہیں؛ جو اس کے غصہ کا مستحق بن جائے؛ رحمت کا مستحق نہ رہے؛ اور اس کے ساتھ حلم و بردباری والا معاملہ درست نہ ہو۔ ایسا اس وقت ہوتا ہے جب انسان کو توبہ کے لیے بھر پور موقع مل جاتا ہے؛ مگر پھر بھی وہ توبہ نہیں کرتا۔

پنجم:...... یہ بھی اس کے حلیم ہونے کا اثر ہے کہ لوگ اپنے لیے عذاب اور ہلاکت مانگتے ہیں؛ مگر اللہ تعالیٰ انہیں مبتلائے عذاب کرنے یا ہلاک کرنے میں جلدی نہیں کرتے۔ خواہ ایسی دعائیں کرنے والے کافر ہوں یا کوئی مسلمان۔ بلکہ اللہ تعالیٰ سب کو موقع دیتے ہیں کہ وہ اس کی رحمت کی طرف لوٹ آئیں؛ اس سے امیدیں رکھیں اور اپنے اعمال کی اصلاح کرتے ہوئے توبہ کرلیں۔

ششم:...... انسان اپنے اندر حلم و درگزر کے اوصاف پیدا کرے؛ اور خلق خدا سے عفو و درگزر والا معاملہ کرے تاکہ اس کے ساتھ بھی ایسا ہی ہو۔

اَلْحَيُّ

حیاء والا

اللہ تعالیٰ کا حیاء کرنا ایسے ہی ہے جیسے ان کی شان کے لائق ہے۔ ان کی حیاء مخلوق کی حیاء کی طرح نہیں ہے۔ بلکہ ان کی حیاء میں کرم گستری؛ حسن سلوک اور مہربانی اور جلال پائے جاتے ہیں۔ یہ اسم گرامی قرآن مجید نہیں ؛ بلکہ حدیث میں وارد ہوا ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا وہ جنگل میں بغیر تہہ بند غسل کر رہا ہے۔ آپ ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوئے۔

اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی اور فرمایا:

((اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ حَيِيٌّ سِتِّيْرٌ يُحِبُّ الْحَيَاءَ وَالسِّتْرَ......))(ابو داود:٤٠١٢، ارواء الغليل:٧/ ٣٦٧)

"بیشک اللہ تعالیٰ حیاء والے اور پردے والے ہیں حیاء اور پردہ کو پسند کرتے ہیں......

تم میں سے ایک جب غسل کرے تو پردہ کرلیا کرے۔"

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

"ربکمْ حییٌ کریمٌ" آپ کے رب تعالیٰ حیاء والے اور کریم ہیں بندہ

جب ان کے سامنے ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا ہے تو اسے خالی لوٹانے سے انہیں حیاء آتی ہے۔'' (ابو داود: ۱٤٨٨، ترمذی: ۳۵۵٦؛صحیح الجامع: ٢٦٣٨)

جس طرح اللہ تعالیٰ کے لیے علم ثابت ہے؛ وہ ہمارے علم کی مانند نہیں، نہ نگاہ، ہماری نگاہ کی مانند ہے نہ اس کا سننا ہمارے سننے کی مانند ہے نہ اس کا ارادہ ہمارے ارادے کی مانند ہے اسی طرح اس کی صفت حیاء بھی ہماری حیاء کی مانند نہیں۔ تاہم جو اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول ﷺ نے ثابت کیا ہے وہ بلا شک ثابت ہے۔

رب کی اپنے بندے سے حیاء عقل و ادراک اور سمجھ سے بالاتر ہے۔ عقل اس کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ اس کی حیاء کرم وجود اور جلال کی حیاء ہے اللہ تعالیٰ حیاء والے کریم ہیں۔ بندہ ہاتھ اٹھا کر دعا کرے تو اسے خالی لوٹاتے ہوئے شرم آتی ہے۔

اسلام میں سفید ریش کو عذاب کرنے سے حیاء آتی ہے۔''

اسم گرامی ''الحیی'' پر ایمان کے ثمرات:

اول:...... اس اسم کریم میں صفت حیاء اللہ تعالیٰ کے لیے ویسے ہی ثابت ہے جیسے اس کی جلالت اور کمال کے لائق ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی تمام صفات میں مخلوق کے ساتھ مماثلت سے بری اور پاک ہیں۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ (الشوریٰ: ١١)

''ان کی مثل کوئی چیز نہیں وہی سننے والے دیکھنے والے ہیں۔''

دوم:...... رب کی اپنے بندے سے حیاء احاطہ عقل اور سمجھ سے بالاتر ہے۔ وہ کرم وجود اور جلال کی حیاء ہے۔ اللہ تعالیٰ حیاء والے کریم ہیں۔

سوم:...... اللہ تعالیٰ اپنے اسمائے گرامی اور صفات سے محبت کرتے ہیں اور اس کے

آثار واثرات مخلوق میں پیدا ہوتے دیکھنا پسند کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ باحیاء کو اور اہلِ کرم کو پسند کرتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''ایمان کی ستر سے اوپر شاخیں ہیں۔ ان میں سے سب سے اعلیٰ ''لا الہ الا اللہ'' کا اقرار ہے اور سب سے ادنیٰ رستہ سے موذی چیز کو ہٹانا ہے۔''

اور آگے چل کر فرمایا:

((وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْإِيْمَانِ .)) (بخاری: ۹، مسلم: ۵۳)

''اور حیاء ایمان کی شاخ ہے۔''

چہارم:...... حیاء کا ہونا ایک خوبصورت عادت ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

پہلی نبوت کی بات جو لوگوں نے پائی ہے اس میں یہ ہے:

((إِذَا لَمْ تَسْتَحِي فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ .)) (بخاری: ۳۲۹٦)

''جب تو حیاء نہ کرے تو جو چاہے کر۔''

السَّتِيرُ

پردہ پوشی کرنے والا

معنی :...... اپنے بندوں کا پردہ رکھنے والا؛ اللہ تعالیٰ ستیر ہیں؛ اور وہ اپنے بندوں کا پردہ چاک کر کے انہیں رسوا نہیں کرتے۔ اور اس کو یہ بات پسند ہے کہ بندے خود بھی اپنے کرتوتوں کا پردہ رکھیں؛ اور ایسے کاموں سے بچیں جو ان کے لیے رسوائی کا باعث بن سکتے ہوں۔''

یہ اسم گرامی قرآن مجید نہیں ؛ بلکہ حدیث میں وارد ہوا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

((اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ حَیِیٌّ سِتِّیْرٌ یُحِبُّ الْحَیَاءَ وَالسِّتْرَ .))

(ابو داود: ۴۰۱۲، ارواء الغلیل: ۳۶۷/۷)

''بیشک اللہ تعالیٰ حیاء والے اور پردے والے ہیں حیاء اور پردہ کو پسند کرتے ہیں۔''

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ورحمت اور اس کا حلم وکرم ہے کہ وہ اپنے کمال غنا کے باوجود اپنے بندوں کی پردہ پوشی کرتے ہیں اس کی ہتک عزت اور رسوائی سے حیاء کرتے ہیں۔ اور اسے ندامت اور توبہ کی توفیق دیتے ہیں اس سے درگزر کرتے ہیں۔ یہ ان کا اپنی مخلوق کے ساتھ لطف ورحمت ہے۔ بندہ نافرمانی کر کے اس کی

اشاعت یا تشہیر کرے ؛ یہ بات اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ اسے وہ آدمی ناپسند ہے جو رات کی تاریکی میں اس کی نافرمانی کرتا ہے ؛ اللہ تعالیٰ اس پر پردہ ڈالتے ہیں ؛ یہ اللہ تعالیٰ کا ڈالا ہوا پردہ چاک کرتا ہے۔ حالانکہ یہ بہت ہی برا اور ناپسندیدہ کام ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''میری ساری امت عافیت میں ہو سکتی ہے مگر مجاہرین نہیں ہوں گے۔ مجاہر وہ ہے جو رات کو ایک کام کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے اس پر پردہ ڈالا ہے اور یہ کہتا پھرتا ہے میں نے کل رات یہ کیا ہے، اس کا رب اس کی رات گزاری پر پردہ ڈالتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا ڈالا ہوا پردہ کھول رہا ہے۔''

(بخاری:٦٠٦٩، مسلم : ٢٩٩٠)

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ روزِ قیامت اس کی پردہ پوشی کریں گے۔'' (متفق علیه)

ہر مسلمان کا یہ فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پردہ پوشی میں رہے اور ظاہر و باطن گناہوں سے اجتناب کرے۔ عیوب سے حفاظت رکھے، عزت کی حفاظت کرے ، رذائل کے دروازوں سے اور فساد کے مراکز سے دور رہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: '' تم میں سے ایک کے اللہ تعالیٰ اتنے زیادہ قریب ہوں گے حتی کہ اسے پہلو میں لے لیں گے اور پوچھیں گے : تو نے یہ یہ عمل کیے ہیں؟ بندہ کہے گا: ہاں! ان کا قرار کرے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائیں گے:

((اِنِّی سَتَرْتُ عَلَیْكَ فِی الدُّنْیَا فَاَنَا اَغْفِرُھَا لَكَ الْیَوْمَ .))

(بخاری : ٦٠٧٠ ،مسلم : ٢٧٦٨)

''میں نے تجھ پر دنیا میں پردہ ڈالا میں آج یہ سارے گناہ بخش دیتا ہوں۔''

اس صورت میں بندے کی یہ ذمہ داری ہے کہ گناہوں سے دور اختیار کرے انہیں ہمیشہ کے لیے جدائی دے مگر پھر بھی گناہ ہو جائے تو اپنے نفس پر پردہ ڈالے اور توبہ کی طرف لپکے ، اللہ تعالیٰ کی طرف انابت اپنائے اور اعمال صالحہ کثرت سے کرے۔

اسم گرامی ''الستیر'' پر ایمان کے ثمرات:

اوّل:...... اس اسم گرامی پر ایمان مؤمن کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور ان سے حیاء پیدا کرتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو دیکھتے ہیں کہ وہ ان کی نافرمانی کررہا ہے؛ مگر پھر بھی اپنے اسم کریم ''الستیـــــر'' کے صدقہ میں اس کے گناہوں پر پردہ ڈالتے ہیں؛ اسے بے پرد کرکے رسوانہیں کرتے؛ اور ساتھ ہی اس پر اپنے انعامات اور رحمتوں کی بارش بھی جاری رکھتے ہیں۔ پس اب ان سے حیاء آجاتی ہے کہ اس کریم و رحیم مہربان رب کی نافرمانی کی جائے۔

دوم:...... اس نعمت کی شکرگزاری پر اللہ تعالیٰ کے سامنے احساس ندامت کے ساتھ سرتسلیم خم کرنا؛ اور اخلاص کے ساتھ اس کی عبادت بجالانا۔

سوم:...... اللہ تعالیٰ سے حیاء کرنا؛ اور ان کے سامنے ادب و اخلاق سے رہنا۔ کہ اللہ تعالیٰ پر اپنے بندے کی کوئی بھی حالت کسی بھی وقت پوشیدہ نہیں رہتی۔ پس انسان کو یہ شرم و حیاء کرنا چاہیے کہ کیسے اس رب کی نافرمانی کی جاتی ہے کہ سر تا پاؤں اس کی نعمتوں میں ڈوبا ہوا ہے۔

چہارم :...... اس اسم کے مقتضی کے مطابق اپنے اندر اخلاق پیدا کرنے کی کوشش کرنا اور لوگوں کے عیوب اور گناہوں پر پردہ رکھنا۔

پنجم :...... انسان کو اس اسم کریم ''الستیر'' کے مقتضی کے خلاف حرکت کرنے سے بچ کر رہنا چاہیے؛ یعنی کسی کے گناہ کا چرچہ کرکے؛ یا اسے بار بار وہ گناہ یاد دلا کر رسوا نہ کرے۔ ایسا کرنا انتہائی بری حرکت ہے؛ جس کا انجام بہت برا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''اے لوگوں میں سے وہ گروہ! جو اپنی زبان سے ایمان کا اقرار کرتے ہو ،اور ایمان ان کے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔ مسلمانوں کی غیبت نہ کرو نہ ہی ان کے عیوب کا پیچھا کرو؛ جو ان کے عیوب کا پیچھا کرے گا اللہ تعالیٰ اسکے عیوب کا پیچھا کریں گے؛ اور جس کے عیوب کا پیچھا اللہ تعالیٰ کریں گے؛ تو اسے اس کے گھر میں ہی رسوا کردیں گے۔''

(مسند احمد: ٤/ ٤٢٠ ، ابو داود: ٤٨٨٠ ، اسناده حسن)

اَلْعَفُوُّ

بہت زیادہ معاف کرنے والا

عفو کے معنی ہیں: ترک کرنا، چھوڑنا۔ یعنی گناہ معاف کرنا اور درگزر کر لینا۔ وہ ہستی کہ اس کا عفو تمام بندوں کے لیے وسیع اور شامل ہے۔ خصوصاً جب وہ کوئی ایسا کام کریں جس سے اس کا عفو واجب ہوتا ہو؛ جیسے توحید خالص کی بجا آوری؛ توبہ؛ استغفار اور نیک اعمال۔

یہ اسم گرامی قرآن مجید میں پانچ بار وارد ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا﴾

(النساء:۹۹)

''یہ لوگ ہیں یقیناً اللہ تعالیٰ ان سے درگزر کرے گا اور اللہ تعالیٰ درگزر کرنے والا بخشنے والے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ عفو ہیں اور ہر اہل ایمان کو معافی دینے کا حکم فرماتے ہیں۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ۝﴾

(الاعراف: ۱۹۹)

''معافی کو اپنی عادت بناؤ۔ نیک کام کرنے کی ہدایت کیا کرو۔ جاہلوں

سے منہ پھیر لیا کرو۔"

عفوّ: جو برائیاں مٹاتا اور نافرمانیوں سے تجاوز کرتا ہے۔ یہ تقریباً غفور کا مفہوم ہی رکھتا ہے لیکن غفور سے زیادہ اس میں بلاغت پائی جاتی ہے غفران کا مطلب ہے پردہ پوشی کرنا۔ غفور پردہ پوشی کرنے والا۔ اور عَفُو کا مطلب ہے: مٹانا؛ جو پردہ پوشی سے زیادہ بلیغ ہے یہ فرق اس وقت ہوتا ہے جب یہ دونوں اسم عفوّ اور غفور مل کر آئیں۔ جب علیحدہ علیحدہ آئیں تو ایک دوسرے کے معنی کو شامل ہوتے ہیں۔

توّاب وہ ہے: جو اپنے بندوں کو توبہ کی توفیق دے۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی بھی صبر والا نہیں وہ اذیت ناک باتیں سنتا ہے یہ اس کی اولاد قرار دیتے ہیں۔

((وَإِنَّهُ لَيُعَافِيهِمْ وَيَرْزُقُهُمْ)) (بخاری: ٦٠٩٩، مسلم: ٢٨٠٤)

"وہ پھر بھی انہیں عافیت سے نوازتا ہے اور انہیں رزق دیتے ہیں۔"

اسم گرامی "العفو" پر ایمان کے ثمرات:

اول:...... اللہ تعالیٰ العفو (معاف کرنے والے) ہیں؛ وہ اپنے بندوں کے گناہوں سے درگزر تے کرتے ہیں؛ برائی کا بدلہ نہیں دیتے؛ بلکہ توبہ کرنے والے کی توبہ قبول کرتے ہوئے اسے اچھا بدلہ دیتے ہیں۔ ارشادِ گرامی ہے:

﴿وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُوا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ﴾ (الشوری ٢٥)

"وہی (اللہ تعالیٰ) ہیں جو توبہ قبول کرتے ہیں اور اپنے بندوں کی برائیاں

مٹاتے ہیں اور تم جو کرتے ہو وہ جانتے ہیں۔''

دوم :...... اپنے گناہ معاف کروانے کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس اسم گرامی کے توسل سے دعا؛ مثلاً انسان یوں کہے کہ: ''اے اللہ تعالیٰ آپ عَفُوٌ ہیں؛ درگزر کرنے والے؛ اپنے اس اسم عفو کے وسیلہ سے میرے گناہ معاف کردیں ؛ اور میری غلطیوں سے درگزر کردیں۔

سوم :...... عفوو درگزر اور مغفرت اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کے لوازمات ہیں۔ ان کے اثرات ومتعلقات تمام مخلوق کو شامل اور شب وروز کی ہر ساعت میں موجود ہیں۔ ان کے عفو ومغفرت کی وسعت کی وجہ سے گناہوں اور جرائم سے بھی زیادہ وسیع ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے عفو وتجاوز سے کام لیتے ہیں۔ گناہوں پر پکڑنے میں جلدی نہیں کرتے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ لَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّ لٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا﴾ (فاطر ٤٥)

''اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے اعمال پر گرفت کریں تو اس زمین پر ایک بھی جاندار نہ چھوڑیں لیکن انہیں وقت مقررہ تک ڈھیل دیتے ہیں ؛ جب ان کا وقت آئے گا تو بیشک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دیکھنے والے ہیں۔''

چہارم :...... جو تقصیر یا کوتاہی مخلوق سے واقع ہوتی ہے یہ کئی قسم کی سزاؤں کا تقاضا کرتی ہے؛ لیکن اللہ تعالیٰ کے عفو وغفور ہونے کی وجہ سے ان سزاؤں کے موجبات اور اسباب کو ختم کردیے جاتے ہیں ؛ اور ان کے ساتھ نرمی اور درگزر

کا برتاؤ کیا جاتا ہے۔ ارشادِ گرامی ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُورًا﴾ (النساء: ٤٣)

''بیشک اللہ تعالیٰ درگزر کرنے والے بخشنے والے ہیں۔''

پنجم:...... رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ سے زیادہ کوئی بھی صبر کرنے والا نہیں وہ اذیت ناک باتیں سنتے ہیں یہ اس کی اولاد قرار دیتے ہیں۔ مگر وہ پھر بھی انہیں عافیت سے نوازتے ہیں اور انہیں رزق دیتے ہیں۔''

(بخاری: ٦٠٩٩، مسلم: ٢٨٠٤)

فائدہ:...... دعائیں؛ توبہ اور استغفار کرنے والے، اہل ایمان کے ساتھ خاص عفو و کرم یہ ہے کہ وہ انہیں سچی توبہ کرنے کی توفیق عنایت فرماتے ہیں۔ اور ایسی خالص توبہ قبول کرتے ہیں جس میں تردد اور شک اور گناہ پر اصرار نہ ہو۔ گناہ خواہ وہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو، کفر و فسق ہو یا نافرمانی ہو، سب گناہ کے معاف کرنے کا اعلان ہے۔

اَلْغَفُوْرُ

بہت بخشنے والا

معنی: ......وہ ہستی جو گناہ معاف کرتی اور توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کرتی ہے۔ اپنی شفقت اور محبت سے گناہوں کا پردہ بھی رکھتی ہے۔

اسم غفور قرآن مجید میں اکیانوے (۹۱) بار آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ○﴾ (النور: ۲۲)

''اور چاہیے کہ معاف کر دو اور درگزر کرو، کیا تم پسند نہیں کہ اللہ تعالیٰ تمھیں بخشے اور اللہ بخشنے والے مہربان ہیں۔''

بخش دینا اور معاف کرنا اللہ تعالیٰ کی صفات خاص ہیں۔ دنیا میں اقبال جرم کے بعد عدالت مجرم کو ماخوذ کرتی، سزا دیتی ہے۔ مگر جب بندہ رب العالمین کی عدالت میں اعتراف گناہ کرے تو اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمَنْ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ﴾ (آل عمران: ۱۳۵)

''اللہ کے سوا گناہوں کو اور کون معاف کر سکتا ہے۔''

اور غفار وہ ہے جو بندوں کے گناہوں کو ملائکہ کی آنکھوں سے بھی چھپا دے اور جو بندوں کے دل سے بھی گناہوں کی یاد اور ان کا الم اور احساس و انفعال ختم

کر دے۔ اور غفور وہ ہے، جو حد سے زیادہ تعداد کے گناہوں کو معاف کرے۔

غفور کے معنی میں مغفرت کا زائد از مقدار میں ہونا واضح ہوتا ہے۔ یعنی غفور وہ ہے جس کی عطا و بخشش بے انتہا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی مغفرت اس لیے بھی ہے، کہ وہ عزت و بردباری والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ غفور ہیں کہ وہ سب سے محبت کرتے ہیں۔ اور ان سے شکر گزاری قبول کرتے ہیں۔ اور اپنے عاجز بندوں پر رحم کھاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ غفور ہیں؛ سب سے زیادہ معاف کرنے والے ہیں ؛ یہ اللہ تعالیٰ کا رحم شاہانہ ہے۔

اللہ تعالیٰ سے بخشش اور مغفرت کی امید رکھنے والوں کو دوسروں کے قصور، اور کوتاہیاں معاف کرنے کا حوصلہ بھی پیدا کرنا چاہیے۔

اَلْغَفَّارُ

درگزر اور پردہ پوشی کرنے والا

غــفــر کے معنی ہے: چھپانا، ڈھانپ دینا۔ عرب لوگ کہتے ہیں: غَــفَــرَ الشَّيْبَ بِالْخِضَابِ سفید بالوں کو خضاب سے چھپا دیا۔

یہ اسم گرامی کثرت سے مغفرت کرنے پر دلالت کرتا ہے۔ یہ اسم قرآن مجید میں پانچ مرتبہ آیا ہے۔ ارشادِ گرامی ہے:

﴿وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی﴾ (طٰہٰ:۸۲)

"بیشک میں اس کو بخشنے والا ہوں جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل کیے پھر ہدایت قائم رہا۔"

غفور کے معنی میں مغفرت کا زائد از مقدار ہونا واضح ہوتا ہے۔ یعنی غفور وہ ہے جس کی عطا و بخشائش لا انتہا ہے۔

غــافر وہ ہے جو بروز محشر گناہوں پر پردہ ڈال دے گا۔ وہ غــفار ہے کہ وہ بندوں کے گناہوں کو چھپا دیتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ہم لوگ گندی، قابلِ نفرت چیز پر مٹی ڈال دیتے ہیں اور اللہ پاک ہماری آلودگیوں کو اپنی بخشش سے دُور کر دیتے ہیں۔

اَلْغَافِرُ

بخشنے والا

غـفـر کا لغوی معنی ہے: چھپانا، ڈھانپنا۔ محاورہ ہے: اِغْـفِـرْ ثَوْبَكَ فِـي الْوِعَآءِ۔ کپڑے کو صندوق میں رکھ دو۔

غافر وہ ہستی جو انسان کے گناہوں پر دہ پوشی بھی کرتی ہے؛ سب کے سامنے انکو عیاں کر کے اپنے بندوں کو ذلیل و رسوا نہیں کرتی۔

قرآن مجید میں غَـافِـرِ الـذَّنْبِ (اضافت کیساتھ) صرف ایک مقام پر آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ﴾ (غافر ۲)

''گناہ بخشنے اور توبہ قبول کرنے والے، سخت سزا والے، بڑے فضل والے ان کے سوا کوئی معبود نہیں انہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔''

انسان سے گناہ بھی ہوتے ہیں اور نیکیاں بھی کرتا ہے۔ جب بھی اس سے گناہ ہو جائے؛ اور وہ صدق دل سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرے؛ اور معافی مانگے؛ تو بڑے سے بڑا گناہ بھی اللہ تعالیٰ معاف فرما دیتے ہیں۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ

سَيِّئًا عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

(التوبۃ: ۱۰۲)

''اور دیگر جو اپنے گناہوں کے معترف ہیں؛ جو نیک اور بد اعمال کو باہم ملا بیٹھے۔ یقیناً اللہ ان کی توبہ قبول کریں گے بیشک اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہیں۔''

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی بخشش کا عالم یہ ہے کہ اگر بڑے سے بڑا کافر بھی سچے دل سے توبہ کرلے؛ تو اللہ تعالیٰ معاف فرماتے ہیں؛ فرمایا:

﴿يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا﴾ (الزمر: ۵۳)

''میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں بے شک اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو بخشتے ہیں۔''

خالی استغفار سے گناہوں اور برائیوں سے مغفرت ہوتی ہے۔ حدیث قدسی میں آتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((يَا ابْنَ اٰدَمَ لَوْ اَتَيْتَنِيْ بِقُرَابِ الْاَرْضِ خَطَايَا ثُمَّ لَقِيْتَنِيْ لَا تُشْرِكُ بِيْ شَيْئًا لَاَ تَيْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً.))

''اے آدم کے بیٹے! اگر تو میرے پاس زمین کی بھرائی کے برابر خطائیں لے کر آئے پھر تو مجھ سے ملاقات اس حال میں کرے کہ تو نے میرے ساتھ شرک نہ کیا ہو تو میں اتنی بھرائی سے تجھے مغفرت سے نوازوں گا۔''

(ترمذی: ۳۵۴۰؛ حسن)

ان اسماء اللہ الحسنیٰ کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے اپنی اور اہل ایمان کی مغفرت کا

سوال کرنا چاہیے؛ اور ان کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے؛ اپنے گناہوں کا بھی کسی کے سامنے اظہار نہ کریں اور دوسروں کے گناہوں کا بھی پردہ رکھیں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کا بھی پردہ رکھ دے۔ اور اس کے ساتھ نیک اعمال کے ذریعہ وہ اسباب بجالائے جائیں جو مغفرت وبخشش کا ذریعہ بن جائیں۔

اسمائے مبارکہ: ''الغفور؛الغافر اورالغفار'' کےثمرات:

اول:...... گناہوں کی معافی اور رحمت کے انعام پر اللہ تعالیٰ سے محبت اور شکر گزاری اور اطاعت وتابعداری کے جذبہ کی بیداری۔ گناہوں اور نافرمانی کے کاموں سے اجتناب۔ اور اگر غلطی کا ارتکاب ہوجائے تو اسے اللہ تعالیٰ کے اسمائے گرامی غفور اور غفار یاد آنے پر فوراً رب تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ اور معافی طلب کرنا اور دل کا اللہ تعالیٰ سے مغفرت کے لیے پرامید ہونا؛ مایوس نہ ہونا۔ جس کا اپنے رب پر اچھا ایمان و یقین ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے سارے گناہ معاف فرمادیتے ہیں۔

دوم:...... اللہ تعالیٰ کے غفور؛ غفار اور غافر الذنب ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ انسان اپنی جانوں پر ظلم کرنے لگ جائے؛ اور غلطی در غلطی اور گناہ در گناہ ہی کرتا چلا جائے۔ مغفرت بھی اس وقت ہوتی ہے جب اس کی شروط پوری ہوں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے:

﴿رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا﴾ (الاسراء: ٢٥)

''آپ کے رب جو تمھارے دلوں کے بھید جانتے ہیں۔ اگر تم نیک

ہو گے تو یقیناً وہ توبہ کرنے والوں کو بخشنے والے ہیں۔''

سوم:...... ان اسمائے حسنیٰ کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے اپنی مغفرت اور گناہوں سے بچتے رہنے کی توفیق کی دعا کی جائے۔ کیونکہ صرف وہی ایک ہستی گناہ بخشنے پر قادر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر احادیث میں استغفار کی ترغیب دی گئی ہے۔

چہارم:...... انسان کو چاہیے کہ عفو و درگزر کے اخلاقیات اپنانے کے لیے اپنے نفس کے ساتھ مجاہدہ کرے۔ اور لوگوں کے ساتھ نرمی اور معافی وعفو و درگزر کا برتاؤ رکھیں۔ ان کی غلطیوں کا پردہ رکھیں اور لغزشوں اور غلطیوں کو معاف کردیں۔ یہ قرآنی اخلاقیات ہیں۔

فائدہ:...... نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: '' جو بندہ گناہ کر لیتا ہے اس کے بعد کہتا ہے: یا اللہ! میرا گناہ بخش دے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اَذْنَبَ عَبْدِیْ ذَنْبًا ''میرے بندے نے گناہ کیا۔'' فَعَلِمَ اَنَّ لَهٗ رَبًّا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ '' وہ جانتا ہے اس کے رب تعالیٰ ہیں جو گناہ بخشتے ہیں اور گناہ پر پکڑتے ہیں۔'' پھر لوٹتا ہے اور گناہ کرتا ہے اور کہتا ہے: اَیْ رَبِّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ ''میرے رب! میرے گناہ بخش دے۔'' رب تعالیٰ فرماتے ہیں: میرے بندے نے گناہ کیا اور وہ جانتا ہے کہ اس کے رب تعالیٰ ہیں جو گناہ بخشتے ہیں اور اس پر پکڑتے ہیں۔

رب تعالیٰ فرماتے ہیں: ((اِعْمَلْ مَا شِئْتَ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكَ)) ''جو چاہے عمل کر میں نے تجھے بخش دیا۔'' (بخاری: ۷۵۰۷، مسلم: ۲۷۵۸)

اَلتَّوَّابُ

بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا

معنی :......تواب وہ ہستی ہے جو اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اپنی طرف رجوع کرنے اور اپنی بارگاہ میں توبہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور عفو و درگزر سے کام لیتے ہوئے ان کی توبہ قبول کرے؛ اور ان کے گناہ معاف کرے۔

یہ اسم گرامی قرآن مجید میں نو مرتبہ وارد ہوا ہے۔ ارشادِ گرامی ہے:

﴿ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوْا إِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ﴾

(التوبہ:۱۱۸)

''اس نے پھر انہیں توبہ کی توفیق دی تا کہ وہ توبہ کریں بے شک اللہ ہی توبہ قبول کرنے والے مہربان ہیں۔''

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا توبہ قبول فرمانا رحمت پر مبنی ہے۔ اور [رحمت] رحم الٰہی اللہ تعالیٰ کی حکمت ظاہر کر رہا ہے۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿ وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ (الاحزاب : ۷۳)

''اور اللہ تعالیٰ ایماندار مردوں اور ایماندار عورتوں کی توبہ قبول فرمائیں گے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والے رحم کرنے والے ہیں۔''

معافی کے جذبہ سے کوئی انسان خالی نہیں اور جو کوئی شخص شرافت ونجابت میں بڑھا ہوا ہے، جس کے دل میں رحم، لطف، عطوفت، مہربانی ہے، وہی اوروں سے زیادہ معافی دینے والا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا سراپا رحمت، سراپا رحم وکرم ہونا مسلمہ ہے۔ لہٰذا اس کا توبہ پذیر ہونا بھی ضروری ہے۔

اسم پاک توّاب کا معنی ہے: اپنے بندوں کی توبہ قبول کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے:

﴿وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ﴾ (الشوریٰ: ۲۵)

''اللہ تعالیٰ ہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتے ہیں۔''

اور ارشاد الٰہی ہے:

﴿غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ﴾ (المومن: ۳)

''وہ گناہوں کا ڈھانک دینے والا، اور توبہ قبول کرنے والے ہیں۔''

بندوں کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سچی توبہ کریں تاکہ وہ ان کی توبہ قبول فرما کر ان کے گناہ معاف کردے۔ واضح رہے کہ توبہ گنہگار صرف خود ہی کرسکتا ہے؛ جب کہ دعائے مغفرت ایک دوسرے کے لیے بھی کی جاسکتی ہے۔

اسم گرامی ''التوّاب'' پر ایمان کے ثمرات:

اول:...... اللہ تعالیٰ سے محبت اور انس؛ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ اتنے کریم اور مہربان ہیں کسی کی کتنی بھی غلطیاں اور گناہ ہوں؛ مگر جب اس کی بارگاہ میں ندامت کے ساتھ توبہ کی جاتی ہے؛ تو اللہ تعالیٰ یہ توبہ قبول فرماتے

ہیں؛ ارشاد ربانی ہے:

﴿ وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُوا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ﴾ (الشوری ۲۵)

''وہی ہیں جو توبہ قبول کرتے ہیں اپنے بندوں کی اور برائیاں مٹاتے ہیں اور تم جو کرتے ہو وہ جانتے ہیں۔''

گناہ کوئی بھی ہو اس پر توبہ قبول ہوتی ہے۔ استغفار سے گناہوں کی مغفرت ہوتی ہے۔ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اے آدم کے بیٹے! جتنی تو مجھ سے دعا کرے گا اور امید رکھے گا میں اس کے مطابق تجھے بخش دوں گا، مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ اے آدم کے بیٹے! اگر تیرے گناہ آسمان کی چھت تک بلند ہوں پھر تو مجھ سے استغفار کرے گا تو میں تجھے بخش دوں گا مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ اے آدم کے بیٹے! اگر تو میرے پاس زمین کی بھرائی کے برابر خطائیں لے کر آئے پھر تو مجھ سے ملاقات اس حال میں کرے کہ تو نے میرے ساتھ شرک نہ کیا ہو تو میں اتنی بھرائی سے تجھے مغفرت سے نواز دوں گا۔'' (ترمذی: ۳۵۴۰؛ حسنه الالبانی)

دوم: ...... صرف اللہ تعالیٰ سے معافی اور بخشش کی طلب؛ اور اس کی بارگاہ میں سچی توبہ؛ کیونکہ صرف وہی ہستی گناہوں کی بخشش کرنے اور توبہ کے قبول کرنے پر قادر ہے۔ لہٰذا ان جھوٹے پیروں اور ولیوں سے بچ کر رہیں جنہوں نے یہود ونصاریٰ کی راہ پر چلتے ہوئے لوگوں کو بخشوانے کی فیکٹریاں کھول رکھی ہیں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ اور بندہ کے مابین معاملہ ہے۔ کسی کا کتنا بڑا گناہ ہو؛ جب بھی وہ

سچی ندامت کے ساتھ صدق دل سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرے گا؛ تو اللہ تعالیٰ اسے معاف کرتے ہوئے اس کی توبہ قبول فرمائیں گے۔ فرمایا:

﴿وَاِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی﴾ (طہ ۸۲)

''میں اسے بخشنے والا ہوں جس نے توبہ کی اور نیک عمل کیے اور ہدایت پائی۔''

سوم:...... اللہ تعالیٰ عفو و کریم ؛ غفور و رحیم سے حیاء؛ کہ ایسے مہربان ذات کی نافرمانی نہ کی جائے۔ اور اللہ تعالیٰ سے امیدوں کی بحالی۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور احسان ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ پر خوش ہوتے ہیں؛ اور اس کو گناہ کی عار نہیں دلاتے ؛ ارشاد فرمایا:

﴿ یَا عِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا﴾ (الزمر: ۵۳)

''میرے بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ؛ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں بے شک اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو بخشتے ہیں۔''

پھر اس امید اور حیاء کہ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم متمکن ہو جاتی ہے؛ اور وہ حسب استطاعت اطاعت گزاری کے امور بجا لاتا ہے؛ منع کردہ امور سے رک جاتا ہے۔

چہارم:...... اللہ تعالیٰ کے اسمائے گرامی التواب اور الرحیم ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ کوئی بڑے سے بڑا گنہگار بھی اس کی رحمت سے مایوس نہ ہو؛ بلکہ سچی اور مخلصانہ توبہ کے ساتھ اس کی رحمت پر صدق یقین اور پختہ امید رکھے کہ اللہ

تعالیٰ معاف فرمائیں گے۔

فائدہ:...... جب انسان سے غلطی ہو جائے تو اس پر نہ اصرار کرے اور نہ ہی توبہ کرنے میں دیر کرے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ﴾ (النساء ١٧)

''اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی توبہ قبول فرماتے ہیں جو نادانی سے بری حرکت کر بیٹھتے ہیں۔ پھر جلد توبہ قبول کر لیتے ہیں۔''

اَلشَّاكِرُ

قدردان

معنی :...... وہ ہستی جو اپنے بندوں کے تھوڑے سے عمل کی بھی قدردانی کرتی ہے؛ اور اس پر انہیں ثواب سے نوازتی ہے۔ اور اپنے انعامات کی بارش کے بدلے میں تھوڑی سی اطاعت اور شکرگزاری پر راضی ہو جاتی ہے۔

اس گرامی ''شاکر'' قرآن مجید میں دوبار آیا ہے۔ ارشادِ پاک ہے:

﴿وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَإِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيمٌ﴾ (البقرہ: ۱۵۸)

''اور جو بھلائی خوشی سے کرتا ہے تو بے شک اللہ تعالیٰ شاکر اور علیم ہیں۔''

شکر :......لغت میں اسی فربہی اور تیاری کو کہتے ہیں جو حیوان کے جسم پر عمدہ عمدہ غذاؤں کے استعمال سے نمایاں ہو جاتی ہے۔

شکر کے معنی قبولیت و رضامندی ہیں۔ جب کوئی شخص کسی کے فعل کو یا خدمت کو قبول کرتا اور اس پر رضامند ہو جاتا ہے تو اسے لفظ شکر کے استعمال سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَكَانَ سَعْيُكُمْ مَشْكُورًا﴾

''تمہاری کوششوں کو منظور کر لیا گیا ہے۔''

اللہ تعالیٰ شاکر ہیں اور وہ اپنے بندوں کی خدمات وطاعات کو قبول فرماتے ہیں

اور ان کے اعمال حسنہ سے راضی ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ شاکر ہیں اپنے بندوں کی شکر گزاری کو شرف قبولیت دیتے ہیں۔ اور اس پر مزید نعمتیں عطا فرماتے ہیں۔ اور جب شکر گزاری بندہ کی طرف سے ہو، تب وہ ارکان خمسہ پر مشتمل ہوتی ہے:

۱۔ شکر گذار کا صاحب نعمت کے سامنے اظہار خضوع وخشوع

۲۔ شکر گذار کا صاحب نعمت سے محبت رکھنا۔

۳۔ اعتراف نعمت کرنا۔

۴۔ نعمت کے بعد مصروف ثنا رہنا۔

۵۔ نعمت کا استعمال صاحب نعمت کی مرضی کے خلاف نہ کرنا۔

ہمیں ہر دم اور ہر نعمت پر اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری کرنی چاہیے تاکہ ہمارے پاس موجود نعمتوں کو بقاء اور دوام نصیب ہو۔

اَلشَّكُوْرُ

قدر دان

معنی:......شکور بہت کم شکر گزاری پر راضی ہونے والا۔ اللہ تعالیٰ کا شکور ہونا اس کا انعام اور فضل ہے۔

اسم گرامی شکور قرآن پاک میں چار مقامات پر وارد ہوا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿لِيُوَفِّيَهُمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدَهُم مِّن فَضْلِهِ إِنَّهُ غَفُورٌ شَكُورٌ﴾

(فاطر:۳۰)

''تاکہ وہ انہیں ان کا اجر پورا اور اپنے فضل سے انہیں زیادہ دیں بیشک وہ غفور و شکور ہیں۔''

الف:......شکر کے معنی: مدح و ثنا بیان کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ شکور ہیں، کیونکہ اس نے اپنی ذات کی خود مدح و ثنا فرمائی ہے۔ اپنی صفاتِ عالیہ خود بیان فرمائی ہیں۔

ب:......شکر کے معنی: کسی کام کا قبول کرنا اور کسی خدمت سے راضی ہو جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ شکور ہیں؛ وہ بندوں کے اعمالِ صالحہ کو قبول فرماتے ہیں اور ان کی عبادات و طاعات سے رضامند ہوتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ إِنَّ رَبَّنَا لَغَفُورٌ شَكُورٌ﴾ (فاطر: ۳۴)

''کہنے لگے: تمام تعریفات اس اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے ہم سے غم دور کیا بے شک ہمارے رب بخشنے والے شکور ہیں۔''

یہ بھی ان کی قدردانی ہے کہ وہ ایک نیکی کو کئی سو نیکیوں تک بڑھا دیتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْلَهٗ فِيْهَا حُسْنًا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ﴾ (الشوریٰ: ۲۳)

''اور جو اچھائی کمائے گا ہم اس کے لیے اچھائی بڑھا دیں بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والے شکور ہیں۔''

انسان کو ان اسمائے حسنیٰ کی روشنی میں چاہیے کہ وہ نیکی کے کسی معمولی سے کام کو بھی معمولی سمجھ کر ترک نہ کرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ادنیٰ سے ادنیٰ نیکی کی بھی قدر دانی فرماتے ہیں؛ اور اسے کئی گنا زیادہ بڑھا دیتے ہے؛ اور اس کے بدلہ میں گناہ معاف کرتے ہیں اور درجات بلند کرتے ہیں۔ پس نیکی کی توفیق اور اس جانب ہدایت ملنے پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ شکور وشاکر ہیں جو کسی کا عمل ضائع نہ کرتے بلکہ بغیر حساب اجر دیتے ہیں؛ وہی ہیں جو تھوڑا سا عمل بھی قبول کرتے ہیں اور کثیر ثواب اور بہت زیادہ عطاء و بخشش دیتے ہیں۔ اور شکر کرنے والوں کی قدر کرتے ہیں؛ اور ذکر کرنے والوں کو یاد رکھتے ہیں؛ جو نیکی کرتا ہے؛ اللہ تعالیٰ اس میں اضافہ کرتے ہیں اور اپنے پاس سے بڑا اجر دیتے ہیں۔

اسم گرامی ''الشکور اور الشاکر'' پر ایمان کے ثمرات:

اول:...... یہ بھی شکور ہی کا کام ہے وہ بندے کو ذرہ سے بھی کم ایمان کی بدولت دوزخ سے نکالیں گے کیونکہ وہ معمولی نیکی بھی ضائع نہیں کرتے۔

دوم:...... اللہ کا شکر وقدر یہ بھی ہے کہ بندہ اپنی جان کے ساتھ یا مخلوق کیساتھ احسان کرتا ہے وہ اس سے بھی زیادہ اس کے ساتھ احسان کرتے ہیں؛ اس کے تھوڑے عمل پر اتنا احسان کرتے ہیں؛ کہ بندے کا احسان اس کے مقابلہ میں بے حیثیت ہو جاتا ہے۔

سوم:...... یہ بھی اس کے شکور ہونے کی دلیل ہے جب بندہ اس کی رضا کے کام کرتا ہے؛ تو اللہ تعالیٰ اس کی شان بڑھاتے ہیں اسے ناموری دیتے ہیں اس کی اپنے فرشتوں کو خبر دیتے ہیں اور اپنے مؤمن بندوں کو آگاہ کرتے ہیں۔

چہارم:...... اللہ تعالیٰ سے حیاء؛ اور ان کی بے شمار نعمتوں پر دل و جان اور اعضاء وزبان سے اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری۔

پنجم:...... شکر کا مطلب صرف یہ نہیں کہ انسان زبانی شکر کہہ دے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ دل سے زبان اور اعضاء سے شکر گزاری کے کام کیے جائیں ؛ جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتے ہیں۔ اور یہ کہ ہر احسان کرنے والے کی شکر گزاری کی جائے۔

اَلسَّمِیْعُ

سننے والا

معنی :...... سمیع کا مطلب ہے وہ ذاتِ گرامی جو زبانوں کے مختلف ہونے کے باوجود ہر خفیہ اور سرگوشی کی آوازوں کو سنتی ہے۔

ان پر کوئی بھی چیز مخفی نہیں۔ اور وہ اپنے پکارنے والوں کی دعاؤں کو سنتے اور قبول بھی کرتے ہیں۔

یہ اسم گرامی تقریباً پنتالیس مرتبہ قرآن پاک میں وارد ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا یَقْضُوْنَ بِشَیْءٍ ۔ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ﴾

''جنہیں وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ پکارتے ہیں یہ کچھ بھی نہیں فیصلہ کر سکتے، اللہ سمیع و بصیر ہیں۔''

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''ایک سفر میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے جب ہم بلندی پر چڑھتے تو بلند آواز سے اللہ اکبر کہتے۔''

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی جانوں کو تکلف میں نہ ڈالو۔

((لَا تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَّلَا غَائِبًا وَلٰكِنْ تَدْعُوْنَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا قَرِيْبًا .))

''بے شک تم بہرے اور غائب کو نہیں پکارتے ،تم سننے والے اور دیکھنے والے،قریب والے کو پکارتے ہو۔''

یعنی اتنا زیادہ چلانے کی ضرورت نہیں وہ خفیہ اور ظاہر ہر پکار کو سنتا ہے۔''

اول:...... اللہ تعالیٰ کی سماعت (سننا) دو قسم پر ہے:

۱۔ وہ سمع (سننا) جو مسموعات کے متعلق ہے یعنی آوازوں کو پانا اور سننا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ (فصلت: ٣٦)

''بے شک وہ سننے والے جاننے والے ہیں۔''

۲۔ قبول کرنے کے معنی میں؛ یعنی اللہ تعالیٰ سے جو دعا کرتے ہیں وہ اسے قبول کرتے ہیں۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴾ (ابراهيم: ٣٩)

''بے شک میرے رب دعا سننے والے ہیں۔''

دوم:...... وہ سننا جو آوازوں کو پالینے کے معنی میں ہے؛ اس کی تین اقسام ہیں:

۱۔ اس سے مقصود ڈانٹنا ہوتا ہے جیسا کہ یہودیوں کے متعلق فرمان الٰہی ہے:

﴿لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ﴾ (آل عمران: ١٨١)

''البتہ تحقیق اللہ نے ان لوگوں کی بات کو سن لیا جنہوں نے کہا، بے شک

اللہ فقیر ہیں اور ہم غنی ہیں۔'

۲۔ سننے سے مراد تائید بھی لی جاتی ہے اللہ نے موسیٰ اور ھارون علیہ السلام سے کہا تھا:

﴿إِنَّنِي مَعَكُمَا أَسْمَعُ وَأَرَىٰ﴾ (طٰہٰ: ٤٦)

''بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں میں سنتا ہو اور دیکھتا ہوں۔''

۳۔ سماعت بمعنی احاطہ کرنا، جیسا کہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کے واقعہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام امور کا احاطہ کیا ہے۔

اسم گرامی ''السمیع'' پر ایمان کے ثمرات:

اول:......اللہ تعالیٰ نے ان مشرکوں کی تردید کی ہے جن کا یہ خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کی سرگوشی کو نہیں سنتے۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿أَمْ يَحْسَبُونَ أَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ بَلَىٰ وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُونَ﴾

''کیا یہ سوچتے ہیں کہ ہم ان کے راز اور سرگوشیاں نہیں سنتے، کیوں نہیں؛ اور فرشتے ان کے پاس موجود ہیں وہ سب کچھ لکھتے ہیں۔''

دوم:......مومن کا یہ ایمان بن جاتا ہے کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی پر چلے گا تو اسے رب کی رضا اور خوشنودی اور تائید حاصل رہے گی؛ اور اسے کبھی رسوائی نہیں اٹھانا پڑے گی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ اور ھارون علیہما السلام کو فرعون کے پاس بھیجتے ہوئے ان سے کہا تھا:

﴿إِنَّنِي مَعَكُمَا أَسْمَعُ وَأَرَىٰ﴾ (طٰہٰ: ٤٦)

''بے شک میں تمہارے ساتھ ہوں میں سنتا ہو اور دیکھتا ہوں۔''

اس میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ: ''میں سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں'' اس سے حضرت موسیٰ اور حضرت ھارون علیہ السلام کی تائید کررہے ہیں۔

سوم:...... اللہ تعالیٰ نے ان مشرکوں کو باطل قرار دیا ہے جو ان بتوں کی طرف متوجہ تھے، جو نہ تو دیکھتے ہیں، نہ سنتے ہیں، یہ عبادت کے لائق نہیں، عبادت کے لائق صرف وہ اللہ ہے جو سننے اور دیکھنے کا کمال رکھتا ہے؛ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَاللّٰهُ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَقْضُوْنَ بِشَيْءٍ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾۔ (غافر: ۲۰)

''اللہ تعالیٰ حق فیصلہ کرتے ہیں؛ جنہیں تم پکارتے ہو یہ کچھ بھی نہیں فیصلہ کرسکتے، بیشک اللہ تعالیٰ ہی سمیع وبصیر ہیں۔''

چہارم:...... اپنے خفیہ اور ظاہری امور میں اللہ تعالیٰ کے مراقبہ کا احساس وشعور اور اپنی زبان و اعمال کی حفاظت کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہے ہیں؛ اور اس کی ہر ایک بات کو سن رہے ہیں؛ کوئی بھی چیز ان سے اوجھل نہیں ہے۔

پنجم:...... غم و دکھ اور پریشانی کے وقت؛ چھوٹی اور بڑی ضرورتوں میں؛ بیماری اور صحت کی حالت میں صرف اور صرف ایک اللہ تعالیٰ سے دعا کی جائے جو ہماری دعاؤں کو سنتے بھی ہیں اور قبول بھی کرتے ہیں۔

ششم:...... جب بندہ کا یہ ایمان ہو کہ رب تعالیٰ سمیع ہیں تو پھر زبان و کلام کی حفاظت کی جائے؛ اور رب کے ذکر وشکر میں ہمیشہ لگے رہنا چاہیے۔

ہفتم:...... جب وہ ذاتِ گرامی جو زبانوں کے مختلف ہونے کے باوجود تمام آوازیں سنتی ہے اور ان کی حاجات علیحدہ علیحدہ ہونے کے باوجود انہیں سنتی اور جانتی

ہے؛ تو پوشیدہ اور ظاہر کو سننا اس کے ہاں برابر ہے۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿سَوَآءٌ مِّنكُم مَّنْ أَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَن جَهَرَ بِهِ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ﴾ (الرعد: ۱۰)

''برابر ہے تم میں سے جو بات کو پوشیدہ کرتا ہے اور جو اسے ظاہر کرتا ہے؛ اور جو رات کو چھپنے والا اور دن کو ظاہر ہونے والا ہے۔''

اس کی سماعت تمام صداؤں کو سننے کے لیے کشادہ ہیں۔ اس پر نہ تو کوئی آواز مختلف ہوتی ہے نہ ہی مشتبہ۔ نہ ہی مسائل کا نوع بہ نوع ہونا اسے غلطی میں ڈالتا ہے اور نہ ہی کثرت سے سوال کرنے والوں سے اسے اکتاہٹ ہوتی ہے۔

فائدہ:...... اللہ تعالیٰ کے لیے صفت سماعت ایسے ہی ثابت ہے جیسے ان کی شان جلال وکمال کے لائق ہے؛ اس کسی دنیا کی مخلوق سے نہ تشبیہ دی جاسکتی ہے اور نہ ہی مثال اور کیفیت بیان کی جاسکتی ہے۔ اور نہ ہی ہم کتاب و سنت سے ثابت صفات کا انکار کرسکتے ہیں۔

اَلْبَصِیْرُ

سب کچھ دیکھنے والا

معنی:...... وہ ذات جو تمام مبصرات کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ جو ہر چھوٹی سے چھوٹی اور مخفی تر چیز سے بھی باخبر اور مطلع ہے۔

یہ اسم گرامی ہے جو قرآن کریم میں بیالیس مقامات پر آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّ مِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾ (الشوریٰ ١١)

''آسمان اور زمین کے پیدا کرنے والے، اسی نے تمہاری ہی جنس کے تمہارے لیے جوڑے بنائے، اور چوپایوں میں بھی جوڑے بنائے وہ تمہیں زمین میں بکھیرتے ہیں ان کی مثل کوئی چیز نہیں اور وہ سنتے اور جانتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کو جملہ مبصرات و مدرکات و مشہودات کا ادراک حاصل ہے۔ بصیر، صفتِ بصر سے ہے، صرف ادراک سے نہیں۔ وہ الوان و اجسام، افعال و اعمال، ہیأت و اشکال کا دیکھنے والے ہیں۔

رب العالمین وہ ہیں، جس نے مخلوق کے لیے بصائر کو نازل فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خبردار کیا ہے کہ وہ اپنے بندوں کے احوال دیکھ رہے ہیں کون ہدایت کا مستحق ہے کون نہیں؛ وہ دیکھ رہے ہیں غنی اور مال کا مستحق کون ہے اور کس کا حال فساد زدہ ہے؟ ارشاد فرمایا:

﴿ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴾

''اور اللہ تعالیٰ جو تم عمل کرتے ہو دیکھنے والے ہیں۔''

رب سبحانہ وتعالیٰ وہ بصیر ہیں جو تمام چیزوں کو دیکھتے ہیں اگرچہ چیز بہت چھوٹی اور باریک ہی ہو۔ سیاہ چیونٹی، چٹیل پتھر پر تاریک رات میں چل رہی ہو؛ تو اسے بھی دیکھتے ہیں اور اس کے چلنے کی آواز کو سنتے ہیں۔ جب خوراک اعضاء میں گردش کر رہی ہوتی ہے تو وہ دیکھتے ہیں اور رگوں میں رواں خون کو بھی دیکھتے ہیں۔ ساتوں زمینوں کے نیچے اور آسمانوں کے اوپر بھی دیکھتے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ پلکوں کا جھپکنا اور آنکھوں کا خیانت کرنا بھی دیکھتے ہیں۔ وہ ایسے بصیر ہیں جو اپنی بصارت کے کمال سے ایک چھوٹی چیونٹی کی تفصیلات بھی دیکھتے ہیں اس کے اعضاء، اس کا گوشت، اس کا خون، اس کے مغز، اس کی رگیں اور اس کا شبِ تاریک میں ٹھوس چٹان پر رینگنا بھی دیکھتے ہیں۔

اسم گرامی ''البصیر'' پر ایمان کے ثمرات:

اول:...... اللہ تعالیٰ بصیر ہیں؛ سمندر کے اندر کی مخلوقات؛ زمینی اور فضائی مخلوقات؛ کوئی بھی ان کی نظروں سے اوجھل نہیں؛ ارشاد پاک ہے:

﴿ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ مَا يُمْسِكُهُنَّ

إِلَّا الرَّحْمٰنُ إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ بَصِيرٌ﴾ (ملك : ١٩)

''کیا انہوں نے پرندوں کو نہیں دیکھا وہ ان کے اوپر پر پھیلائے پھرتے ہیں اور کبھی پر سمیٹ لیتے ہیں، ان کو اللہ کے سوا کون ہوا میں تھامے رکھتا ہے؟ بے شک وہ ہر چیز کو دیکھنے والے ہیں۔''

دوم:......اللہ تعالیٰ بصیر ہیں؛ وہ اپنے بندوں کی حالت دیکھتے اور جانتے ہیں اور پھر اپنی حکمت کے تحت انہیں روزی دیتے ہیں۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْأَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ إِنَّهُ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌ بَصِيْرٌ﴾ (شوریٰ : ٢٧)

''اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا رزق کشادہ کر دیں تو ملک میں فساد مچا دیں لیکن وہ اندازہ سے جتنی چاہتے ہیں (روزی) اتارتے ہیں، بے شک وہ اپنے بندوں کی خبر رکھتے ہیں (اور ان کو) دیکھ رہے ہیں۔''

سوم:......اللہ تعالیٰ بصیر ہیں؛ جو اپنی بصارت کے کمال سے ہر ایک چیز کی چھوٹی بڑی تفصیلات کو دیکھتے ہیں۔ اور وہ ہر ایک چیز کے اعمال و کردار حتی کہ سینوں کے رازوں پر نگاہ رکھے ہوئے ہیں۔ پس ہر انسان کو چاہیے کہ وہ ایسے کام کرے جن کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہوں۔ اور ایسے کام کرنے سے بچ کر رہے جن کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کا غصہ و غضب جوش میں آتا ہو۔

اَلرَّقِيْبُ

بڑا نگہبان

ایسا نگہبان اور محافظ جس سے کوئی بھی چیز مخفی نہ اور غائب ہو۔ اس کی سمع مسموعات کا اور بصر مبصرات کا اور علم ہر ایک چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہو۔ پس اللہ تعالیٰ رقیب ہیں ان پر کوئی بھی چیز کسی بھی طرح مخفی نہیں ہے۔ رقیب کے معنی میں علم اور حفظ کی مجموعی صفت جمع ہوتی ہے۔

قرآن مجید میں اسم گرامی ''رقیب'' تین مقامات پر آیا ہے۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا﴾ (الاحزاب : ۵۲)

''بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر نگران ہیں۔''

''بروز قیامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے:

﴿وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ﴾ (المائدۃ: ۱۱۷)

''اور میں جب تک ان میں رہا ان پر گواہ تھا جب آپ نے مجھے اٹھالیا تو آپ ہی ان پر نگران تھے اور آپ ہر چیز پر گواہ ہیں۔''

رقیب جو سینوں میں چھپی باتوں سے باخبر ہو، ہر ایک کے سب اعمال اسکے زیر نگرانی ہوں، مخلوقات کا محافظ اور ان کے نظام کو بہترین تدبیر کے ساتھ جاری

رکھے ہوئے ہو۔ اپنی نظر سے تمام اشیاء کی نگرانی کرتا ہو،اپنی سماعت کے ساتھ تمام مسموعات کا خیال رکھتا ہو، جوبھی ان دونوں اسمائے گرامی کے مفہوم پر غور کرے گا ان کے درمیان ہم آہنگی پائے گا۔

رقیب سے مراقب بھی ہے۔ مراقبہ کی حقیقت یہ ہے کہ بندے کو علم ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کے ظاہر و باطن پر اطلاع رکھتے ہیں۔ اس علم و یقین پر ہمیشگی کرنا ہی مراقبہ ہے۔ اس مراقبہ کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ یعنی بندہ وہ اچھے عمل کرے جن کا رب تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ جن چیزوں سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے ان سے اجتناب کرے اور ان میں واقع ہونے سے ڈر کر رہے۔

اسم گرامی ''الرقیب'' پر ایمان کے ثمرات:

اول:...... اسم رقیب پر ایمان بندے کو ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے مراقبہ کا درس دیتا ہے۔ اس علم کا ثمرہ یہ عقیدہ ہے کہ اللہ سبحانہ اس پر نگران ہیں، اسے دیکھ رہے ،اس کی بات کو سن رہے ہیں، ہر وقت اس کے اعمال سے مطلع ہیں اور ہر لحظہ ہر سانس اور آنکھ جھپکنے سے آگاہ ہیں۔

دوم:...... بندے کو یہ علم یقینی حاصل ہو کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کے ظاہر و باطن پر مطلع ہیں؛ تو اس علم و یقین پر ہمیشگی کرنا ہی مراقبہ ہے۔ یہ مراقبہ تقاضا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شریعت کو حرز جان بناتے ہوئے بندہ اچھے عمل کرے ؛اور گناہ اور نافرمانی سے اجتناب کرے۔

سوم:...... اس اسم گرامی کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی عبادت گزاری یہ ہے کہ انسان دن اور رات میں؛ خفیہ اور اعلانیہ طور پر؛ خلوت و جلوت میں اللہ کی نگرانی و نگہبانی کا

احساس وشعور اور یقین رکھے؛ اور اپنے اعضاء سمع و بصر اور زبان کی حفاظت کرے۔

چہارم:...... جب انسان کو اللہ تعالیٰ کے رقیب ونگہبان ہونے کا یقین ہو جائے؛ تو وہ لوگوں کے خفیہ اعمال یا گناہوں کی ٹوہ میں نہ لگا رہے۔ بلکہ ان کا معاملہ ان کے رب پر چھوڑ دے؛ اور اپنی ذات کی اصلاح کرے؛ اور گناہ کے وقت اللہ تعالیٰ کو یاد کرے؛ شاعر کہتا ہے:

إِذَا مَا خَلَوْتَ الدَّهْرَ يَوْمًا فَلَا تَقُلْ
خَلَوْتُ وَلٰكِنْ قُلْ عَلَيَّ رَقِيْبٌ
وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ يَغْفُلُ سَاعَةً
وَلَا أَنَّ مَا يَخْفٰى عَلَيْهِ يَغِيْبُ

''زمانہ میں کبھی ایک دن خلوت میسر آئے تو یہ مت کہنا کہ میں تنہائی میں ہوں، یہ کہنا کہ میرے اوپر رقیب ونگہبان ہے۔ یہ ہرگز نہ گمان کرنا کہ اللہ تعالیٰ ایک گھڑی بھی غافل ہوتے ہیں اور کوئی مخفی چیز ان پر پوشیدہ نہیں۔''

فائدہ:...... اسمائے گرامی ''رقیب اور شہید'' کا اثر: مراقبہ میں بندے کو حضور قلب اور اس کی نگرانی ونگہبانی کی ضرورت ہوتی ہے، پس انسان کو چاہیے کہ غفلت سے اجتناب کرے، ہمیشہ ذکر الٰہی میں مشغول رہے اس سے قلبی مسرت حاصل ہوگی، شرح صدر ہوگا اللہ تعالیٰ کے قرب سے آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔ یہ وہ نعمت ہے جو آخرت سے پہلے بندے کو دنیا میں حاصل ہوتی ہے۔

اَلشَّهِيْدُ

حاضر

معنی:......شہید وہ ہستی ہے جس سے کوئی بھی چیز غائب نہ ہو۔ اور زمین و آسمان سے ایک ذرہ مثقال برابر چیز بھی اس سے اوجھل نہ ہو۔ بلکہ وہ ہر ایک چیز پر مطلع اور اس کی تفاصیل سے خبر دار ہو۔

اسم گرامی ''شہید'' قرآن کریم میں اٹھارہ مقامات پر آیا ہے۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿إِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ﴾ (الحج : ۱۷)

''بے شک اللہ تعالیٰ روزِ قیامت ان کے درمیان فیصلہ کریں گے بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہیں۔''

اس آیت کریمہ میں شہادتِ علمی کا بیان ہے؛ کہ جو کچھ آپ کر رہے ہیں؛ اللہ تعالیٰ اس سے آگاہ اور اس پر گواہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ شہید ہیں کہ انہوں نے علومِ معرفت اور اسرارِ حقیقت کا اعلام فرمایا ہے؛ فرمان ربانی ہے:

﴿وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ﴾ (البروج : ۹)

''اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہیں۔''

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا﴾ (النساء: ٧٩)

''اور اللہ تعالیٰ کافی ہیں بطورِ گواہ''

شہید اور رقیب یہ دونوں اسماء مترادف ہیں، اور دونوں اسماء اللہ تعالیٰ کی سماعت اور بصارت کے احاطہ اور جلی اور خفی معلومات کے علم پر دلالت کرتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا میں جب تک ان میں تھا میں گواہ تھا جب تو نے مجھے پورا پورا لے لیا:

﴿كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴾

(المائدہ: ١١٧)

''آپ ہی ان پر نگران تھے اور آپ ہی ہر ایک چیز پر گواہ ہیں۔''

شہید جو ہر چیز سے مطلع ہو کوئی چیز اس پر مخفی نہ ہو۔ تمام آوازوں کو سن لے خفی ہوں یا جلی ہوں اور تمام موجودات کو دیکھے، باریک ہوں یا جلیل؛ چھوٹی ہوں یا بڑی؛ اور اس کا علم ہر چیز پر محیط ہے اور وہ اپنے بندوں کے اعمال پر گواہ ہے۔

اللہ تعالیٰ دل میں آنے والے خیالات اور ہر لحظہ کی حرکات کے رقیب ہیں۔ اعضاء کے ذریعہ سرزد ہونے والے اعمال کے بھی رقیب ہیں۔ یہی وجہ ہے انسان کا اپنے ظاہر و باطن میں مراقبہ عبادت میں اعلیٰ ترین کام شمار ہوتا ہے۔ اس مراقبہ کی حقیقت یہ ہے کہ بندے کا یہ عقیدہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے ساتھ ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے۔ اس علم کو ہر حال میں سامنے رکھنے سے اپنے باطن کی حراست ونگہبانی بندہ لازماً کرے؛ ہر اس بری فکر سے بچنے کی کوشش کرے جس سے اللہ

تعالیٰ ناراض ہوتے ہوں۔ اور ظاہر کو بھی درست رکھے کہ ہر ظاہری قول و فعل کو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرے۔ مقام احسان کے مطابق بندگی اختیار کرے؛ کہ وہ جو کچھ بھی کر رہا ہے اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہے ہیں اور اگر ایسا نہ کر سکے تو اس کا یہ عقیدہ اور ایمان ہو کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہے ہیں۔

ارشاد باری ہے:

﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ﴾

(الحدید: ٤)

''اور وہ تمہارے ساتھ ہیں تم جہاں بھی ہو؛ اور تم جو بھی عمل کرتے ہو اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہے ہیں۔''

اسم گرامی ''الشہید'' پر ایمان کے ثمرات:

اول:...... اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں شہید کا معنی یہ ہے کہ وہ ہستی جو ہر چیز سے مطلع ہو کوئی چیز اس پر مخفی نہ ہو۔ تمام مخفی اور جلی موجودات اس پر ظاہر ہوں، باریک ہوں یا جلیل ہو چھوٹی یا بڑی ہوں؛ اس کا علم ہر چیز پر محیط ہے اور وہ اپنے بندوں کے اعمال پر شہید ہیں۔

دوم:...... اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز پر شہید ہیں؛ اور وہ مخلوقات کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرمائیں گے۔ مظلوم کو اس کا حق دلوایا جائے گا؛ اور ظالم سے بدلہ لیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ﴾ (الحج: ١٧)

''بے شک اللہ تعالیٰ ان کے درمیان روزِ قیامت فیصلہ کریں گے بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہیں۔''

فائدہ :......شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جب تم کسی عمل سے دل میں حلاوت نہ پاؤ اور طبیعت میں کشادگی نہ آئے تو فکر کرو کیونکہ رب تعالیٰ قدردان ہیں وہ عامل کو اس کے عمل کی جزا دنیا میں دیتے ہیں۔ یہ جزا وہ شیرینی ہے جو بندہ اپنے دل میں نیک عمل کر کے پاتا ہے...... اور آنکھوں کی ٹھنڈک پاتا ہے جب یہ انشراح صدر نہ پائے تو جان لے کہ اس کے عمل میں غلط چیز دخل اندازی کر گئی ہے اسے اصلاح کی فکر کرنی چاہیے۔'' (مدارج السالکین: ٣/٦٧)

اَلدَّيَّانُ

بدلہ دینے والا

معنی :...... وہ حاکم اور قاضی جو لوگوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دے۔ یہ اسم گرامی حدیث مبارک میں وارد ہوا ہے۔

رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں: ''روزِ قیامت لوگ ننگے بدن اور بے ختنہ اٹھائے جائیں گے ایک صدا آئے گی اسے دور والا بھی ایسے ہی سنے گا جیسے قریب والا سنے گا: ((اَنَا الْمَلِكُ اَنَا الدَّيَّانُ .)).

(احمد:۳/ ٤٩٥ ، مستدرك :۲/ ٤٣٧؛ الحديث حسن)

''میں بادشاہ ہوں میں ہی بدلہ دینے والا ہوں۔''

دوزخی اس وقت تک دوزخ میں نہ جائے گا جب تک میں اسے قصاص نہ دلاؤں گا اور نہ ہی جنت والا جنت میں داخل ہوگا حتی کہ میں اسے قصاص دلاؤں گا یہاں تک کہ ایک تھپڑ کا بھی قصاص ہوگا۔ ہم نے کہا: ہم عزوجل کے پاس ننگے بدن اور بے ختنہ آئیں تو قصاص کیسے ہوگا ؟ کہا: نیکیوں اور برائیوں کیساتھ ہوگا۔

اور رسول اکرم ﷺ نے یہ آیت تلاوت کی:

﴿اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴾ (غافر: ۱۷)

’’آج ہر جان کو بدلہ دیا جائے گا جو اس نے کمایا یا آج ظلم نہ ہوگا بے شک اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والے ہیں۔‘‘

روز قیامت اللہ تعالیٰ ساری مخلوق کو جمع کریں گے؛ ان پر لباس نہ ہوگا جوتے؛ نہ ختنہ ہوا ہوگا ان کے پاس دنیا کا سامان نہ ہوگا پھر انہیں بدلہ دیں گے اور انکا محاسبہ کریں گے دنیا میں جو عمل کیے ہوں گے؛ ان کا حساب ہوگا۔ اگر خیر کے اعمال ہوں گے تو خیر پائیں گے اور اگر شر ہوں گے تو شر والا انجام ہوگا۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْءٍ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًاۢ بَعِيْدًا وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ﴾ (آل عمران : ۳۰)

’’اس دن ہر جان نے جو نیکی کی ہوگی اسے حاضر پائے گی اور جو برائی کی ہوگی وہ بھی؛ اور یہ تمنا ہوگی کہ اس کے اور اس کے عمل کے مابین دور کی مسافت ہو اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بندوں کیساتھ شفقت کرنے والے ہیں۔‘‘

پس اللہ تعالیٰ کے اس اسم گرامی اور ان آیات کی روشنی میں انسان کو چاہیے کہ وہ دیکھ لے کہ اس کی کیا تیاری ہے؟

اپنے اعمال کا محاسبہ اس بڑے حساب کے دن سے پہلے کرتے ہوئے اپنی اصلاح کر کے دارین کی نجات حاصل کر لیں۔

اسم گرامی ’’الدیان‘‘ پر ایمان کے ثمرات:

اول:...... الدیّان یعنی اللہ عزوجل جب ساری مخلوق کو بدلہ دینے کے لیے جمع

کریں گے؛ تو ان میں سے کسی پر بھی کوئی ظلم نہیں ہوگا۔ بلکہ اگر نے کسی نے رائی کے دانے کے برابر نیکی کی ہوگی تو اسے اس کا بدلہ ملے؛ اور اگر برائی کی ہوگی تو اس کا بدلہ ملے گا۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَّإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حَاسِبِيْنَ﴾ (الانبياء: ٤٧)

''ہم روزِ قیامت انصاف کے ترازو رکھیں گے پس کسی پر کچھ بھی ظلم نہ ہوگا اگر چہ رائی کے دانہ کے برابر چیز ہوگی تو اسے ہم لے آئیں گے اور ہم کافی ہیں حساب لینے والے۔''

دوم:...... دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف اور ایسے کام کرنے سے اجتناب جن سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہوں۔

سوم:...... یوم حساب کی تیاری؛ جو کہ برحق ہے۔ جس دن حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہوگا ؛ اور وہ لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کریں گے۔

چہارم:...... بندوں پر ظلم کرنے سے اجتناب۔ کیونکہ وہ گھڑی آنے والی ہے جب ظالم کو اپنے ظلم کا حساب دینا ہوگا؛ اور مظلوم کا حق چکانا ہوگا اس دن کسی بڑے کی بڑائی کوئی کام نہیں آئے گی۔ اور نہ ہی کوئی اللہ تعالیٰ کی عدالت سے بھاگ کر کہیں جا سکے گا۔

پنجم:...... اللہ تعالیٰ کے اس اسم گرامی میں مظلوم و مغلوب کے لیے اس دنیا میں تسلی کا پیغام ہے؛ کہ انہیں یقین کر لینا چاہیے کہ ایک وقت آئے گا جب اللہ تعالیٰ

انہیں ان کا حق دلوائیں گے اور ان کے سینوں کو ٹھنڈک بخشیں گے۔

ششم:...... اللہ تعالیٰ کے شرعی اور قدری احکام پر رضا مندی اور ان کے سامنے سر تسلیم خم کر لینا۔ کیونکہ یہ اس ذات برحق کا برحق فیصلہ ہے۔

فائدہ:...... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اپنے بھائی کو تکلیف پہنچائی ہو، یا اس کی عزت پر ہاتھ ڈالا ہو، پس اسے وہ اس دنیا میں ہی ختم کر دے، اس سے قبل کہ وہ دن آئے جب اس کے پاس نہ دینار ہو اور نہ ہی درہم، اور اگر اس کا کوئی نیک عمل ہوگا تو اس سے اس ظلم کی قدر اعمال لیکر مظلوم کو دیے جائیں گے، اور اگر اس کی کوئی نیکی نہ ہوگی تو مظلوم کی برائیاں لیکر اس پر ڈالی جائیں گی (اور پھر اس آدمی کو جہنم کی آگ میں ڈال دیا جائے گا'') (بخاری)

فائدہ:...... انسان کو چاہیے کہ اگر اسے برا کام ہو جائے تو فوراً توبہ کرے؛ اور نیکی کے کام کرے؛ نیکی سے اجر بڑھ جاتا ہے؛ ارشاد گرامی ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَإِنْ تَكُ حَسَنَةً يُضَاعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا﴾ (النساء: ٤٠)

''بیشک اللہ تعالیٰ ایک ذرہ برابر ظلم نہیں کرتے اگر ایک بھی نیکی ہوگی اللہ اسے بڑھا دیں گے اور اپنے پاس سے بڑا اجر دیں گے۔''

اَلْقَابِضُ الْبَاسِطُ

بند کرنے والا، کشادگی کرنے والا

القابض یعنی روح کو قبض کرنے والا؛ اور روزی کو قبض کرنے؛ روکنے والا۔

الباسط: یعنی: وسعت دینے والا؛ رزق میں؛ رحمت میں؛ اور دلوں میں کشادگی بخشنے والا۔

یہ ہر دو اسماء ہمیشہ ملے ہوئے آتے ہیں؛ ان کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جاسکتا۔ اور یہ دونوں اسماء قرآن مجید میں بطور اسماء مستعمل نہیں ہوئے۔ البتہ آیت قرآنیہ سے ان کا استخراج ہوسکتا ہے۔ یہ اسمائے گرامی سنت میں وارد ہوئے ہیں۔

رسول اللہ تعالیٰ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْخَالِقُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ)) (أخرجه الترمذي)

''بیشک اللہ تعالیٰ ہی خالق ہیں وہی کمی اور کشادگی کرنے والے ہیں۔''

باسط: اپنے بندوں میں سے جس کے رزق میں چاہے کشادگی کردے۔

قابض:...... جس کو چاہے رزق سے محروم کردے یا کم کردے۔ جو لوگوں کی مصلحت ہے اسی کے مطابق فیصلہ کرے۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْسُطُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ (البقرہ: ۲۴۵)

''اللہ تعالیٰ کمی کرتے ہیں اور کشادگی کرتے ہیں اور انہی کی طرف تم

لوٹائے جاؤ گے۔''

کتاب وسنت کے بہت سارے دلائل میں کشادگی اور کمی کا ذکر ہے جسے اللہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ارشاد گرامی ہے:

﴿اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ﴾ (الرعد: ١٦)

''اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہتے ہیں رزق کشادہ کرتے اور کم کرتے ہیں یہ دنیا کی زندگی پر خوش ہوئے ،دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلہ میں معمولی سا سامان ہے۔''

اسم گرامی ''اَلْقَابِضُ الْبَاسِطُ'' پر ایمان کے ثمرات:

اول:...... اَلْقَابِضُ الْبَاسِطُ پر ایمان کا ثمرہ یہ ہے کہ روزی دینے یا روکنے میں اللہ تعالیٰ کے ہاں جو مصلحت ہے اس پر ایمان ؛ کہ اللہ تعالیٰ نے اسی کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔اور یہی ان کے حق میں بہتر ہے۔ارشاد گرامی ہے:

﴿وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ﴾

''اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا رزق کشادہ کر دیں تو ملک میں فساد مچا دیں لیکن وہ اندازہ سے جتنا چاہتے ہیں اتارتے ہیں۔''

دوم:......رزق میں وسعت ہو یا کشادگی ؛ جیسے بھی ہو ؛ آخر کار اللہ تعالیٰ کے پاس لوٹ کر جانا ہے اور چیز کا حساب دینا ہے۔ارشاد گرامی ہے:

﴿وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْسُطُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ﴾ (البقرہ: ٢٤٥)

"اللہ تعالیٰ کمی اور کشادگی کرتے ہیں اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔"

سوم :...... اللہ تعالیٰ ہی رزق اور روح اور نفوس کو قبض اور کشادہ کرنے والے ہیں۔ وہی ایک قوم کو بلند کرتے ہیں اور دوسری کو پست کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ اس کے عدل وحکمت سے ہے اس پر اس کی جتنی تعریف کی جائے، وہ کم ہے۔ اللہ تعالیٰ کا رزق میں کمی اور زیادتی کرنا بھی اپنے ایماندار بندوں کے لیے نعمت ہے؛ کیونکہ اس وجہ سے ظلم و بغاوت اور طغیانی سے روکے جاتے ہیں۔

چہارم :...... صرف اللہ تعالیٰ کی ہستی پر توکل؛ کیونکہ وسعت دینے والے اور تنگی کرنے والے وہی ہیں؛ ان کے علاوہ کوئی قابض اور باسط نہیں۔

پنجم :...... اللہ تعالیٰ نے جو رزق تقسیم کر دیا ہے؛ اور نصیب میں لکھ دیا ہے؛ اس پر رضا مندی۔ کیونکہ یہ سب اللہ تعالیٰ کی حکمت اور بندوں کی مصلحتوں اور ان کے احوال سے ان کے علم پر مبنی ہے۔

ششم :...... روزی میں وسعت اور کشائش اور دیگر مصائب سے نجات کے لیے صرف اللہ تعالیٰ سے سوال۔

ششم :...... اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے رزق کو اس کی نافرمانی کے کاموں میں خرچ کرنے سے اجتناب۔ بلکہ اس رزق پر ہر لحاظ سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا جائے تاکہ نعمتوں کو بقاء اور دوام نصیب ہو۔

فائدہ :...... نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

((مَنْ اَحَبَّ اَنْ يُّبْسَطَ لَهٗ فِي رِزْقِهٖ وَيُنْسَأَ لَهٗ فِيْ عُمُرِهٖ فَلْيَصِلْ رَحِمَهٗ .)) (متفق علیه)

''جو یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے رزق میں کشادگی ہو اور اس کی عمر دراز ہو وہ صلہ رحمی کرے۔''

رزق کشادہ کرنا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور صلہ رحمی کو بروئے کار لانا بندے کا کام ہے۔ اسی طرح نرخ بڑھانے والا معاملہ ہے۔ اللہ تعالیٰ وہ بندہ کو اسباب بروئے کار لانے سے نہیں روکتے تاکہ ان کے ذریعہ بھاؤ جو بڑھتا ہے اسے وہ دور کرسکے اور سستا رزق حاصل کرسکے۔

اَلْوَهَّابُ

سب کچھ عطا کرنے والا

معنی:...... وَهَّاب کے معنی کثرت سے اور دائمی عطاء ونوازش کرنے والا کے ہیں؛ وہ جس کی عطاء تمام مخلوقات کے لیے عام ہو۔ وہ جس کو جو چاہے نواز دے۔ رزق دینا؛ ہدایت اور شفا دینا اس کا کام ہے۔

یہ اسم گرامی قرآن پاک میں تین مقامات پر مذکور ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کی دعا نقل کی ہے؛ وہ کہتے ہیں:

﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ﴾ (آل عمران : ۸)

''ہمارے رب ہمارے دلوں کو ہدایت دینے کے بعد ٹیڑھا نہ کرنا اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کر، بے شک آپ عطا کرنے والے ہیں۔''

نیک بیوی اور نیک اولاد کی عنایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہبہ اور اس کا احسان ہے۔ یہ تمام قسم کے ہبات وعطیات صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں؛ جو اس کے اسم وہاب کا اثر ہیں، کیونکہ مالک ومتصرف وہی ہیں۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ۝ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّ اِنَاثًا

وَيَجْعَلُ مَن يَشَآءُ عَقِيمًا إِنَّهُ عَلِيمٌ قَدِيرٌ ﴾ (الشوریٰ: ۴۹، ۵۰)

''زمین و آسمان کی بادشاہی اللہ کے لیے ہی ہے؛ جو چاہیں پیدا کرے ؛ جسے چاہیں لڑکیاں دیں جسے چاہیں لڑکے دیں یا ملے جلے لڑکے اور لڑکیاں عطا کریں ،اور جسے چاہیں بانجھ کردیں، بے شک وہ علیم وقدیر ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کے لیے بہت ہی زیادہ پاکیزہ اور مبارک تعریفیں ہیں جیسا کہ ہمارے رب پسند کرتے اور راضی ہوتے ہیں ،ایسی حمد وتعریف جو نہ منقطع ہوتی ہے ،نہ برباد ہوتی ہے، نہ اس کی گنتی ختم ہے۔ اس کی تعداد کے مطابق تعریفات ہوں جو تعریف کرنے والے تعریف کرتے ہیں ،اسی کے لیے حمد وشکر اور احسان وفضل ہے، اس کے ہاتھ میں ہی دنیا وآخرت کا معاملہ ہے۔

اسم گرامی ''الوھاب'' پر ایمان کے ثمرات:

اول:...... یہ پکا ایمان پیدا ہوجاتا ہے اللہ تعالیٰ ہی حقیقی وہاب ہیں؛ اور ہر قسم کی رحمت کے خزانے ان کے پاس ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ أَمْ عِندَهُمْ خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيزِ الْوَهَّابِ ﴾ (ص: ۹)

''کیا انکے پاس تیرے رب کی رحمت کے خزانے ہیں جو عزیز ووھاب ہیں۔''

دوم:...... تمام پاکیزہ اور مبارک تعریفات اللہ تعالیٰ کی ہیں کیونکہ ہر ایک جسمانی و روحانی ؛ بدنی اور مالی نعمت اور رحمت ان کی نوازش اور عنایت ہے؛ اور جہاں بھر کی عنائتیں اور نوازشات ان کے اسم گرامی وہاب کا اثر اور ثمرہ ہے۔

سوم :...... محبت وتعظیم اور شوق و وجدان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مخلصانہ عبادت؛ کہ صرف وہی ہستی ہے جس کی رحمتوں کی بارش ہر دم برستی ہے؛ اور تمام مخلوقات کو

نوازا جا رہا ہے۔ کوئی بھی اس کی نوازشات وعطیات سے خالی اور محروم نہیں۔

چہارم :...... اسم گرامی ''الوہاب'' کا اہل ایمان پر خاص اثر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہدایت اور ایمان کی دولت ہبہ میں دی ہے اور پھر اس پر دلوں کو اطمینان اور سکون بخشتے ہیں۔ اس نعمت پر جتنی بھی شکر گزاری کی جائے؛ وہ کم ہے۔

پنجم :...... اپنے اندر اس اسم گرامی کے مقتضی کے مطابق صفات اور اچھے اخلاق پیدا کرنے کی کوشش کرنا۔ اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اس پر ہبہ کیا ہے؛ اس میں سے اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور اس کے بندوں کو بھی دینا۔ خواہ یہ مادی اشیاء ہوں جیسے نقد مال؛ دولت وغیرہ؛ یا پھر روحانی ہوں جیسے حق بات لوگوں تک پہنچانا اور انہیں راہ راست پر لانے کی کوشش کرنا۔ دعوت إلی اللہ کا کام کرنا۔

فائدہ :...... وھاب کا مطلب ہے بہت زیادہ ہبہ کرنے والا، احسان کرنے اور عطیہ دینے والا۔ یہ فعال کے وزن پر ہے جو کلام عرب میں مبالغہ کے لیے ہے ۔تو اللہ جل وعلا ''الوھاب'' ہیں۔ اپنے بندوں کو فضل عظیم عطا کرتے اور ان پر انعامات کی برکھا برساتے ہیں۔ اور عطیات کو وسیع اور نوازشات میں شامل کرتے ہیں انہی کے ہاتھ میں ہر چیز کے خزانے اور آسمان اور زمین کی بادشاہی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ سے ان کے اسم ''الوہاب'' کے وسیلہ سے ان کے خزانے طلب کیے جاسکتے ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی دعا میں مذکور ہے:

﴿ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَّا يَنبَغِي لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِي إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ ﴾

اَلْمَنَّانُ

احسان کرنے والا

معنی :...... اَلْمَنَّانُ: یعنی سوال سے پہلے احسان کرنے والا۔ جو اپنے بندوں پر انعام و احسان کرتا ہے۔ اور اس اپنے اولیاء؛ نیک بندوں اور اہل ایمان پر خاص احسان ہدایت اور ایمان اور نیکی کے کاموں کی توفیق ہے۔

یہ اسم گرامی قرآن مجید میں وارد نہیں ہوا۔ سنت مطہرہ سے ثابت ہے۔ حدیث میں ہے: (ایک اعرابی نے دعاء کی)

((اللهم إني أسألك بأن لك الحمد لا إله إلا أنت المنان .))

(الترمذي)

''اے میرے اللہ تعالیٰ! میں آپ سے سوال کرتا ہوں تمام تعریفات آپ کے لیے ہیں۔ آپ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں۔ آپ ہی وحدہ لا شریک ہیں؛ آپ منان (احسان کرنے والے) ہیں۔''

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تو نے اللہ تعالیٰ کے اسم اعظم کے ساتھ سوال کیا ہے؛ جس کے ساتھ دعا کی جائے تو اللہ تعالیٰ قبول فرماتے ہیں اور اس کے ساتھ جب سوال کیا جائے تو وہ دیتے ہیں۔''

منـــان: کثرت سے عطیات دینے والا، اور عظیم ہبہ کرنے والا، اور وسیع

احسان کرنے والا۔ یعنی اللہ تعالیٰ جو بندوں پر عطیات و نوازشات کی برکھا برساتے ہیں اور اپنی مہربانی اور اکرام سے مسلسل انعامات دیتے رہے ہیں۔ مطلق طور منّان صرف اللہ وحدہ لا شریک ہیں جو سوال سے پہلے ہر ایک کو اس کی مراد دیتے ہیں؛ اور بغیر احسان جتلانے کے دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر احسان ہے اس پر کسی کا احسان نہیں۔ اللہ تعالیٰ اس سے بلند و بالا اور بڑے اور برتر ہیں کہ ان پر کسی کا احسان ہو۔ ساری مخلوق گواہ ہے کہ وہ نیک اور بد کو سب کو دیتے ہیں۔ ان کے عطیات اور نعمتوں کا اور حسن صنعت اور وسعت و رحمت کا دستر خوان بہت کشادہ ہے۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا﴾ (النحل: ۱۸)

''اور اگر تم اللہ تعالیٰ کے انعامات شمار کرو تو شمار نہیں کر سکو گے۔''

اللہ تعالیٰ کے احسانات اور لطف لا چاروں کی دعاؤں کو سننے اور مصیبت زدگان کے مصائب دور کرنے اور پریشانیوں کی فریاد رسی کرنے اور آزمائشوں اور محنتوں کے دور کرنے کے واقعات حد درجہ پھیلے ہوئے ہیں ہر ایک ان کا مشاہدہ کر رہا ہے؛ لیکن اس ذات گرامی کے احسانات کا احاطہ و شمار کوئی مخلوق نہیں کر سکتی۔ اس منان کے احسانات عظیم کے بار کثیر سے تمام مخلوق دبی ہوئی ہے۔ اور سب سے بڑا احسان جو کہ اللہ تعالیٰ نے جتلایا بھی ہے؛ وہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہے؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے:

﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا﴾

(آل عمران: ۱٦٤)

''بے شک مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان فرمایا کہ ان میں ایک رسول مبعوث فرمایا۔''

اسم گرامی ''اَلْمَنَّانُ'' پر ایمان کے ثمرات:

اول:...... اللہ تعالیٰ کے عظیم احسانات اور نوازشوں پر ان کی شکر گزاری؛ اس ہستی کی بندوں پر اتنی زیادہ نعمتیں ہیں جن کا شمار ممکن نہیں۔ اور ان میں سب سے بڑی نعمت ایمان واسلام اور ہدایت وتوفیق کی نعمت ہے جس کی ثانی کوئی نعمت نہیں۔

دوم:...... اپنے نفس کی کمزوری اور نقص کا اعتراف؛ انسان ہر حال میں کمزور ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اسے کچھ دیر کے لیے اس کے نفس کے سپرد کر دیں تو وہ ہلاک ہو جائے اور گھاٹا پانے والوں میں سے ہو جائے۔ مگر اس کی حفاظت وکفالت اس پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے۔

سوم:...... اس کا ثمرہ یہ نکلتا ہے کہ انسان اسباب پر ہی تمام تر بھروسہ نہیں کرتا؛ بلکہ سبب کو بطور وسیلہ یا آلہ کے اختیار کرتا ہے؛ اور اس کا انجام اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیتا ہے؛ اگر اللہ تعالیٰ کا حکم اور مشیئت نہ ہو تو اسے کوئی بھی فائدہ نہ پہنچ سکے۔ اللہ تعالیٰ ہی مسبب الاسباب ہیں۔

چہارم:...... جب اللہ تعالیٰ اتنے بڑے احسانات کرنے کے بعد کسی پر احسان جتلاتے نہیں؛ تو انسان کو بھی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ بھلائی کرنے کے بعد احسان نہ جتلائے؛ اور انہیں اپنے قول وفعل سے تکلیف نہ دے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰى﴾
(البقرة ٢٦٤)

''اے مومنو! اپنے صدقات کو احسان جتلا کر اور ایذا دے کر برباد نہ کر دینا۔''

فائدہ:...... نیکی کرنا آسان ہے؛ اس کی حفاظت اس سے مشکل ہے؛ اپنے آپ کو سنبھال کر رکھنا پڑتا ہے تا کہ نیکی ضائع نہ ہو۔ (دراوی جی)

نیکی کر دریا میں ڈال؛ یہ محاورہ بڑا ہی با مقصد ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نیکی کر کے اسے بالکل بھول جانا چاہیے کہ پر احسان جتلا کر نیکی ضائع نہیں کرنا چاہیے۔

اَلشَّافِيْ

شفا دینے والا

معنی :...... بدن اور دل کی بیماریوں اوران کی دواؤں کا حقیقی عالم؛ اوران کو ختم کرنے پر قادر مطلق؛ اس کے ارادہ کے بغیر کسی کو شفاء نہیں مل سکتی۔ اور نہ ہی اس کے بغیر کوئی پریشانی کو ختم کرسکتا ہے۔ اس کی شریعت بشریت کے امراض کے لیے شفاء اور علاج ہے۔

یہ اسم گرامی قرآن میں وارد نہیں ہوا؛ بلکہ سنت سے ثابت ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں کو دم کیا کرتے تھے؛ دم کرتے ہوئے اپنا دائیں ہاتھ ان پر پھیرتے ہوئے یہ دعا پڑھتے:

((اَللّٰھُمَّ رَبَّ النَّاسِ اَذْھِبِ الْبَاْسَ وَاشْفِهٖ وَاَنْتَ الشَّافِيْ لَا شِفَآءَ اِلَّا شِفَاءُكَ شِفَآءً لَا یُغَادِرُ سَقَمًا .))

(بخاري:٥٣٥١ ، مسلم:٢١٩١)

''اے لوگوں کے رب! تکلیف دور کردے اور اسے شفا دے آپ ہی شفا دینے والے ہیں نہیں شفا مگر آپ کی شفا ہے؛ ایسی شفا دے جو بیماری نہ چھوڑے۔''

وہ شافی ہیں :یعنی جس کے فضل وکرم سے ہر قسم کے جسمانی وروحانی

امراض سے شفا حاصل ہو۔ شکوک، حسد اور کینہ سے شفا ہو۔ امراض قلب سے شفا ہو۔ شافی صرف وہی ہیں؛ جیسا کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے کہا تھا:

﴿وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ﴾ (الشعرا: ۱۸۰)

''اور جب میں بیمار پڑتا ہوں تو وہ مجھے شفا دیتے ہیں۔''

وہی تنہا شفا دیتے ہیں اس کا کوئی شریک نہیں۔ ہر مکلّف کو یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ شافی صرف اللہ تعالیٰ ہیں۔ کسی کو بھی ان کے حکم کے بغیر شفا نہیں ملتی۔ جو وہ چاہتے ہیں وہ ہوتا ہے جو نہیں چاہتے وہ نہیں ہوتا۔ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ تعالیٰ۔

اسم گرامی ''الشافی'' پر ایمان کے ثمرات:

اول:...... اللہ تعالیٰ کی محبت کہ نفع و نقصان؛ صحت و بیماری؛ اور خیر و شر کے مالک صرف اللہ تعالیٰ ہیں؛ جو ان چیزوں کے لانے اور لے جانے پر قادر مطلق ہیں۔ لہٰذا ہر قسم کا نفع و خیر اور صحت و بھلائی صرف اسی سے طلب کی جائے۔

دوم:...... اللہ تعالیٰ پر پختہ توکل اور اپنی مشکلات کے خاتمہ اور صحت کی بحالی کے لیے اس کی بارگاہ میں دعا و التجا اور گریہ وزاری۔ تاکہ وہ پاک اور مبارک ہستی ہمیں جسمانی و روحانی؛ معاشی اور معاشرتی بیماریوں اور برائیوں سے نجات عطا فرمائے۔ اور پھر شفاء کے لیے حصول کے لیے مناسب اسباب بروئے کار لانا۔ اسباب بروئے کار لانا توکل کے منافی نہیں ہے۔

سوم:......شفا کے لیے علاج کروانا سنت ہے؛ خواہ وہ طب کے ذریعہ ہو یا شرعی دم اور جھاڑ پھونک کے ذریعہ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

((لِكُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ فَإِذَا أُصِيبَ دَوَاءُ الدَّاءِ بَرَأَ بِإِذْنِ اللّٰهِ

عَزَّ وَجَلَّ.)) (مسلم: ۲۲۰۴)

''ہر بیماری کی دوا ہے جب دوا بیماری کے موافق ہو تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے مریض صحت پاتا ہے۔''

اور رسول اکرم ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ''اللہ جو بھی بیماری نازل کی ہے اس کی دواء بھی نازل کی ہے۔'' (بخاری: ۵۳۵۴)

نبی اکرم ﷺ کے اس فرمان میں کہ ہر بیماری کا علاج ہے مریض اور معالج کے لیے دلی اطمینان ہے اور علاج طلب کرنے کی ترغیب ہے اور اس کی جستجو کا پیغام ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے خود بھی علاج کروایا تھا اور آپ کے اپنے اہل خانہ میں سے یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے اگر کوئی بیمار ہوتا تو اسے بھی علاج کروانے کا حکم دیتے۔ اسباب کے متعلق تین امور کی معرفت ضروری ہے:

۱۔ علاج کے لیے وہ اسباب اختیار کیے جائیں جو تقدیر اور شریعت میں جائز ہیں۔

۲۔ بندہ اسباب پر کلی اعتماد نہ کرے بلکہ اعتماد صرف اسباب اور مقدر کے بنانے والے اللہ تعالیٰ پر رکھے۔

۳۔ یہ علم ہو کہ اسباب خواہ کتنے عظیم یا قوی کیوں ہوں؛ اللہ تعالیٰ کی قضا وقدر سے مربوط ہوتے ہیں۔ ان سے باہر نہیں ہو سکتے۔ ان میں اللہ تعالیٰ اپنی مرضی کے مطابق تصرف کرتے ہیں۔ اگر مرضی ہو تو اس کا سبب باقی رکھتے ہیں اگر چاہیں تو بدل دیتے ہیں تاکہ بندے ان اسباب پر اعتماد نہ کریں اور اللہ کی قدرت کا کمال برقرار رہے، ارادہ و تصرف صرف اللہ وحدہ لاشریک کے لیے ہے۔

فائدہ :...... حضرت جبریل علیہ السلام نبی اکرم ﷺ کے پاس تشریف لائے

اور کہا: اے محمد! آپ بیمار ہیں؟

فرمایا: ہاں! میں بیمار ہوں۔

تو جبریل علیہ السلام نے دم کیا:

((بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيْكَ مِنْ كُلِّ نَفْسٍ اَوْ عَيْنِ حَاسِدٍ اَللّٰهُ يَشْفِيْكَ بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ .))(مسلم: ٢١٨٦)

''اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ میں آپ کو دم کرتا ہوں ہر چیز سے جو آپ کو تکلیف دے۔ نفس کی شر یا حاسد کی آنکھ کی شر سے آپ کو شفا دے۔ اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ میں آپ کو دم کرتا ہوں۔''

اَلْمُقَدِّمُ اَلْمُؤَخِّرُ

آگے کرنے والا، پیچھے کرنے والا

یہ ہر دو نام قرآن مجید میں نہیں ہیں، لیکن صحیحین میں دونوں نام دعاءِ ذیل میں آتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ سے یہ دعا کیا کرتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَسْرَفْتُ وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ ، أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ ، لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ))(صحیح البخاری؛ کتاب الجمعة)

''اے اللہ! مجھے معاف کردے جو کچھ میں نے پہلے کیا اور جو بعد میں کیا اور جو کچھ میں نے چھپ کر کیا اور جو اعلانیہ کیا جو میں نے زیادتی کی اور جسے آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ آپ ہی آگے اور پیچھے کرنے والے ہیں۔ آپ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے۔''

اللہ تعالیٰ ہی مقدم و مؤخر ہیں، ہر چیز کو اس کی منزلت پر اتارتے ہیں۔ وہی اہل صدق کو آگے بڑھاتے اور اہل باطل کو پیچھے ہٹاتے ہیں۔ یہ سب کچھ اس کی کمال مشیت کے تحت ہوتا ہے۔ اشیاء و افعال کے عواقب اور انجام کو اسی نے قدرتِ کاملہ اور حکمت شاملہ سے مؤخر کر دیا ہے۔ اسی نے معلولات کو علل سے مؤخر بنایا ہے۔

اس سے یہ ثابت ہوا کہ بندے کے بس میں کچھ بھی نہیں۔ اس کی سعادت

وشقاوت؛اس کی پستی ورفعت،اس کی تقدیم وتاخیر اوراس کا ہدایت یافتہ ہونا؛ ایمان پر مضبوط ہونا یا گمراہ ہونا یہ سب اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جو چاہیں وہ تصرف کریں اس میں کوئی رکاوٹ نہیں بن سکتا،وہ جس طرح چاہیں پلٹ دیں۔

تاہم بندے کو چاہیے کہ وہ اپنی نفع بخش مساعی بروئے کار لائے اور اچھی تدابیر کی راہ اختیار کرے اوران بری تدابیر سے دور رہے جو اللہ تعالیٰ کی ناراضی اوراس کے پیچھے رکھنے رہنے کا باعث بنتے ہوں۔ارشاد ربانی ہے:

﴿لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اَوْ يَتَاَخَّرَ﴾ (المدثر: ٣٧)

''تم میں سے جو چاہے آگے ہو یا پیچھے ہو۔''

اسمائے گرامی ''المقدم اور المؤخر'' پر ایمان کے ثمرات:

اول:...... اللہ تعالیٰ کے مقدم و مؤخر کرنے میں تقدیم وتاخیر کونی بھی ہے۔ یہ تقدیم وتاخیر مخلوق اور امور کائنات کے لیے مقدر شدہ تقدیر کا حصہ ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے:

﴿قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ﴾ (سبأ ٣٠)

''فرمادیجیے:تمھارے لیے ایک دن کا طے شدہ وعدہ ہے،جس سے تم نہ ایک گھڑی پیچھے رہوگے اور نہ آگے بڑھوگے۔''

دوم:...... احکام شریعت میں تقدیم وتاخیر کا تعلق کسی فعل سے اللہ تعالیٰ کی محبت سے ہے۔جس کی بنا پر بعض احکام کو بعض پر مقدم کیا جاتا ہے۔اور بندوں کی مصلحت بھی اس چیز میں ہوتی ہے۔جیسے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کو باقی تمام

مخلوق پر ترجیح دی ہے۔ اور پھر انبیائے کرام علیہم السلام کو آپس میں ایک دوسرے پر فضیلت اور ترجیح حاصل ہے۔ یہی حال اعمال میں تقدیم وتاخیر کا بھی ہے۔

سوم :...... ان اسمائے گرامی پر ایمان رکھنے سے انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اور جلال و تعظیم پیدا ہوتے ہیں اور توکل بڑھتا ہے۔ کیونکہ انسان جتنا کچھ بھی چاہے؛ کسی کو آگے یا پیچھے یا اپنی مرضی کے مطابق کرنا چاہے؛ تو وہ اس وقت تک نہیں کرسکتا جب تک اس میں اللہ تعالیٰ کی مرضی شامل نہ ہو۔ اس بنا پر اللہ تعالیٰ سے امیدیں بھی بڑھتی ہیں اور خوف بھی پیدا ہوتا ہے۔

چہارم :...... حقیقی اور نفع بخش تقدیم یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی اطاعت؛ اس کی رضامندی؛ اور جنت کو حاصل کرنے کے لیے آگے بڑھے۔ اور حقیقی اور مذموم تأخیر یہ ہے کہ انسان ان امور میں پیچھے رہ جائے۔ جبکہ دنیا کے امور میں کسی سے پیچھے رہ جانا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

پنجم :...... ان اسماء پر ایمان رکھنے کا تقاضا یہ ہے کہ انسان تقدیر پر راضی ہو جائے۔ اور اس کا یہ ایمان ہو کہ بھلائی اسی چیز میں ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے چن لی ہے۔ درحقیقت یہ بندوں کیساتھ رحمت اور لطف و مہربانی ہے؛ مگر انسان کو اس کا شعور نہیں ہوتا اور وہ جلد بازی کرتا ہے۔

ششم :...... اس تقدیم وتأخیر کا تقاضا یہ ہے کہ انسان محبت ونفرت اور دوستی و دشمنی میں اللہ تعالیٰ کی رضامندی کو میزان بنالے۔ اور اس کی رضا کو تمام مخلوق کی رضا پر ترجیح دے۔ جو انسان ایسا کرلیتا ہے؛ اللہ تعالیٰ خود بھی اس سے راضی ہو جاتے ہیں اور مخلوق کو بھی اس سے راضی کردیتے ہیں۔ حدیث میں آتا ہے:

”جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا لوگوں کی ناراضی کے باوجود تلاش کی اللہ تعالیٰ لوگوں کی مؤونت سے اسے کفایت کرے گا اور جس نے لوگوں کی رضا اللہ تعالیٰ کی ناراضی سے تلاش کی اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کے سپرد کر دیتے ہیں۔“ (ترمذی: ۲٤۱٤/ صححه الالبانی)

اَلْجَمِیْلُ

خوبصورت

معنی :......جس کے لیے خیر و بھلائی اور احسان کی تمام تعریفیں ہوں۔ جو اپنی ذات وصفات اور افعال میں مرقع حسن و جمال ہو۔

یہ اسم گرامی قرآن مجید میں وارد نہیں ہوا؛ نبی ﷺ کی سنت سے ثابت ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((لَا یَدْخُلِ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ مِّنْ كِبْرٍ قَالَ رَجُلٌ اِنَّ الرَّجُلَ یُحِبُّ اَنْ یَّكُوْنَ ثَوْبُهٗ حَسَنًا وَّنَعْلُهٗ حَسَنًا قَالَ: اِنَّ اللّٰهَ جَمِیْلٌ یُحِبُّ الْجَمَالَ اَلْكِبْرُ بَطَرُ الْحَقِّ وَغَمْطُ النَّاسِ .)) (مسلم: ۹۱)

''جس کے دل میں ایک ذرہ برابر تکبر ہوگا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا۔ ایک آدمی نے کہا کہ ایک آدمی یہ پسند کرتا ہے کہ اس کا لباس اچھا ہو اور اس کے جوتے بھی اچھے ہوں؟ فرمایا: اللہ تعالیٰ جمیل ہیں جمال کو پسند کرتے ہیں تکبر یہ ہے کہ حق کا انکار کرنا اور لوگوں کو حقیر جاننا۔''

جمال کو پسند کرنے کی وجہ سے ہی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر لباس اتارا ہے اور ان کے ظاہر کے لیے جمال و زینت بنایا ہے اور انہیں تقویٰ کا حکم دیا ہے تا کہ

ان کے باطن کو جمال آراء بنادے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا بَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا وَّلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ﴾ (الاعراف : ٢٦)

''اے بنی آدم! تحقیق ہم نے تم پر لباس اتارا ہے جو تمہاری شرم گاہوں کو چھپاتا ہے اور زینت ہے تقویٰ کا لباس بہتر ہے۔''

اللہ تعالیٰ سبحانہ وتعالیٰ کا جمال چار مراتب پر ہے:

(۱)......ذاتی جمال (۲)......صفاتی جمال

(۳)......افعال کا جمال (۴)......اسماء کا جمال

ذات کا جمال صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں ہم تو صرف ان کی وہ تعریفات بیان کرتے ہیں جو انہوں نے خود اپنے لیے بیان کی ہیں۔ بندہ افعال کی معرفت سے صفات کی معرفت تک ترقی کرتا ہے۔ جب افعال کے جمال کا مشاہدہ ہو جائے تو اس سے صفات کے جمال پر استدلال ہوتا ہے اور صفات کے جمال سے ذات پر استدلال ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ساری مخلوق میں سے کوئی بھی اس کی ثناء کا حق ادا نہیں کرسکتا۔ اللہ تعالیٰ خود ہی اپنی تعریف کر سکتے ہیں وہی مستحق ہیں کہ ان کی عبادت کی جائے اور انہی کی ذات سے محبت کی جائے۔

معبود حقیقی وہی ہوتا ہے جس سے اس کی ذات کی وجہ سے محبت کی جائے اور تعریف بھی لذاتہٖ کی جائے اور جب اس کے ساتھ اس کا احسان وانعام، حلم اور درگزر کرنا نیکی اور رحمت بھی مل جائے تو پھر بندے کو چاہیے کہ اسی ذات کی محبت اور تعریف کا دم بھرتا رہے۔ اور اس کی محبت کی مانند کسی سے محبت نہ کرے۔

اور وہ محبت جس کے ساتھ خضوع ہو یہ عبودیت اور بندگی بن جاتی ہے۔ اسی عبادت کے لیے مخلوق پیدا ہوئی ہے جتنی زیادہ محبت ہوگی اس کے سامنے اتنی ہی ذلت و پستی ہوگی؛ اور ایسا کرنا صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہی جائز ہے۔ کسی کو اس محبت میں شریک نہیں بنانا چاہیے۔ کیونکہ شرک کو اللہ تعالیٰ نہیں بخشتے، نہ ہی مشرک کا کوئی عمل قبول ہوتا ہے۔'' (الفوائد: ۳۲۲)

اسم گرامی ''الجمیل'' پر ایمان کے ثمرات:

اول:...... اللہ تعالیٰ کے لیے جمال کو حقیقت میں ایسے ہی ثابت ماننا جیسے ان کی شان کے لائق ہے۔ اس کی نہ ہی کیفیت بیان ہو سکتی اور نہ ہی مثال۔ اور نہ ہی اس کا انکار کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس میں تاویل کی جا سکتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے:

﴿وَ لِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا﴾ (الاعراف ۱۸۰)

''اور اچھے نام اللہ تعالیٰ ہی کے ہیں، سو اسے ان کے ساتھ پکارو۔''

جہاں تک اللہ تعالیٰ کی صفات اور اسماء میں مشابہت و مماثلت کی نفی کا تعلق ہے تو ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾

(الشوریٰ: ۱۱۔ ۱۲)

'' آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے؛ انہوں نے تمہارے لیے تمہاری

جانوں سے جوڑے بنائے اور چوپایوں سے بھی جوڑے بنائے؛ تم کو اس میں پیدا کرتے ہیں اس کی مثل کوئی چیز نہیں وہ سننے دیکھنے والے ہیں۔ آسمانوں اور زمین کی کنجیوں کے مالک ہیں۔''

دوم:...... اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور اسماء و افعال جمال میں درجہ کمال پر ہیں۔ اور کائنات کا تمام حسن و جمال ؛ رعنائی اور رونق یہ اس کے جمال کا اثر ہے۔ اس سے انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے کہ اس نے مخلوق کو جمیل (خوبصورت) پیدا کیا ہے۔

سوم:...... اللہ تعالیٰ کا جمال اس کے جلال کا ایک حصہ اور رکن ہے۔ اور جلال کا مطلب حسن و عظمت کی انتہا اور کمال ہے۔

فائدہ:...... محبت کے دو سبب ہیں: جمال اور اجلال۔

رب تعالیٰ دونوں میں کمال رکھتے ہیں اللہ جمیل ہیں جمال پسند کرتے ہیں بلکہ سارا جمال انہی کے لیے ہے اور اجلال سارا بھی انہی کے لیے ہے۔ ہر لحاظ سے اللہ تعالیٰ ہی اس کے مستحق ہیں کہ صرف ان کی ذات سے محبت کی جائے۔''

(الجواب الکافی : ٢٧٦)

اَلطَّیِّبُ

پاکیزہ

معنی :...... وہ ہستی جو ہر قسم کے نقص وعیب سے پاک ہو۔ سو اللہ تعالیٰ کے افعال و صفات اور ذات سبھی عیوب سے پاک ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نام سب سے پیارے اور پاکیزہ نام ہیں۔ اللہ تعالیٰ پاک ہیں؛ پاکیزہ چیز کو پسند کرتے ہیں اور شرف قبولیت سے نوازتے ہیں۔

یہ اسم گرامی قرآن میں نہیں آیا؛ حدیث میں وارد ہوا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنَّ اللّٰہَ طَیِّبٌ لَا یَقْبَلُ اِلَّا طَیِّبًا .)) (مسلم)

"اے لوگو! اللہ تعالیٰ طیب (پاک) ہیں اور پاکیزہ ہی قبول کرتے ہیں۔"

حدیث میں آتا ہے:

"ایک آدمی مدت دراز تک سفر کرتا ہے پراگندہ اور گرد آلود ہے آسمان کی طرف ہاتھ پھیلائے ہوئے ہے۔ یا رب! یا رب! کی صدا بلند کرتا ہے، اس کا کھانا حرام، اس کا پینا حرام، اس کا لباس حرام اور وہ حرام غذا دیا گیا ہے اس کی دعا کیسے قبول ہو؟" (مسلم: ۱۰۱۵)

اللہ تعالیٰ نقائص اور عیوب سے مقدس ہیں۔ طیب کا اصل معنی ہے طہارت؛

یعنی خباثت سے سلامت ہونا۔ اور اللہ تعالیٰ کا اپنی ذات و صفات میں اور افعال واقوال میں کامل اور انتہائی پاک ومقدس ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہر فعل و عمل اور قول انکے کمال کا موجب اور عظمت کا باعث ہے۔ اس نے اپنی شریعت میں بھی طیب لوگوں کے لیے اچھی چیزیں ہی رکھی ہیں۔ طیبات کا منبع اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ہی ہے۔

اعمال، اقوال اور اعتقادات یا تو خبیث ہوتے ہیں یا طیب ہوتے ہیں؛ یہ برابر نہیں ہوتے۔ جیسا کہ ارشاد گرامی ہے:

﴿قُلْ لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ﴾ (المائدہ: ۱۰۰)

"فرما دیجیے: ! خبیث اور پاکیزہ برابر نہیں اگرچہ خبیث کی کثرت آپ کو پسند آئے۔"

اسم گرامی "الطیب" پر ایمان کے اثرات وثمرات:

اول:...... جیسے حدیث پاک میں گزرا کہ: "اللہ تعالیٰ طیب (پاک) ہیں اور طیب وپاکیزہ ہی قبول کرتے ہیں۔" لہٰذا انسان کو چاہیے کہ وہ ہمیشہ رضائے الٰہی کو مدنظر رکھتے ہوئے قول وکلام اور قیام وطعام اور رہن سہن میں پاکیزہ چیزوں کا اہتمام وانتظام کرے۔ اور یہ یاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ کی قربت اسی وقت نصیب ہوسکتی ہے جب وہ پاکیزہ چیزوں کا اہتمام کرے گا۔

دوم:...... اس سے انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے کہ اس پاک ہستی نے ہمارے لیے پاکیزہ چیزوں کا اہتمام وانتظام فرمایا؛ اور تمام پاکیزہ چیزوں کو ہمارے لیے حلال ٹھہرایا؛ اور ان کے اختیار کرنے کا حکم دیا۔

سوم:...... انسان کو چاہیے کہ اپنے اخلاق و اعمال اور معاملات و برتاؤ میں اپنے دوستوں اور اہل خانہ کے ساتھ پاکیزہ گفتگو کا اہتمام کرے۔

چہارم:...... پاکیزہ زندگی گزارنے کی کوشش کرے؛ اور پاکیزہ اعمال بجالائے۔ اوران کے اختیار اور اللہ تعالیٰ کی پسند اور چناؤ پر اس کی حمد و ثنا اور شکر گزاری بجالائے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ صرف پاکیزہ اعمال و اقوال کو قبول فرماتے ہیں؛ جیسا کہ فرمان گرامی ہے:

﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَ الْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ﴾ (فاطر ۱۰)

''جو عزت چاہتا ہو سو عزت سب اللہ ہی کے لیے ہے۔ اسی کی طرف ہر پاکیزہ بات چڑھتی ہے اور نیک عمل اسے بلند کرتا ہے۔''

فائدہ ۱:...... اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ چار کلمات پاکیزہ ہیں؛ اپنے نامہ اعمال میں اضافہ کے لیے کثرت کے ساتھ ان کا ورد کریں:

((سبحان الله ؛ الحمد لله ؛ لاإله إلا الله والله أكبر .))

فائدہ ۲:...... اللہ تعالیٰ نے ایمانداروں کو وہی حکم دیا ہے جو پیغمبروں کو دیا ہے؛ یعنی پاکیزہ چیزیں کھانے پینے اور نیک کرنے کا حکم؛ ارشاد گرامی ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ﴾

''اے پیغمبرو! پاکیزہ چیزوں سے کھاؤ اور نیک عمل کرو بے شک میں جو تم عمل کرتے ہو جاننے والا ہوں''

اور اہل ایمان کو حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ ﴾ (البقرہ: ۱۷۲)

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو ہمارے رزق سے پاکیزہ کھاؤ۔''

فائدہ ۳:......مومن جب اس دنیا میں اپنے عقائد میں اعمال واقوال میں طیب (پاکیزہ) ہوتا ہے تو دارالقرار (جنت) میں بھی طیب لوگوں کے گھر میں داخلہ دے کر اللہ تعالیٰ اسے اعزاز دیں گے۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿الَّذِينَ تَتَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ طَيِّبِينَ يَقُولُونَ سَلَامٌ عَلَيْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ (النحل: ۳۲)

''جنہیں فرشتے فوت کرتے ہیں اور وہ پاکباز ہوتے ہیں تو وہ کہتے ہیں: تم پر سلامتی ہو جنت میں داخل ہو جاؤ ان اعمال کے سبب جو تم کرتے تھے۔''

اَلرَّفِیْقُ

نرمی کرنے والا

وہ ہستی جو مخلوقات کو پیدا کرنے میں؛ ان کے لیے شریعت مقرر کرنے میں؛ اور انہیں بدلہ دینے میں نرمی کو ملحوظ خاطر رکھے۔

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا؛ اور اپنی حکمت کے تقاضوں کے مطابق بتدریج ان کے لیے احکام شریعت نازل فرمائے۔ وہ اپنے بندوں کے ساتھ ہمیشہ نرمی اور محبت کا معاملہ روا رکھتے ہیں۔

یہ اسم اسمائے حسنیٰ میں سے ہے؛ لیکن قرآن میں وارد نہیں ہوا؛ حدیث سے ثابت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّ اللّٰہَ رَفِیْقٌ یُحِبُّ الرِّفْقَ فِی الْاَمْرِ کُلِّہٖ)) (بخاری: ۲۰۲۷)

''بیشک اللہ تعالیٰ نرمی والے ہیں اور ہر معاملہ میں نرمی کو پسند کرتے ہیں''

نیز فرمایا کہ: ''بیشک اللہ تعالیٰ رفیق ہیں؛ نرمی کو پسند کرتے ہیں اور نرمی پر وہ کچھ نوازتے ہیں جو سختی پر نہیں نوازتے۔'' (مسلم: ۲۰۹۳)

ان احادیث میں اللہ تعالیٰ کا ایک اسم گرامی رفیق بتایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس وصف کے سب سے اعلیٰ اور کامل طور پر مستحق ہیں ویسے ہی جیسا کہ اس کی شان جلال و کمال کے لائق ہے۔

رفق کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ: نرمی وسہولت اور معاملات میں غور وفکر کرنا اور سوچ وبچار کرنا اس کی ضد سختی اور تشدد ہے۔

اللہ تعالیٰ کے رفیق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی قضا وقدر میں رفیق؛ اپنے اوامر وافعال میں اور دین وشریعت اوراحکام میں نرمی والے ہیں۔ مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے تمام امور میں رفیق اورنرمی اپنائے، عجلت، تیزروی، بے جا دیدہ دلیری سے کام نہ لے، جلد بازی شیطان سے ہے۔ جو یہ اپنائے گا وہ ناکام ونامراد ہوگا، نرمی سے شرافت وفضیلت حاصل ہوتی ہے۔ نرم طبیعت انسان رحمٰن کا محبوب بن جاتا ہے، اللہ تعالیٰ رفیق ہے اورنرمی کو پسند کرتا ہے۔ کئی ایک احادیث میں نرمی اختیار کرنے کی ترغیب آئی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ يُّحْرَمُ الرِّفْقَ يُحْرَمُ الْخَيْرَ .)) (مسلم: ۲۵۹۲)

''جونرمی سے محروم ہوا وہ خیر سے محروم ہوا۔''

اسم گرامی ''الرفیق'' پرایمان کے ثمرات:

اول:...... جب انسان اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم؛ رفق ورحمت اور احسان کے اثرات وثمرات کو اپنی زندگی میں؛ اپنی تخلیق میں اوراللہ تعالیٰ کی شریعت وقدرت میں دیکھتا ہے؛ تو اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہوتی ہے؛ وہ اپنی مخلوق سے غنیٰ اور بے نیازی کے باوجودان پرکتنے مہربان ہیں کہ ہرموقعہ اور ہرموڑ پراپنے بندوں کی رعایت اوران کے ساتھ نرمی کرتے ہیں۔

دوم:...... یہ بھی اللہ تعالیٰ کے رفیق ہونے کا ثمرہ اوراثر ہے کہ وہ اپنے بندوں کو ان کے گناہوں پرسزا دینے میں جلدی نہیں فرماتے؛ بلکہ انہیں ڈھیل اور پھر

پور موقعہ دیتے ہیں تاکہ بندے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رجوع کریں اور توبہ کر سکیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔

سوم :...... اللہ تعالیٰ نے اس شفقت بھرے اور بندوں کی رعایت سے بھر پور دین کی طرف ہمیں ہدایت دی؛ اور ہر حکم شریعت میں بندوں کی مصلحتوں کو مد نظر رکھا؛ اور اس شریعت کو سخت اور مشکل نہیں ؛ بنایا؛ یہ اس کے رفیق ہونے کا اثر ہے؛ اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔

چہارم :...... انسان کو چاہیے کہ اپنے اندر نرمی پیدا کرنے کی کوشش کرے؛ اور لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک اور نرمی کا برتاؤ کرے۔ اور انسان کی نرمی اور اچھے اخلاق کے سب سے زیادہ حقدار اس کے اہل خانہ اور قریبی خونی رشتہ دار ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

''جب اللہ تعالیٰ کسی گھرانے کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں تو ان کے دلوں میں نرمی پیدا فرماتے ہیں۔'' (أحمد؛ صححه الألباني)

پنجم :...... رفق کا مطلب یہ بھی ہرگز نہیں کہ انسان سستی کا شکار ہو کر اللہ تعالیٰ کی حدود شریعت پار کر جائے۔ بلکہ شریعت کا خیال رکھنا لازم ہے۔

فائدہ :...... سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''جسے نرمی کا حصہ ملا اسے دنیا و آخرت کا حصہ ملا۔ حسن خلق اور حسن ہمسائیگی گھروں کو آباد رکھتے ہیں اور عمروں میں اضافہ کرتے ہیں۔''

(مسند احمد: ٦/ ١٥٩، اسنادہ صحیح۔ سلسلہ صحیحہ: ٥١٩)

ہمارے نبی کریم ﷺ لوگوں کیساتھ نہایت درجہ نرم تھے۔ آپ ﷺ کی

سنتوں میں نرمی کے بیشمار شواہد ہیں اور آپ ﷺ کے حلم کے دلائل اور دور اندیشی کے معاملات آپ ﷺ کی سیرت طیبہ میں حددرجہ واضح ہیں۔جن سے نرمی کا وصف نمایاں نظر آتا ہے۔لوگوں سے معاملہ کرتے ہوئے ،اور اللہ کے دین کی دعوت دیتے ہوئے یہ وصف خوب نظر آتا ہے کئی مخالفین شریعت کی غلط روش میں بھی انتہائی برداشت ؛ نرمی روی اور خندہ پیشانی سے کام لیا۔ جو کہ سیرت کا طالب علموں پر کوئی مخفی چیز نہیں ہے۔

اَلْمُحْسِنُ

احسان کرنے والا

معنی :...... وہ ہستی جو دوسروں پر ان گنت انعامات سے احسان کرتی ہے۔ اور وہ ہستی جس نے ہر چیز کو خوبصورت اور اچھے انداز میں تخلیق و ایجاد کیا ہے۔ پھر اہل ایمان کے ساتھ خاص احسان انہیں ہدایت اور ایمان کی توفیق دینا ہے۔

یہ اسم گرامی قرآن پاک میں وارد نہیں ہوا؛ حدیث سے ثابت ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((اِذَا حَكَمْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَاِذَا قَتَلْتُمْ فَاحْسِنُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ مُحْسِنٌ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ .))

(الكامل لابن عدي۔ الطبراني، الأوسط: ٥٧٣٥، السلسلة الصحيحة: ١/ ٧٦١، اسناده جيد)

''جب تم فیصلہ کرو تو عدل کرو اور جب تم قتل کرو تو احسان کرو، اللہ تعالیٰ محسن ہیں احسان کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں۔''

اور ایک دوسری حدیث مبارک میں ہے؛ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ مُحْسِنٌ وَّ يُحِبُّ الإِحْسَانَ .))

''بیشک اللہ تعالیٰ محسن (احسان کرنے والے) ہیں؛ اور احسان کو پسند فرماتے ہیں۔'' (صحيح الجامع ١٨٢٤)

اس اسم گرامی کا فعل قرآن مجید میں آیا ہے؛ ارشاد گرامی ہے:

﴿وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ﴾ (القصص : ۷۷)

''اور احسان کرو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ احسان کیا ہے۔''

اور ارشاد فرمایا:

﴿ اَلَّذِىْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ﴾ (السجدہ : ۷)

''وہی ہیں جنہوں نے ہر چیز کو اچھی حالت میں پیدا کیا؛ اور انسان کی پیدائش کا آغاز مٹی سے کیا۔''

اور ارشاد گرامی ہے:

﴿فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ﴾ (المومن : ۱۴)

''بابرکت ہیں اللہ تعالیٰ جو بہترین پیدا کرنے والے ہیں۔''

اسم گرامی ''المحسن'' پر ایمان کے ثمرات:

اول:...... اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی حقیقی احسان کرنے والے ہیں؛ ان سے بڑھ کر اور کامل کسی کا احسان نہیں ہوسکتا۔ احسان کرنا اللہ تعالیٰ کا ایک لازمی وصف ہے؛ کائنات کی کوئی بھی چیز پلک جھپکنے کی دیر بھی ان کے احسان سے خالی نہیں ہوسکتی؛ اور نہ ہی ان کے احسان اور کرم کے بغیر زندگی کی کوئی رونق اور خوشی مل سکتی ہے۔ کائنات میں موجود تمام مخلوقات کو عدم سے وجود میں لانا؛ انہیں تربیت دینا؛ اور پھر ان پر اپنی نعمتوں کی بارش کرنا؛ جن سے ان کی بقا ہے؛ یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے۔

دوم :...... یہ بھی اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمارے لیے ایسی محکم اور قابل تعریف شریعت نازل فرمائی ہے جس کا انجام ہر لحاظ سے بہت اچھا اور قابل تعریف ہے۔ جس میں ہر چیز کے لیے خیر اور بھلائی پائی جاتی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے:

﴿اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ﴾ (المائدة ٥٠)

”پھر کیا وہ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے بہتر فیصلہ کرنے والا کون ہے، ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں۔“

سوم :...... مؤمن کو چاہیے کہ وہ احسان کا وصف اپنائے اور اپنے اندر اس کے مقتضیٰ کے مطابق انوار پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ یہ ایمان کا سب سے اعلیٰ ترین درجہ ہے؛ رسول اللہ ﷺ نے احسان کا معنی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

((الإِحْسَانُ أَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ .)) (مسلم/ ح: ١٠٢)

” احسان یعنی تم اللہ تعالیٰ کی اِس طرح عِبادت کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر ایسا نہ ہو (سکے) تو اتنا (ضرور) ہو کہ وہ تمہیں دیکھ رہے ہیں۔“

چہارم :...... انسان کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ احسان کرنے کی ہر ممکن کوشش بجالائے۔ تاکہ وہ بھی ان احسان کرنے والوں میں سے ہو جائے جن سے اللہ تعالیٰ محبت فرماتے ہیں۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَ اَحۡسِنُوۡا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الۡمُحۡسِنِیۡنَ﴾ (البقرة ۱۹۵)

''اور احسان کرو، بے شک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں۔''

جوکوئی بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ احسان کرتا ہے؛ یا اللہ تعالیٰ کی عبادت میں احسان کو مدنظر رکھتا ہے؛ تو اس کا بدلہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی احسان کی صورت میں ملتا ہے؛ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے:

''احسان کا بدلہ احسان کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔''(سورة رحمٰن ٦٠)

اَلنُّوْرُ

سراپا نور اور نور بخشنے والا

وہ خود نور ہے؛ اس کا حجاب نور ہے؛ اور وہ اپنے مؤمن بندوں کو جہالت وشرک کے اندھیروں سے علم وتوحید کے نور کی طرف نکالتا ہے۔ یہ اسم گرامی قرآن کریم میں وارد ہوا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ (النور: ۳۵)

’’اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نور ہیں ان کے نور کی مثال اس طاق کی مانند ہے جس میں چراغ ہو، چراغ شیشے میں ہو اور شیشہ گویا کہ روشن ستارہ ہے جو مبارک درخت سے جلایا گیا ہے جو کہ زیتون سے ہے نہ مشرقی ہے نہ مغربی۔ قریب ہے کہ اس کا تیل روشن کر دے؛ اگرچہ اسے آگ نے نہ بھی چھوا ہو؛ نور ہی نور ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں اپنے

نور کے لیے ہدایت دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے مثالیں بیان کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جاننے والے ہیں۔''

اسم گرامی ''النور'' کے معانی کیا ہیں؟ معالم التنزیل میں ﴿اللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ کی تفسیر میں یہ اقوال درج کیے ہیں:

۱۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((اَللّٰهُ هَادِیُ أَهْلِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ .))

''اللہ تعالیٰ آسمان اور زمین والوں کی راہنمائی فرماتے ہیں۔''

۲۔ ضحاک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((مُنَوِّرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ .))

''اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو روشن کرنے والے ہیں۔''

۳۔ حضرت ابی بن کعب اور حسن اور ابو العالیہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں:

((مُزَیِّنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ .))

''اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو مزین و آراستہ فرمانے والے ہیں۔''

۴۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

((مُدَبِّرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ .))

''اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کا نظم و نسق اور انتظام چلانے والے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمینوں کا نور ہیں اس کا حجاب نور ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ایک دعا میں ہے:

((اَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْهِكَ الَّذِیْ اَشْرَقَتْ لَهُ الظُّلُمٰتُ وَصَلَحَ عَلَیْهِ

مِنْ اَمْرِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ .))

"میں آپ کے چہرہ کے نور کیساتھ پناہ پکڑتا ہوں جس نے ظلمات کو چمکا دیا اور جس پر دنیا و آخرت کے کام اصلاح پذیر ہوئے۔"

صحیحین میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد میں یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

((وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ))

"تیرے ہی لیے حمد ہے اور تو ہی زمین و آسمان کا نور ہے۔"

اللہ تعالیٰ نور ہیں اور انہی کے نور سے ہدایت ملتی ہے۔ وہی مومن کے دل میں نور ڈالتے ہیں اور اسے ظلمات کفر سے نکال کر نور توحید میں لاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نور ہیں اور ان کی کتاب بھی نور ہے۔ اور انہوں نے اپنے رسول کو نور ہدایت بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نور ہیں اور ان کے بتلائے ہوئے اعمال بھی مومن کے لیے نور ہیں۔ ہر ایک نور کو ضیاء و روشنی اللہ تعالیٰ سے حاصل ہوئی ہے۔ اس لیے انہی کی ذات تمام انوار کو صادر کرنے والی ہے۔

اسم گرامی "النور" پر ایمان کے ثمرات:

اول:...... اللہ تعالیٰ سے نور اور بصیرت کی طلب؛ کیونکہ ان کا نور تمام مصلحتوں پر حاوی اور ہر چیز کو اس کے فائدہ کی طرف رہنمائی کرنے والا ہے۔ اس کے نور کے بغیر جہاں میں ظلمت ہی ظلمت ہے۔

دوم:...... اللہ تعالیٰ نے ہر ایک چیز کو پیدا کیا اور فطرت کے تقاضوں کا راستہ

دکھلایا۔ لہٰذا راہ حق کی طلب صرف اسی سے کرنی چاہیے۔

سوم:...... بطورِ وصف نور اس کی طرف منسوب ہے جیسا کہ زندگی ،سننا، دیکھنا اور دیگر صفات۔ نور ایسی صفت ہے جو اللہ تعالیٰ کے چہرے کی طرف منسوب ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان گرامی ہے:

﴿وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا﴾ (الزمر : ٦٩)

''اور زمین تیرے رب کے نور کے ساتھ چمک اٹھی۔''

چہارم:...... اسم نور کا اثر ہے کہ اللہ تعالیٰ انبیاء اور اصفیاء اور اولیاء اور فرشتوں کے دلوں کو منور کرتا ہے۔ جس سے دلوں میں جلال و جمال کے اوصاف پیدا ہوتے ہیں۔ اس کی صفت کی تاثیر ان کے دلوں میں پیدا ہوتی ہے۔ مولیٰ کی معرفت سب سے بڑی چیز ہے اور اس کا علم سب سے جلیل القدر علم ہے۔ کیونکہ یہ علم دل میں انوار کے نزول کا باعث ہے اس لحاظ سے یہ علم وافضل واجل ہے۔

پنجم:...... جب دل اس نور سے بھر جائے تو چہرہ پر اثرات ظاہر ہوتے ہیں؛ اور اس نور کی تابانی سے چمک پیدا ہوتی ہے؛ اور انسان پوری رغبت کے ساتھ اطاعت شعاری میں مصروف ہو جاتا ہے۔ اور یہی قلبی نور اسے بے حیائیوں سے روکتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

''زانی جب زنا کرتا ہے، چور جب چوری کرتا ہے، شرابی جب شراب نوشی کرتا ہے وہ مومن نہیں ہوتا۔'' (بخاری : ٦٨١٠، مسلم : ٥٧)

نور اللہ کے اوصاف میں سے ہے یہ دو قسموں پر ہے:

۱۔ **نور حسّی**: وہ نور عظیم اگر اس کا پردہ ہٹا دیا جائے تو اس کے چہرے کی روشنی

اوراس کا نورِ جلال مخلوق کو خاکستر بنا دے۔

۲۔ **نور معنوی**: وہ نور ہے جس سے اللہ کے انبیاء اور اصفیاء اور اولیاء اور فرشتوں کے دلوں کو منور کرتا ہے اس کی معرفت ومحبت کی انوار وتجلیات ہوتی ہیں۔ اپنے مولیٰ کی معرفت سب سے بڑی چیز ہے اوراس کا علم سب سے جلیل القدر علم ہے اور نفع بخش علم دل میں انوار کے نزول کا باعث ہے۔

فائدہ:...... نبی اکرم ﷺ نے طائف سے واپس آتے ہوئے جو دعا فرمائی تھی؛ اس میں یہ بھی ہے:

((اَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْهِكَ الَّذِیْ اَشْرَقَتْ لَهُ الظُّلُمٰتُ وَصَلَحَ عَلَیْهِ مِنْ اَمْرِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ.))

''میں آپ کے چہرہ کے نور کیساتھ پناہ پکڑتا ہوں جس نے ظلمات کو چمکا دیا اوراس سے دنیا وآخرت کے کام اصلاح پذیر ہوئے۔''

ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ

جلال اور عزت والا

یہ اسم گرامی قرآن پاک میں وارد ہے۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿ تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِی الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴾ (رحمن: ۷۸)

''بابرکت ہے آپ کے رب کا نام جو جلال والے اور عزت والے ہیں۔''

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((اَلِظُّوْا بِیَا ذَاالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ.))

(مسند احمد: ٤/ ١٧٧، اسناده صحيح)

''دعا میں یا ذوالجلال والاکرام سے چمٹے رہو۔''

اسم جلال پر ایمان ہم کو ادب سکھلاتا ہے اور اکرام ہم پر ابواب محبت کشادہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ایسی ہے کہ انکے جلال کو بھی ہر وقت پیش نظر رکھا جائے اور ان کی ایسی پختہ اور مضبوط محبت بھی ہر وقت دل میں قائم رہے۔ جو راہ ہدایت پر چلنے کا باعث بن سکے۔

رسول اکرم ﷺ جب نماز سے پھیرتے تو تین مرتبہ استغفر اللہ کہتے اور پھر یہ دعا پڑھتے:

((اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَالْجَلَالِ

وَالْاِکْرَامِ.)) (مسلم: ۵۹۱)

''اے میرے اللہ! آپ سلام ہیں اور آپ سے ہی سلام ہے ؛ آپ برکت والے ہیں اے جلال اور عزت والے۔''

ذوالجلال والاکرام میں وہ صفت پائی جاتی ہے جو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ قائم ہے۔ جلال، اکرام، رحمت اور قوت سب کی سب اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں اس کے ساتھ مختص ہیں اس کی عظمت وکمال پر دلالت کرتی ہے۔

اسم جلال تعظیم کا ضامن ہے اور اکرام حمد ومحبت کو ضمن میں لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ استحقاق رکھتے ہیں کہ ان کی جلالت اور اکرام کیا جائے ان کا انکار نہ کیا جائے۔ کیونکہ جلال اور ملک اور اکرام وحمد سبھی اسی کے لیے ہیں۔ ارشاد گرامی ہے:

﴿وَيَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ﴾ (رحمن: ۲۷)

''آپ کے جلال اور اکرام والے رب کا چہرہ باقی رہے گا۔''

جب ان کا چہرہ جلالت اور کرامت والا ہے اسی طرح ان کا نام گرامی بھی جلالت اور اکرام والا ہے۔ یہ آگاہی ہے کہ اسی طرح اس کی ذات گرامی بھی جلالت وکرامت کی مستحق ہے۔ (مجموع الفتاوی: ۱۶/۳۲۲)

جلال تعظیم کا ضامن ہے اور اکرام حمد ومحبت کو ضمن میں لیے ہے۔

اسم گرامی ''ذوالجلال والاکرام'' پر ایمان کے ثمرات:

اول:...... اللہ تعالیٰ ہی یہ استحقاق رکھتے ہیں کہ ان کا حقیقی اجلال بجا لایا جائے، اکرام کیا جائے۔

دوم:...... اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کو عزت دیں، انکے درجات بلند کریں، دنیا میں

اپنی اطاعت کی توفیق دیں اور انہیں یہ جلال دیں کہ ان کے اعمال قبول کریں اور جنت میں ان کے درجات بلند کریں۔ (تو اس پر حسد و بغض سے کام نہ لیا جائے ایسا اللہ تعالیٰ کے جلال اور اکرام کی بجا آوری نہ ہوگی)۔

سوم :...... اللہ تعالیٰ کے لیے ہی حقیقی جلالت و کرامت ہے۔ ان کی ذات ان اوصاف سے متصف ہے۔ پس اس کا تقاضا ہے کہ صرف ایک اللہ تعالیٰ کی ہی عبادت کی جائے، اور صرف اس سے ڈرا جائے۔ (اور صرف ان سے عزت و بزرگی اور جلال طلب کیا جائے۔)

چہارم :...... بہت زیادہ اور پاکیزہ اور مبارک تعریفات صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے اپنے احسان سے ہر عظیم خدمت سرانجام دینے کو آسان کیا۔ کوئی بھی اس کی حمد وثناء شمار نہیں کرسکتا۔ اور نہ ہی اس کی عبادت اور اجلال و تعظیم کا حق ادا کرسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے وہ کریم و مہربان ہستی اس کتاب کو شرف قبولیت و مقبولیت سے نواز دیں۔ اور اس کتاب میری ؛ میرے اساتذہ اور والدین اور معاونین کی مغفرت کا ذریعہ بنادیں ؛آمین برحمتك یا أرحم الراحمین .

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ
وَّ عَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ بَارِكْ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا .

دین کی دعوت میں ہمارے ہم سفر بنیں

مرکز حفصہ بنت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما

کا پیغام

ہم مرکز حفصہ بنت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما

اللہ تعالیٰ کے انتہائی ممنون احسان ہیں کہ ہم گزشتہ پندرہ سال سے کتاب وسنت کی روشنی میں اسلامی تعلیمات عام کر رہے ہیں۔

شرعی تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ ہمارے ہاں اساتذہ اور طالبات میں مختلف دینی اور دعوتی کتب کی تقسیم کیا اہتمام کیا جاتا ہے۔

محتاج کو دینی علوم سے آراستہ کرنا؛ ضرورت مند کے تعلیم کے مواقع میسر کرنا ہمارا نصب العین اور اولین مقصد ہے۔

الحمد للہ! آج ہماری طالبات دنیا کے کئی ممالک مثلاً: پاکستان؛ انڈیا؛ کینیڈا اور ڈنمارک کے علاوہ دیگر ممالک دعوتی اور تعلیمی سرگرمیوں میں مصروف عمل ہیں اور اسلام کے حقیقی اور پرامن پیغام کو عام کر رہی ہیں۔

ہم ذات پات اور فرقہ واریت سے پاک کتاب وسنت پر کی روشنی میں تعلیم و تربیت کے قائل اور فاعل ہیں۔

ربنا تقبل منّا إنك أنت السميع العليم

ہمارا نصب العین

- ❀ اسماء اللہ الحسنی اور صفات عالیہ کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی معرفت تک رسائی۔
- ❀ قرآن و حدیث کی تعلیم کا خصوصی اہتمام اور اس کے مطابق تربیت
- ❀ کتاب و سنت کی تعلیم کی نشر و اشاعت۔
- ❀ کتاب اللہ کی تلاوت کی تصحیح اور معانی و مفاہیم ذہن نشین کرانے کی کوشش۔
- ❀ کتاب و سنت کی فہم و دانست صحابہ کرام اور سلف صالحین کے منہج پر۔
- ❀ زندگی کا مقصد اللہ کے بندوں کو مخلوق کی بندگی سے نجات دلا کر اللہ سے ملانا۔
- ❀ مستحق طلبہ و طالبات کی تعلیم و تربیت کا اہتمام۔

کتاب ملنے کا پتہ

جدہ:...... مرکز حفصہ بنت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہا

بابا رشید: 00966546149220

مکہ مکرمہ:...... پیرزادہ شفیق الرحمٰن شاہ الدراوی

00966501253804

آزاد کشمیر؛ مظفر آباد؛...... مدرسہ احیاء العلوم لبنات الاسلام

انیس الرحمٰن شاہ

00923015365383

ضروری نوٹس

اسماء اللہ الحسنیٰ

- اردو زبان میں جدید اور منفرد اسلوب کی کتاب
- اللہ تعالیٰ کے صحیح اسماء پر مشتمل آیات قرآنیہ اور صحیح احادیث نبویہ سے ماخوذ فوائد وثمرات
- اسماء اللہ کے معانی ومفاہیم ومعارف
- اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص مؤدبانہ اسلوب، شگفتہ اور دلکش تحریر

جامعہ احیاء العلوم لبنات الاسلام مظفرآباد آزاد کشمیر +92-301-5365383

مکتبہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ مظفرآباد آزاد کشمیر